یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے
اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

تشریعی، تعلیمی، سماجی و جہادی خدمات پر مشتمل ایک مستند و مسبوط کتاب

سیرت

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہا

تصنیف

ابو الحسنات محمد ممتاز عالم مصباحی

شاکر پبلی کیشنز

اردو بازار لاہور فون: 042-37240084

سیرت اُمّہاتُ المؤمنین رضی اللہ عنہن

باہتمام	ملک محمد شاکر
سن اشاعت	نومبر 2016ء
طابع	اکرم پرنٹر
قیمت	-/300 روپے

ملنے کا پتہ:

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور فون: 042-7246006

نظامیہ کتاب گھر
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور 0301-4377868

احمد بک کارپوریشن
اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی
051-5558320

مکتبہ بابا فرید
چوک چٹی قبر، پاک پتن شریف

اسلامک بک کارپوریشن
اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی
051-5536111

مکتبہ قادریہ
داتا دربار مارکیٹ لاہور
042-37226193

معراج کتب خانہ
اندرونی بوہڑ گیٹ ملتان
0323-7210125

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمالِہٖ
حَسُنَت جَمیعُ خِصالِہٖ
صَلُّوا عَلَیہِ وَآلِہٖ

شیخ سعدی قدس سرہٗ

اَہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

پارہائے صحف غنچہائے قدوس
اَہلِ بیتِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا قدس سرہٗ

فہرست مضامین

مقدمہ

باب اول

باب دوم

باب سوم

باب چہارم

باب پنجم

باب ہشتم

باب نهم

باب دهم

باب یازدھم

باب دوازدھم

تهدیہ

سید المرسلین، خاتم النبین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، راحۃ العاشقین، مراد المشتاقین، شمس العارفین، سراج السالکین، سید الثقلین، نبی الحرمین، امام القبلتین، وسیلتنا فی الدارین، صاحب قاب وقوسین محبوب رب المشرقین والمغربین ارواحنا فداہ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی بارگاہ عالی جاہ میں جو بے کسوں کے کس، بے سہاروں کے سہارا، غریبوں کے داتا اور یتیموں کے والی ہیں، جن کی وجہ سے آسمان کا نیلگوں شامیانہ اور سرسبز و شاداب ورنگارنگ زمین کا فرش بچھایا گیا، جو جلوہ گر ہوئے تو سسکتی ہوئی انسانیت کو سکون وراحت ملی اور گمرہی و بے دینی کی گھٹا ٹوپ ظلمت وتاریکی میں بھٹک رہے بنی نوع انسان کو زندگی کا سلیقہ ملا۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

ایک گنہگار امتی

ابو الحسنات محمد ممتاز عالم مصباحی

انتساب

اپنی مخدومہ اور والدۂ محترمہ کے نام جن کی مبارک گود میری تربیت گاہ بنی اور جن کی دعاؤں کی بدولت میں اس حقیر علمی وتحریری خدمت کے لائق ہوا اور جملہ خواتین اسلام کے نام جن کی گود امت سلمہ کے مستقبل کی تربیت گاہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بطفیل اس کتاب کو قبول عام کا شرف عطا فرمائے اور اسے میرے والدین کریمین کے لئے نجات اخروی اور بلندی درجات کا سبب بنائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

خاکپائے امہات المؤمنین

ابوالحسنات محمد ممتاز عالم مصباحی

تقریظ جمیل

شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ قاری رضاء المصطفیٰ صاحب
قبلہ قادری حفظہ اللہ جل شانہ، خطیب و امام نیو میمن مسجد کراچی (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علامہ ممتاز عالم مصباحی مدظلہ العالی نے ایک بہت ہی منفرد موضوع جس کا نام ''امہات المؤمنین'' ہے حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بھی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے لیکن اس دور میں پچاسوں موضوعات میں سے کسی ایک موضوع کو الگ کر کے پوری تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کرنا اس لئے بہت ضروری ہے کہ قارئین کسی ایک موضوع پر معلومات حاصل کرنا چاہیں تو ان کے لئے مستقل موضوع پر لکھی ہوئی کتاب انتہائی کارآمد ثابت ہوگی۔ حضرت علامہ ممتاز عالم مصباحی صاحب نے ''امہات المؤمنین'' کے عنوان سے جو کتاب لکھی ہے اس کا مسودہ میں نے مختلف جگہوں سے پڑھا ہے۔ انداز بیان بہت ہی اچھوتا اور اسلوب تحریر بہت ہی منفرد ہے۔ بہت سادہ اور تحقیق سے بھرا ہے۔ میری یہ تمنا ہے کہ علامہ موصوف اسی موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اعمام النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اسی انداز پر لکھنا شروع کر دیں تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے بارے میں بھی خاطر

خواہ معلومات حاصل ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ جلی مجدہ مولانا کی سعی جمیل کو قبول فرمائے اور قارئین کو مستفیض فرمائے۔ آمین۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دعاگو

آپ کا خیر خواہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی غفرلہٗ

۲۰۰۶/۱۲/۲۶ء

تقریظ جلیل

بقیۃ السلف، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی حفظہ اللہ عزوجل
شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی، مئو، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالی جناب مولانا مولوی ممتاز عالم صاحب مصباحی جدید فرزندان اشرفیہ کی فہرست میں ایک نوعمر ذی استعداد اور سلیم الطبع فاضل ہیں۔ تدریس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انھیں تحریر و قلم کی دولت سے بھی نوازا ہے۔

اخبار و رسائل میں اکثر دینی و ملی و سیاسی وغیرہ مسائل پر ان کے سنجیدہ اور متوازن مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

زیر نظر مجموعہ مضامین موسوم بہ ”امہات المؤمنین“ ان کی ایک باقاعدہ تصنیف ہے جس کے مقدمہ میں حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد ازواج کے حکم و مصالح پر روشنی ڈالی گئی ہے اور مستشرقین کے بے بنیاد الزامات کا دفاع کیا ہے۔ گو اب یہ ایک پرانا موضوع ہو گیا ہے، جس پر متعدد تحریریں موجود ہیں، لیکن باطل جب اپنا جھوٹ دہرانے سے نہیں تھکتا تو حق اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی بار بار شہادت دی جائے۔

اسی کا ایک حصہ امہات المؤمنین کے فضائل و شرائف کے بیان میں ہے۔ جس سے اسلام میں امہات المؤمنین کے امتیازی حقوق و فرائض کے ساتھ ساتھ عام مسلمان عورتوں کے حقوق و فرائض اور مسلم عائلی خواتین پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ جس پر بے جا تنقید آج کل فیشن ہو گیا ہے۔

اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس میں فرداً فرداً امہات المؤمنین کے مبارک کوائف اور ان کی مقدس سیر کا بیان ہے، جو دراصل مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

موجودہ آزاد خیالی اور بے قید زندگی کے تاریک ماحول میں اس قسم کی کتابوں کی بڑی ضرورت ہے۔ بقول شخصے۔ع

چھا رہی ہے جہاں میں تاریکی
آؤ مل جل کے ذکر یار کریں

اللہ تعالیٰ مولانا کی مساعی جمیلہ کو کامیاب ومقبول فرمائے اور اس کتاب کو مقبول انام بنائے۔ فقط

عبدالمنان اعظمی
شمس العلوم گھوسی، (فروری ۲۰۰۷ء)

اظہار مسرت

مخیرِ اہل سنت مفکر قوم وملت عالی جناب الحاج حافظ زبیر احمد صاحب رضوی دام ظلہ
ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مبارک ازواج رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہم مسلمانوں کی ایمانی مائیں ہیں، جن کی عظمت و بزرگی کا بیان قرآن و احادیث میں واضح طور پر موجود ہے۔ ہر مسلمان خاص طور پر خواتین کے لیے ضروری ہے کہ وہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی مبارک سیرت کا مطالعہ کریں۔ خود بھی ان کی سیرت کے مطابق زندگی گزاریں اور اسی کے مطابق اپنی بچیوں کی بھی تربیت کریں۔

اس موضوع پر اب تک کوئی قابل ذکر اور مستند کتاب نہیں تھی۔ قابل مبارک باد ہیں عزیزم مفتی ممتاز عالم صاحب مصباحی جنھوں نے اپنی اس تصنیف کے ذریعہ اس کمی کو پوری کرنے کی اچھی کوشش کی ہے۔ موصوف سے تقریباً دس سال سے میرے تعلقات ہیں۔ یہ جماعت اہل سنت کے عظیم مرکز جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ کے قابل فخر فرزند ہیں اور جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، ذاکر نگر دہلی سے بھی تخصص کا دو سالہ کورس امتیازی نمبرات سے مکمل کیا ہے۔ بڑے سلیم الطبع اور خوش اخلاق ہیں۔ بہت ہی عمدہ علمی صلاحیت کے مالک ہیں۔ ان کی تحریریں موقع بموقع اخبارات ورسائل میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ع

اللہ کرے زور قلم اور ہو

اپنی مصروفیات کی وجہ سے پوری کتاب کا مطالعہ تو نہیں کر سکا۔ البتہ جس

قدر پڑھا ہر اعتبار سے بہت عمدہ پایا اور میں نے ضروری سمجھا کہ اس کتاب کو جلد از جلد منظر عام پر لایا جائے۔

اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے میں نے اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ قارئین کرام دعا فرمائیں کہ اللہ عزوجل اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں قبول فرمائے اور مزید دینی و اشاعتی خدمات کی توفیق بخشے۔ فقط

طالب دعاء

(حافظ) زبیر احمد رضوی غفرلہ

یکم ربیع الاول شریف ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۵ رجنوری ۲۰۱۲ء

۲۶/۱۸، ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی-۲۵

کلمات تحسین

معروف صحافی اور سیاسی مبصر جناب احمد جاوید صاحب دام اقبالہ
ایڈیٹر روزنامہ ہندوستان ایکسپریس، نئی دہلی-۲۵

عزیز القدر مولانا مفتی ممتاز عالم مصباحی عہد حاضر کے ان علمائے دین میں ہیں جن کو زبان وقلم پر یکساں عبور حاصل ہے اور جو دین ودنیا دونوں پر گہری نظر رکھتے ہیں حالات حاضرہ پر مولانا کے فکر انگیز تبصرے اخبارات و رسائل میں ہماری توجہ اپنی جانب کھینچتے رہے ہیں۔ آج کے مسائل پر ان کی مضبوط گرفت ہے، امت مسلمہ کی زبوں حالی کا احساس وادراک ان کو ہمیشہ بے چین رکھتا ہے لیکن وہ مسائل کا ماتم نہیں کرتے، حالات کا رونا نہیں روتے، ان کے اسباب وعوامل کا جائزہ لے کر اور ان کی گہرائی میں اتر کر مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جذبات کی جولانیوں میں نہیں بہتے، الفاظ کے زیر و بم میں نہیں ڈوبتے، معانی کے موتی چنتے ہیں اور ان کو پیش کرنے کا سلیقہ جانتے ہیں۔ زبان و بیان کی سلاست و روانی، اسلوب کی سادگی، مزاج کی سنجیدگی، شائستگی اور تحقیقی طرز استدلال ان کی تحریری کی خوبیاں ہیں۔

زیر نظر تصنیف ''امہات المؤمنین'' حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کی زندگیوں پر ان کے تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اپنی ترتیب، مواد اور طرز نگارش ہر لحاظ سے یہ ایک منفرد کتاب ہے جو سیرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس خاص پہلو پر روشنی ڈالتی ہے جس پر توجہ دینے کی آج ہمیشہ سے زیادہ ضرورت ہے۔ فرد اور سماج کے نشو ونما میں

خاندان اور خانگی زندگی کا کیا کردار ہے اس کا ادراک اور مولانا کے اس کام کی قدر و قیمت کا اندازہ اسی شخص کو ہو سکتا ہے جس کی آج کے معاشرے پر گہری نظر ہو۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ کیسی محبت کی اور حسن سلوک کا کیسا عملی مظاہرہ کیا، اس میں ہمارے لئے روشنی بھی ہے اور آئینہ بھی۔ عائلی زندگی کو پر سکون و خوشگوار بنانے اور معاشرے میں صالح اقدار کی ترویج کے لئے جو عملی نمونے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیش کیے ان کو عام کرنے کی آج کتنی ضرورت ہے اس کا احساس ایک دردمند انسان اور ایک بالغ نظر ماہر عمرانیات کو ہی ہو سکتا ہے اور یقیناً اسی احساس نے مولانا کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے مجبور کیا ہوگا۔ کتاب کی خوبی یہ ہے کہ یہ تاریخی، علمی اور تحقیقی اعتبار سے بھی اتنی ہی باوزن ہے جتنی تبلیغی واصلاحی لحاظ سے مفید۔ یہ بھرپور تحقیقی مواد بھی پیش کرتی ہے اور افراد و سماج کو آئینہ بھی دکھاتی ہے۔ غلامان رسول کی رہنمائی بھی کرتی ہے اور مستشرقین کے اعتراضات کا جواب بھی دیتی ہے۔

احمد جاوید

ایڈیٹر ہندوستان ایکسپریس، نئی دہلی-۲۵

مورخہ ۸ر مارچ ۲۰۱۰ء دوشنبہ

نگاہِ اولیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو بڑی عظمت و بزرگی عطاء فرمائی ہے، جسے بیان کرنے کے لئے صرف یہی ذکر کردینا کافی ہے کہ اللہ عزوجل نے انہیں تمام مسلمانوں کی ماں قرار دیا، جو کسی بھی عورت کے لئے بڑی اہمیت وفضیلت کا حامل ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۂ احزاب میں ہے: "النبی أولی بالمؤمنین من أنفسهم و أزواجه أمهاتهم." (الاحزاب:۶/۲۱) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ (کنز الایمان) علاوہ ازیں قرآن کریم میں اور بھی متعدد آیتیں موجود ہیں، جن کے ذریعہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے فضائل ومناقب کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی عظمت وفضیلت صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ ہمارے نبی ارواحنا فداہ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی مبارک ازواج ہیں، بلکہ مذہب مہذب اسلام کی ترقی واشاعت کے حوالے سے بھی ان کی عظیم الشان اور قابل قدر خدمات کتب سیر وتواریخ میں موجود ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے فرائض نبوت ورسالت کو انجام دینے میں جہاں ایک طرف آپ کے جاں نثار صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے تعاون ملتا تھا، وہیں دوسری جانب امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ذریعہ بھی آپ کی تحریک وحدانیت ورسالت کو تقویت پہنچتی تھی۔

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی گراں قدر خدمات کا جب آپ جائزہ لیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امت مسلمہ کی ان پاک طینت ایمانی ماؤں نے جس طرح احکام شرع خاص طور پر ان احکام کو جو عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں، مسلم معاشرہ میں عام کرنے اور انہیں سمجھانے کا اہم فریضہ سرانجام دیا، اسی طرح وہ میدان جہاد میں بھی انتہائی دلیری کے ساتھ شریک ہوئیں اور زخمیوں کی مرحم پٹی کرنے، مجاہدین اسلام کو پانی پلانے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے جیسی عظیم الشان خدمات پیش کیں۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ ایسی پہلی خاتون ہیں، جنہوں نے میدان جہاد میں زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کرنے کے لئے خواتین کی ایک جماعت تیار کی تھی۔ غزوۂ تبوک میں انہیں ایک تیر بھی لگا تھا جس سے وہ شدید طور پر زخمی ہوگئی تھیں۔ یہ تو محض ایک نمونہ کا ذکر ہوا امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تشریعی، تعلیمی اور جہادی خدمات جلیلہ کی تفصیل انشاء اللہ العزیز آپ اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

انہیں عظیم تر تشریعی، تعلیمی اور سیاسی مقاصد کے تحت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں کی تھیں، لیکن دریدہ دہن ان مستشرقین (Orientalistse) کو کیا کہا جائے جن کے رگ و پے میں اسلام اور پیغمبر اسلام ودشمنی سرایت کی ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ان شادیوں کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر انتہائی بھونڈے قسم کے الزامات واتہامات عائد کرتے ہیں اور اس طرح وہ پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے مثال اخلاق و کردار کو مسخ کر کے اقوام عالم میں پیش کرنے کی ناپاک جرأت و جسارت کرتے ہیں، حالانکہ تعدد ازدواج (Polygamy) صرف رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

خاصہ نہیں بلکہ دیگر انبیائے کرام مثلاً سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام اور سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی بھی متعدد ازواج تھیں، جس کی تفصیل اصل کتاب میں آرہی ہے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی انہیں عظیم تر تشریعی اور تعلیمی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ان کے ایک حقیر فرزند نے یہ ادنیٰ کوشش کی ہے، اس امید کے ساتھ کہ شاید یہی خدمت اس حقیر اور اس کے والدین کریمین کی بخشش کا سامان بن جائے۔ کہاں امہات المؤمنین اور کہاں میں حقیر بے مایہ میری کیا اوقات کہ میں ان کے قابل فخر اور گراں قدر خدمات کو قلمی جامہ پہنا سکوں یہ تو محض فضل خدائے لم یزل ہے کہ اس نے مجھ کم علم اور نااہل سے اپنے حبیب کے صدقے میں اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک ازواج کی پاک سیرت کو قلمبند کرنے کی خدمت لی۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی سیرت پاک بلاشبہ تمام مسلمانان عالم خاص طور پر مسلم خواتین کے لئے بہترین نمونۂ عمل ہے، اس لئے معزز خواتین سے گذارش ہے کہ وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کریں اور اپنے آپ کو انہیں عظیم شخصیتوں کی زندگی میں ڈھالنے کی کوشش کریں تاکہ آج کے اس جہنم زار معاشرے میں اسلام کی پر بہار فضاء قائم ہو، کیونکہ گھر اور سماج کے اندرونی ماحول کی بہتری کا دارومدار خواتین ہی پر ہے۔

کتاب کی تیاری میں اس بات کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ انداز بیان آسان اور زبان سلیس اور عام فہم ہو، تاکہ عوام اس سے اچھی طرح استفادہ کرسکیں پھر بھی اگر کسی قسم کی کمی رہ گئی ہو تو اہل علم براہِ کرم اطلاع کریں تاکہ

آئندہ ایڈیشن میں اسے دور کیا جاسکے۔ اسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی کی بھی مبارک زندگی کا کوئی حصہ بیان ہونے سے رہ گیا ہو تو نشان دہی فرمائیں تاکہ آئندہ اضافہ کیا جاسکے

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں شکریہ ادا نہ کروں استاذ گرامی قدر رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسن اختر مصباحی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کا کیونکہ آپ ہی اس کتاب کے محرک ہیں اور آپ ہی کی نگرانی میں یہ کتاب تصنیف کی گئی اور میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں مخیر" اہل سنت گرامی قدر الحاج حافظ زبیر احمد صاحب رضوی دام اقبالہ کا، جنھوں نے خوشی خوشی اس کتاب کو شائع فرمایا۔ اللہ عزوجل اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بطفیل دونوں حضرات کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

مقدمہ

تعداد ازدواج، حکمت و مصالح

اُمہات المؤمنین فضائل و مناقب

حامداً و مصلیاً و مبسلماً

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیاوی امور کی جو چیزیں زیادہ محبوب تھیں ان میں امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ساتھ بہت خوش رہا کرتے تھے۔

امہات المؤمنین کی تعداد

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تعداد اور ان کی ترتیب کے سلسلے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے اور ان کا شمار جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں اور وہ جن سے صحبت ہوئی اور جن سے صحبت نہ ہوئی اور وہ جن کو پیام نکاح دیا اور نکاح نہ ہوا اور وہ جنھوں نے خود کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا ان سب میں اختلاف ہے۔ ان میں سے متفق علیہ گیارہ ازواج مطہرات ہیں، جن میں سے چھ قریش سے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

☆ ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی۔

☆ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب ابن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔

☆ ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح ابن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔

☆ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی۔

☆ ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ بنت ابوامیہ بن مغریہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابن یقظہ بن مرۃ بن کعب بن لوی۔

☆ ام المومنین حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر، بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔

اور چار عربیہ قریشیہ ہیں

☆ ام المومنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش بن رباب بن یمعر بن صبیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن خزیمہ الاسدی۔

☆ ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ بنت الحارث بن بجیر بن محرم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔

☆ ام المومنین ام المساکین حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ الھلالیہ۔

☆ ام المومنین حضرت سیدہ جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ مصطلقی بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ عمرو مزیقیا خزاعی۔

اور ایک غیر عربیہ بنی اسرائیل سے ہیں

☆ اور وہ ام المومنین صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعنہ بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن ابی ہیں جو قبیلہ بنی نضیر سے ہیں۔

وہ امہات المومنین جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وفات پائیں وہ دو ہیں۔ ایک ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسری ام المومنین حضرت سیدہ زینب ام المساکین رضی اللہ تعالیٰ

عنہا ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے وقت بلا اختلاف نوازواج مطہرات موجود تھیں۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تیس تا چالیس مردوں کی قوت مباشرت ودیعت ہوئی تھی۔ طاؤس اور مجاہد سے مروی ہے کہ چالیس مردوں کی قوت دی گئی۔ ایک دوسری روایت میں مجاہد سے مروی ہے کہ چالیس جنتی جوانوں کی قوت دی گئی اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ ہر جنتی جوان کو کھانے، پینے اور جماع کرنے میں اتنی قوت ہوتی ہے جتنی کہ سو مردوں کو ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ مباح تھا کہ جتنی تعداد میں چاہیں عورتوں کو نکاح میں لائیں۔ اس میں تمام مردوں پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کمالِ فضل وشرف اور امتیاز ہے۔

تعدد ازدواج (Polygamy) کی اجازت کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مالی فی النساء من حاجة۔ مجھے عورتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس حدیث پاک پر غور کیجئے تو یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس قدر شادیاں کیں ان کی بنیاد خواہشات کی تکمیل نہیں بلکہ بے شمار دینی اور دنیاوی فوائد ومصالح پر تھی، جن کو حاصل کرنا اس دور کے ناگفتہ بہ حالات میں بغیر شادی کرنے کے ممکن ہی نہ تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادیوں کے مقاصد

حضرت علامہ محمد علی صابونی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "شبھات و اباطیل حول تعدد زوجات الرسول" میں اس موضوع پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد شادیوں کے بے

شمار مقاصد کو مندرجہ ذیل چار شعبوں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) تعلیمی مقاصد

(۲) تشریعی مقاصد

(۳) سماجی مقاصد

(۴) سیاسی مقاصد

تعلیمی مقاصد

انسانی زندگی کے بے شمار مسائل ایسے ہیں کہ جن کا تعلق خصوصی طور پر عورتوں کے ساتھ ہے۔ اسلام ان نسوانی مسائل کے متعلق بھی تفصیلی رہنمائی فراہم کرتا ہے کیوں کہ صنف لطیف نصف امت ہے اور اسلام نصف امت کے مسائل کو نظر انداز نہ کرسکتا تھا۔ جن مسائل کا تعلق عورتوں کی نسوانی زندگی کے ساتھ ہے ان کے متعلق کوئی عورت کسی غیر محرم مرد کے ساتھ گفتگو کرنے سے شرماتی ہے۔ ہر چند کہ اہل مغرب ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ جہاں شرم وحیا کی انسانی اقدار معاشرے سے رخصت ہوگئی ہیں۔ لیکن ان کی یہ ترقی انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی فطرت میں شرم وحیا کا مادہ رکھا ہے اور جو چیزیں انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہیں ان میں شرم وحیا کی صفت بہت ہی اہم ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کے مسائل کے متعلق جو تعلیمات لے کر مبعوث ہوئے تھے ان تعلیمات کو امت کی عورتوں تک پہونچانے، عورتوں کو وہ مسائل سمجھانے اور ان پر عمل کر کے دکھانے کے لیے ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو انتہائی پاکباز، ذہین وفطین، دیانت دار اور متقی ہوتیں اور رسالت کے فرائض کی تبلیغ کے لیے مخلص کارکنوں کی حیثیت سے کام کرسکتیں۔ ایسی عورتیں جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کی گھریلو زندگی کی تفصیلات کو محفوظ کرتیں۔ انہیں امانت و دیانت کے ساتھ امت کی عورتوں تک پہنچاتیں۔ ملت کی عورتیں اپنے جن مسائل کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے سے شرماتی تھیں، ان عورتوں سے وہ مسائل سنتیں، ان مسائل کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کرتیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان مسائل کا جو حل بتاتے انہیں عورتوں تک پہونچاتیں اور ان کو ان پر عمل کرنے کا طریقہ بھی سمجھاتیں۔ ان کاموں کے لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی، جو مذہب یا معاشرے کی طرف سے کسی طعن و تشنیع کے بغیر، آپ کے کاشانۂ اقدس میں آپ کے ساتھ رہ سکتیں۔ یہ کام صرف وہیں خواتین کر سکتی تھیں جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتیں۔

ہجرت کے بعد مسلمانوں کی تعداد میں بہت تیزی کے ساتھ اضافہ ہونا شروع ہو گیا تھا اور بہت جلد ان کی تعداد ہزاروں تک پہونچ گئی تھی جن کی تعلیم کا فریضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انجام دینا تھا۔ صرف ایک بیوی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ تنہا ان گوں ناگوں ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتی۔

جب اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی امتیوں کو باکرہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کی ترغیب دیتے تھے تو خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر عمل کیوں نہ کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جن مقاصد کے تحت شادیاں کی تھیں ان مقاصد کے لیے آپ کو تجربہ کار اور دنیا دیکھی ہوئی خواتین کی ضرورت تھی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہی

خواتین کا انتخاب فرمایا جو ان مقاصد کے لیے معاون ومددگار ثابت ہو سکتی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کے سوا تمام بیوہ خواتین کو اپنی زوجیت میں لیا۔ یہ خواتین بیوہ تو ضرور تھیں لیکن ذہانت و فطانت اور دیانت داری میں اپنی مثال نہیں رکھتی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس ایک باکرہ خاتون سے نکاح فرمایا وہ بھی اپنی کم عمری کے باوجود مذکورہ بالا تمام صفات میں کسی تجربہ کار اور جہاں دیدہ خاتون سے کم نہ تھیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مذکورہ بالا مقاصد کو جس حسن و خوبی کے ساتھ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پورا کیا وہ انہیں کا حصہ ہے۔

عورتوں کے مسائل مثلاً: حیض، نفاس، جنابت اور امور زوجیت کے مسائل ایسے تھے جنہیں نہ تو عورتیں کھل کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر سکتی تھیں اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھل کر ان کا جواب دے سکتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شرم وحیا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی صفات میں سے ایک اہم ترین صفت ہے اور حدیث کی کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنے (حیادار) شرمیلے تھے جتنی حیادار دلہن اپنے حجلۂ عروسی میں ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغی زندگی میں بعض ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی خاتون نے کوئی مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اشارے اور کنائے کے ذریعہ اس مسئلہ کا جواب سائلہ کو سمجھانا چاہا لیکن وہ اس مسئلے کو نہ سمجھ سکی۔ ہم یہاں ایک مثال پیش کرتے ہیں تاکہ یہ بات سمجھنے میں آسانی ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے کس طرح امت کی خواتین کو دین کے مسائل سمجھانے میں اہم کردار ادا کیا۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک انصاری عورت نے غسل حیض کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے غسلِ حیض کا طریقہ سمجھایا اور پھر فرمایا ایک خوشبودار روئی کا گالا لو اور اس کے ذریعہ طہارت حاصل کرو۔ اس عورت نے عرض کیا روئی کے گالے کے ذریعہ کیسے طہارت حاصل کروں؟ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے ساتھ طہارت حاصل کرو۔ اس نے پھر عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذریعہ کیسے طہارت حاصل کروں؟ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! اس کے ساتھ طہارت حاصل کرو۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے یہ صورت حال دیکھی تو اس عورت کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اسے بتایا کہ اس روئی کے گالے کو فلاں مقام پر رکھو اور اس کے ذریعے خون کا اثر ختم کرو۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں: میں نے اس عورت کو تفصیل سے سمجھایا کہ روئی کے گالے کو کس مقام پر رکھنا ہے۔

قارئین کرام! اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسئلہ طہارت کا تھا جو اسلام کی اکثر عبادات کے لیے شرط اولین ہے۔ اس عورت کے لیے اس کے سوا چارۂ کار نہ تھا کہ وہ اس مسئلے کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرے۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شرم وحیا کی وجہ سے اس غیر محرم عورت کے سامنے اس مسئلے کو تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکتے تھے۔ اس صورت حال میں ایک ایسی خاتون کی سخت ضرورت تھی جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محرم ہو اور اس مسئلے کی تفصیلات کو رسول رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھ کر اس عورت کو سمجھا سکے۔ یہی کام اس موقع پر ام المؤمنین حضرت سیدہ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انجام دیا اور باقی امہات المومنین نے بھی اسی انداز میں تعلیم امت کے فریضہ کی ادائیگی میں اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ مسلمان عورتوں کا معمول یہ تھا کہ جب ان کو اس قسم کا کوئی مسئلہ پیش آتا تو وہ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور اپنا مسئلہ عرض کرتیں۔ ان کو اگر اس مسئلے کا حل پہلے سے معلوم ہوتا تو ان عورتوں کو بتا دیتیں اور اگر نہیں معلوم ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ کر سائلہ کو اس مسئلے کا حل سمجھا دیتی تھیں۔

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی علمی خدمات صرف خواتین کے مسائل کے ساتھ ہی خاص نہیں تھیں بلکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار قولی و فعلی سنتیں جن کا تعلق خانگی زندگی کے ساتھ تھا، ان سنتوں کو محفوظ کرنے اور امانت داری کے ساتھ ان کو امت تک منتقل کرنے کا مقدس فریضہ بھی ان خوش قسمت خواتین ہی نے ادا کیا ہے۔ اس لیے امہات المومنین عورتوں کے جملہ مسائل کی بھی معلمات تھیں اور مردوں کے خانگی مسائل، خصوصاً جن کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت فعلی کے ساتھ تھا، وہ بھی امت تک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہی کے ذریعہ پہنچے ہیں۔

ان حقائق کو سامنے رکھا جائے تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن صرف امہات المومنین ہی نہیں بلکہ وہ ملت کی معلمات بھی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو آدھا دین رسول رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ذریعہ

سے ہی ملا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امت پر ان کے احسانات کی وجہ سے انہیں ساری امت کی مائیں قرار دیا گیا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ان کے ساتھ کسی دوسرے کے نکاح کو حرام قرار دیا گیا۔

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھی اور آپ کے ظاہری طور پر پردہ فرما جانے کے بعد بھی علم کا نور پھیلاتی رہیں۔ اکابر صحابہ کرام بھی مشکل ترین مسائل کا حل دریافت کرنے کے لیے کسی ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور وہاں سے انہیں مشکل ترین سوالات کے جوابات مل جاتے تھے۔ اس طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ وسلم نے تعدد زوجات کے قانون کو ایک ایسا تعلیمی ادارہ قائم کرنے کے لیے استعمال کیا جس میں ماہرین علومِ اسلامیہ کی ایک جماعت علمی خدمات انجام دینے میں مصروف تھی۔ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شادیوں کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے اس اہم ترین مقصد کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ اس مسئلے کی حقیقت کو کیسے سمجھ سکتا ہے؟ (ضیاء النبی، ج ہفتم ۸۲-۸۱/۸۰۔۴۷۹)

تشریعی مقاصد

زمانۂ جاہلیت میں ایسی کئی رسمیں موجود تھیں، جن سے انسانی معاشرے میں بڑے سنگین مسائل و مشکلات پیدا ہوتے تھے۔ تباہ کن نتائج کی حامل ہونے کے باوجود، اس قسم کی رسمیں لوگوں کی زندگیوں میں اس قدر رچ بس چکی تھیں کہ کسی انسان کے لیے ان رسموں کی مخالفت کا تصور کرنا بھی مشکل تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فریضۂ نبوت و رسالت میں جس طرح خدا کی زمین کو بتوں سے پاک کرنے کا کام شامل تھا، اسی طرح انسانی معاشرے سے

تمام غلط اور نقصان دہ رسموں کو بھی ختم کرنا آپ کے فرائض نبوت میں شامل تھا۔ ایسی رسمیں جو انسانوں کے رگ و پے میں سما چکی تھیں، ان کو ختم کرنا اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خود ان رسموں کے خلاف عمل کر کے لوگوں کے سامنے نمونہ نہ پیش کرتے۔

اس قسم کی رسموں میں سے ایک رسم کسی غیر کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانے کی بھی تھی۔ ایک شخص کسی اجنبی کے بیٹے کو کہہ دیتا کہ تو میرا بیٹا ہے تو اس کے اس قول سے وہ اس کا بیٹا قرار پاتا اور نسب، میراث، طلاق، شادی اور مصاہرت کے تمام مسائل میں اس کی حیثیت ایک حقیقی بیٹے جیسی ہو جاتی۔ اس طرح معاشرے میں بے شمار مسائل جنم لیتے۔ مستحق لوگ میراث سے محروم ہو جاتے اور ایک غیر مستحق شخص ساری جائداد کا وارث بن جاتا۔ محرمات کے سلسلہ میں یہ رسم انتہائی تباہ کن نتائج برآمد کر سکتی تھی۔ اس رسم کو ختم کرنا ضروری تھا، لیکن جو شخص صدیوں پرانی رسم کو ختم کرنے کی کوشش کرتا، اس پر ہر طرف سے طعن و تشنیع کے تیروں کی بارش ہوتی۔ یہ فریضہ اتنا کٹھن تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی ادائیگی کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے کسی خادم کی بجائے خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو منتخب فرمایا اور آپ کو یہ قدیم رسم توڑنے کا حکم دیا۔ اس رسم کو توڑنے پر ہر طرف سے طعن و تشنیع کے تیر برسے لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ثابت قدمی اور استقلال و پامردی سے سب کچھ برداشت کیا اور تنقید کرنے والوں کی تنقید کا جواب خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے دیا۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شادی خاص طور پر اسی مقصد کے لیے ہوئی تھی۔ اس شادی کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو احکام بارگاہ خداوندی سے

وحیِ متلو یعنی قرآن کریم کے ذریعے ملے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے عربوں کے دستور (Consti-tution) کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا) بنایا اور اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کے ساتھ ان کا نکاح کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے منہ بولے بیٹے (لے پالک بیٹے) کے متعلق غلط رسموں کو ختم کرنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیا اور عدت گذرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہٖ والہٖ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کرلیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو یہ خدشہ تھا کہ اس نکاح کی صورت میں منافقین، یہودی اور دیگر اسلام دشمن عناصر طوفان بدتمیزی برپا کریں گے اور کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بیٹے کی مطلقہ (طلاق دی ہوئی عورت) سے نکاح کرلیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، آپ صرف اور صرف خدا سے ڈریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح الفاظ میں فرمایا:

فلما قضى زيد منها وطرا زوجنكها لكى لايكون على المومنين حرج فى ازواج ادعيائهم اذا قضوا منهن وطراً وكان امر الله مفعولاً۔ (سورة: احزاب ۲۲/۳)

ترجمہ: پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کی بیویوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہوجائے اور اللہ کا حکم ہوکر رہتا ہے۔

(کنزالایمان)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا جو آپ کے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ تھیں۔ جب امتیوں کے سامنے اپنے پیارے نبی کی سنت آگئی تو اب اس غلط رسم کے خلاف عمل کرنے میں ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہ گئی۔

اس شادی کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک بہت ہی بڑا سماجی مسئلہ حل کیا تھا اور ایک انتہائی اہم قانون عملی طور پر نافذ کیا تھا لیکن مستشرقین رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اس حکیمانہ طرز عمل کو آپ کے اخلاق و کردار کو داغ دار کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی کو مستشرقین نے انتہائی ناروا انداز میں اچھالا ہے۔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوسرے امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے سامنے اس بات پر فخر کا اظہار کرتی تھیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ تمہاری شادیاں تو تمہارے گھر والوں نے کی ہیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ میری شادی خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کی ہے۔

(ایضا، ص ۵/۴/۴۸۳)

(۳) سماجی مقاصد

وفاداری اہم ترین خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے۔ دوست کا دوستی کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنا، محسن کے احسان کو یاد رکھنا، خادم کی

خدمات کو فراموش نہ کرنا، یہ ایسی خصوصیات ہیں، جو کہ انسانیت کا زیور شمار کی جاتی ہیں۔ اسلام وفا کا دین ہے اور اسلام کا پیغمبر وہ لجپال ہے کہ جسے دنیا میں تو کیا قیامت کے دن بھی اپنے غلاموں کی فکر ہوگی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہٖ وسلم نے جب کفر وشرک کی ظلمتوں میں نعرۂ توحید بلند کیا تھا اس وقت آپ کی دعوت کو قبول کرنا موت کو دعوت دینے کی طرح تھا۔ ان مشکل ترین حالات میں بھی کچھ نفوس قدسیہ ایسے تھے، جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہیں کی اور پھر اس کٹھن ترین مشن کے ایک ایک مرحلے پر وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دست و بازو بنے رہے۔ اس راستے میں انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کی دعوت کے لیے جو قربانیاں دیں وہ تاریخ جاں نثاری کا ایک درخشاں باب ہے۔ خلیفۂ اول امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فداکاروں کے اس مقدس قافلے کے سرخیل ہیں اور نورانی قافلے میں جو نفوس قدسیہ شامل تھے ان میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم، امیر المومنین حضرت عثمان غنی، امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسی مقدس ہستیوں کے نام آتے ہیں۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے انصار نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مشن کے لیے جو قربانیاں دی تھیں، ان کی مثال بھی پیش کرنے سے تاریخ عالم قاصر ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے غلاموں کی ان جاں نثاریوں کا اصل صلہ تو قیامت کے دن ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ خود عطا فرمائے گا لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اس دنیا میں بھی انہیں بھرپور نوازا۔ انصار کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کا خیال رکھنے کی جو تاکید امت کو رسول اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے بار بار فرمائی ہے، وہ آپ کی شان لجپالی کا اظہار ہے۔ اپنے خادموں کو نوازنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ طریقہ اپنایا کہ آپ نے ان کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صاحبزادیوں کو اپنے نکاح میں لیا جب کہ حضرت علی مرتضی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح میں اپنی صاحبزادیاں دے کر ان کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم کیا۔ ان غلاموں کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی اس عطا سے بڑھ کسی اور نعمت کا تصور بھی ممکن نہ تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو اپنے باپ پر ترجیح دی تھی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی غلامی کو آزادی اور ناز و نعمت کی زندگی سے بہتر اور مناسب سمجھا تھا اور پھر تبلیغ حق کے کٹھن فریضے کو ادا کرنے میں قدم قدم پر جاں نثاری کے مظاہرے کیے تھے۔ ان کی اس وفاداری و جاں نثاری کے صلہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اپنی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح ان کے ساتھ کر کے ان کی عزت افزائی فرمائی۔

جن لوگوں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اپنی شادیوں کے ذریعہ رشتۂ مصاہرت قائم کیا تھا، انہیں بھی اس بات کا علم تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کی دل جوئی اور عزت افزائی کی خاطر یہ رشتہ قائم فرمایا ہے۔ وہ اس رشتے کو قائم کرنے پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ممنون واحسان تھے۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی غلامی پر ناز تھا۔ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ

وسلم کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا، اس کے باوجود ان کے دل میں کبھی بھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا تھا کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے احسانات کا حق ادا کر دیا ہے۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کی ان قربانیوں کو فراموش (بھلایا) نہیں کیا تھا، جو انھوں نے آپ کے مشن کی خاطر دی تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اپنے صدیق کے متعلق ان جذبات و احساسات کا اظہار فرماتے تھے۔

ما لأحد عندنا يد إلا و قد كافيناه بها ماخلا أبا بكر فإن له عندنا يدا يكافيه الله تعالىٰ بها يوم القيامة و ما نفعني مال أحد إلا كانت له كبوة الا أبابكر فانه لم يتلعثم و لوكنت متخذا خليلا اتخذت ابابكر خليلا الأو إن صاحبكم خليل الله تعالىٰ۔ (شبهات و اباطيل حول زوجات الرسول، ص ۲۹)

ترجمہ: ہم پر جس کسی نے کوئی احسان کیا ہے، ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے، سوائے ابوبکر کے کیوں کہ ہم پر ان کے وہ احسانات ہیں جن کا بدلہ انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہونچایا جتنا نفع مجھے ابوبکر کے مال سے پہنچا ہے۔ میں نے جس کسی کو بھی اسلام کی دعوت دی، اس نے قبول کرنے میں تردد (پیش و پیش) کیا لیکن ابوبکر نے بغیر کسی تردد کے میری دعوت کو قبول کر لیا۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو ہی خلیل بناتا۔ سنو! تم اس بات سے آگاہ رہو کہ تمہارے نبی خدا کے خلیل ہیں۔

جس شخص کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل میں اس قسم کے جذبات تھے، اس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں سب سے بڑا معاوضہ

عطا کر سکتے تھے، وہ یہ تھا کہ اس کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم فرماتے۔ یہ اعجاز آپ نے اپنے صدیق اکبر کو عطا فرمایا اور ان کی صاحبزادی سے اپنا نکاح کر لیا۔

جن نفوس قدسیہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے تربیت حاصل کی تھی ان کے درمیان مال و دولت، جاہ و حشمت اور اسی قسم کی عارضی چیزوں میں تو باہم مقابلہ نہیں ہوتا تھا البتہ نیکی کے کاموں میں وہ باہم مسابقت ضرور کرتے تھے۔ دین اسلام کے لیے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ کی خدمات اور قربانیوں کو کون نہیں جانتا۔ ان کو صحابۂ کرام میں بہت بلند مقام حاصل تھا لیکن انہیں شدت سے اس بات کا احساس تھا کہ وہ نیکیوں میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اپنے اس احساس کا انھوں نے کئی بار اظہار بھی فرمایا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ رشتۂ مصاہرت میں منسلک کیا تو آپ نے اپنے اس دوسرے مخلص ترین صحابی کو بھی وہ اعجاز عطا فرمایا، جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی بیوہ ہو گئیں۔ اپنی بیٹی کے مستقبل کے لیے ان کا فکر مند ہونا ایک فطری بات تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کی بیٹی کو اپنے نکاح میں قبول فرما کر ایک طرف تو ان کی پریشانی دور فرمائی اور دوسری طرف ان کو وہ اعزاز عطا فرمایا جو ان کے لیے زندگی کا حاصل تھا۔ جس طرح حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صاحبزادیوں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شادیوں کے مقاصد میں سے ایک مقصد اپنے غلاموں کی دل جوئی تھا اسی طرح آپ کی دیگر کئی شادیوں میں بھی سماجی مقاصد سرفہرست

تھے۔ (ایضا: ص ۸۔۷۔۶/۴۸۵)

(۴) سیاسی مقاصد

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شادیوں کے متعدد مقاصد میں سے ایک مقصد دشمنوں کے دل جیتنا، اسلام کے ساتھ ان کی مخالفت کو کم کرنا، قبائل کو اس رشتے کے ذریعے اپنے قریب تر کرنا اور دین حق کی روشنی کو پھیلانا کے لیے راستہ ہموار کرنا بھی تھا۔ یہاں بس چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے پتہ چلے گا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شادیوں کے ذریعے کتنے سیاسی فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) بنو مصطلق کا قبیلہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اس قبیلے کا سردار حارث اسلام کا کٹر دشمن تھا۔ غزوۂ بنو مصطلق میں اس قبیلے کو شکست ہوئی اور اس قبیلے کے متعدد لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں (اسیر ہوئے) قید کر لیے گئے۔ ان قیدیوں میں بنو مصطلق قبیلہ کے سردار کی ایک بیٹی جویریہ بنت حارث بھی تھیں۔ انھوں نے اپنے قید کرنے والے سے مکاتبت کا معاہدہ کیا اور زر مکاتبت ادا کرنے کی خاطر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مدد کی درخواست کی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو جب یہ پتہ چلا کہ یہ قبیلہ کے سردار کی بیٹی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے سامنے یہ پیش کش کی کہ اگر انہیں منظور ہو تو آپ ان کا زرفدیہ ادا کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اس پیش کش کو قبول کر لیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کا زر مکاتبت ادا کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔

جب مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کرلی ہے تو انھوں نے بنو مصطلق قبیلہ کے تمام قیدیوں کو آزاد کردیا کہ یہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہیں اس لیے ہمارے مناسب نہیں کہ ان کو اپنی قید میں رکھیں۔ اس طرح آزاد ہونے والے کوئی دو چند آدمی نہ تھے بلکہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برکت سے تقریباً سو گھرانے آزاد ہوئے۔ بنو مصطلق نے جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اس عالی ظرفی اور مسلمانوں کے دلوں میں پائے جانے والی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت کے جذبے کا مشاہدہ کیا تو وہ سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔

یہ بات معمولی نہیں ہے کہ محض ایک شادی کی برکت سے اسلام کے ایک کٹر دشمن قبیلے نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی چھوڑ کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

فما رأينا امرأة كانت اعظم بركة علىٰ قومها منها۔ (رحمة للعلمين ۲/ ۱۷۵)

ترجمہ: ہم نے کسی عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لیے اس سے زیادہ برکت کا باعث بنی ہو، جتنی برکت کا باعث جویریہ اپنی قوم کے لئے بنیں۔

(۲) حي بن اخطب بھی بنو مصطلق کے سردار حارث کی طرح اسلام کا زبردست دشمن تھا۔ اس کی بیٹی صفیہ بنت اخطب غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید کرلی گئیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کے سامنے مندرجہ ذیل دو صورتیں رکھیں۔

پہلی صورت یہ تھی کہ وہ اسلام قبول کریں اور آپ انہیں آزاد کر کے انہیں اپنے نکاح میں لے لیں۔ دوسری صورت یہ تھی کہ اگر وہ یہودیت پر قائم رہنا چاہیں تو آپ انہیں آزاد کر دیں اور وہ اپنی قوم کے پاس واپس چلی جائیں۔ انھوں نے پہلی صورت کو قبول کر کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نکاح میں آنا پسند کیا۔ (شبہات واباطیل۔ ص ۳۰۔۲۹)

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا نکاح اس لحاظ سے انتہائی مفید تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی شادی سے پہلے یہودی مسلمانوں کے خلاف ہر جنگ میں کسی نہ کسی شکل میں شریک نظر آتے ہیں لیکن اس نکاح کے بعد اسلام کی ابتدائی تاریخ میں یہودی کسی جنگ میں مسلمانوں کے مدمقابل نظر نہیں آتے۔

(۳) ابوسفیان کی اسلام دشمنی سے کون واقف نہیں۔ قوم قریش کا نشان جنگ ابوسفیان کے گھر میں رہتا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو قوم کے ہر فرد پر آبائی ہدایات اور قومی روایات کی اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ اسلام کے خلاف اکثر جنگوں میں ابوسفیان ہی نے لشکر قریش کی قیادت کی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اسلام کے اس کٹر دشمن کی بیٹی ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس رشتے کا اثر یہ ہوا کہ ابوسفیان کی اسلام دشمنی کا زور ٹوٹ گیا اور بہت جلد وہ اسلام کے جھنڈے تلے اپنی جان کی بازی لگانے کے لیے تیار کھڑا نظر آیا۔ کیا وہ نکاح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ایک انتہائی کامیاب سیاسی تدبیر نہ تھی، جس نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن کو اسلام کی صفوں

میں لا کھڑا کیا تھا؟ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی تمام شادیوں کے پیش منظر میں اسی قسم کے عظیم مقاصد کارفرما تھے۔

اسلام کے نزدیک کسی عام مسلمان کی شادی کا مقصد بھی محض جنسی خواہشات کی تسکین تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ہر شادی کے متعدد مقاصد ہوتے ہیں، جن میں سے جنسی خواہش کی جائز اور منظم تسکین بھی ایک مقصد ہے لیکن مسلمان صرف اس ایک مقصد کے لیے شادی نہیں کرتا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بھی افضل البشر ہونے کی حیثیت سے انسانی فطرت کے اس تقاضے سے مستثنیٰ نہ تھے۔ لیکن اس مقصد کے لیے آپ کو ایک سے زیادہ بیویوں کی ضرورت محسوس نہ ہوئی یہی وجہ ہے کہ پچپن سال کی عمر شریف تک، جو اس قسم کی خواہشات کے عروج کا زمانہ ہوتا ہے، آپ نے صرف ایک زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ہی اکتفاء فرمایا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جو شادیاں کیں ان کے پیچھے تعلیمی، سماجی، تشریعی اور سیاسی مقاصد کارفرما تھے۔ (ایضاً۔ ص ۴۸۸ تا ۴۹۰)

خیال رہے کہ یہ تو محض سمجھنے اور سمجھانے کے غرض سے چند موٹے موٹے اغراض و مقاصد کا تذکرہ کیا گیا۔ نہ جانے کتنے دینی و دنیاوی مصالح ہیں جو کثرت ازواج میں پنہاں ہیں۔ یہاں پر یہ نکتہ بھی سامنے رہنا چاہیے کہ یہ تو وہ چند فوائد تھے جن کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یا عام امت مسلمہ سے ہے، ان کے علاوہ کچھ ایسے بھی مصالح ہیں جو براہ راست ازواج مطہرات ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ بقیہ ازواج مطہرات سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اس وقت نکاح کیا جب کہ ان میں سے ہر ایک پہلے کسی کے نکاح

میں رہ چکی تھیں تو اس طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان سے نکاح کر کے نہ صرف یہ کہ ان کے لیے سہارا بنے بلکہ انہیں ایسا عظیم مرتبہ عطا فرمایا کہ انہیں تمام عورتوں پر فضیلت بخشی۔

تعدد ازدواج صرف حضور کا خاصہ نہیں

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لیے ازواج مطہرات کی زیادتی کے مصالح کے معلوم ہو جانے کے ساتھ یہ بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ کثرت ازواج (Polygamy) صرف رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ہی خاصہ نہیں بلکہ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ہاں بھی چند ازواج پائی جاتی تھیں۔ مثلاً سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے ازواج مطہرات تھیں۔ اس کے باوجود وہ ایک اور کرنا چاہتے تھے تا کہ ۱۰۰ پوری ہو جائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تین بیویاں تھیں

(۱) حضرت سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔

(۲) حضرت سیدہ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ اسحٰق علیہ السلام

(۳) قتورہ خاتون والدہ زمران، یقسان، مدان، مدیان، اسباق، سوخ۔

سیدنا حضرت یعقوب اسرائیل علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں

(۱) لیاہ، والدہ روبن، لاوی، یہودہ، آشکار، زبلون

(۲) زلفہ والدہ جد، آشر۔

(۳) راخل، والدہ یوسف علیہ السلام

(۴) بلہہ، والدہ دان ونفتالی۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں

(۱) سفورہ خاتون والدہ جبیبہ سوم، العیزر

(۲) جیشیہ

(۳) ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام قینی تھا

(۴) ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام حباب تھا۔

سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو منکوحہ ازواج اور ہزار باندیاں تھیں اور ایک رات میں سو پر دورہ فرماتے تھے۔

انتباہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ازواج مطہرات کے مقابلے میں سیدنا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ازواج کی کثرت سے ہرگز یہ مطلب نہیں اخذ کیا جا سکتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت و برتری حاصل تھی اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے فضائل و مناقب کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کو دوسرے پلڑے میں تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ان سب پر غالب ہو جائیں گے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سیدنا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے ایسی بادشاہت کی دعا مانگی تھی جو کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے ساتھ کسی ایک چیز مثلاً: ہوا اور جن وغیرہ کے مسخر کیے جانے کو مخصوص فرما دیا جب کہ یہ خصوصیات کسی اور کو حاصل نہ ہوئیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک نبی بادشاہ تھے اور یہ سب ان کے معجزات میں سے تھے۔

حدیث پاک میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ آپ نبی بادشاہ یا نبی بندے میں سے جس کو چاہیں اختیار کر لیں تو نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبی بادشاہ کی بجائے نبی بندے کو اختیار فرمایا، اس لئے حق تبارک وتعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حدِ بشریت اور فقر وعبودیت پر قائم رکھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت، بادشاہت، ازواج کی کثرت، تخت کا ہوا پر اڑنا اور تسخیر جنات وغیرہ کے اضافہ کے ساتھ نبی بنایا اور یہ سب چیزیں ظاہر میں تھیں۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدرت وقوت تصرف اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں قربت وعزت ان سے کہیں زیادہ تھی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ قدرت وقوت اور شکر نعمت ان سے کامل تر تھی لیکن ظاہر میں ان کا وجود سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھا اس مفہوم پر وہ حدیث صحیح بھی دلالت کرتی ہے جس کے مطابق ایک جنات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز میں خلل ڈالنے کے لیے آیا پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ اسے پکڑ کر مسجد کے ستون سے باندھ دوں تا کہ مدینہ طیبہ کے بچے اور اطفال اس سے کھیلیں لیکن اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی ایک دعا یاد آ گئی اور میں نے اسے چھوڑ دیا مطلب یہ ہے کہ مجھے جنات پر قوت تصرف حاصل ہے لیکن چوں کہ یہ تصرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے اس لیے میں نے اس سے اعراض کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ شب باشی میں باری کا اہتمام فرماتے اور ان کے نفقہ وسکنہ اور حقوق ومراعات کو ادا کرنے میں برابری اور مساوات کا لحاظ فرماتے تھے۔ جیسا کرنا آپ کی قدرت واختیار میں تھا لیکن محبت کے بارے میں فرماتے "اے خدا یہ تقسیم اور انصاف ان چیزوں میں ہے جن میں مجھے قدرت واختیار حاصل ہے

اور جن چیزوں میں مجھے مالک نہیں فرمایا ہے ان میں تو مجھے ملامت نہیں فرمانا۔ یعنی محبت و مجامعت میں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے درمیان مساوات اور برابری کا لحاظ رکھنا کیا یہ اوروں کی طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بھی واجب تھا؟ یا یہ کہ یہ محض رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ان پر کرم اور فضل و مروت تھا؟ جو کہ ان کے دل کو خوش کرنے کے لیے تھا، اس سلسلے میں فقہائے کرام کے ہاں اختلاف ہے۔ سیدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے باوجود کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ غایت درجہ مساوات کا لحاظ رکھتے تھے گویا کہ یہ ان پر واجب ہے حالاں کہ یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا محض فضل و کرم تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

منٹگمری کی نظر میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شادیوں کے مقاصد

منٹگمری واٹ نے دوسرے مستشرقین کے برخلاف اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ تعدد زوجات (Polygamy) کے سبب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کسی قسم کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"The last feaure to be noted about Muhammad's marriages is that he used both his own and those of the closest companions to futher political ends. This was doubtless a continuation of older Arabian Pratice. Alll Muhmmad's own marriages can be seen to have a tendency to promote friendly relations in

the political sphere. Khadijah Brought him wealth and the begining of influence in Meccan politics in the case of sawdah whom he married at Mecca, the chief aim may have been to provide for the widow of a faithful Muslim as also in the later marriage with Zaynab bint Khuzaymah, but sawdah's husband was the brother of a man whom Muhammad perhas wanted to keep from becoming an extreme opponent, and Zaynab's husband belonged to the clan of al-Muttalib, for which Muhammad had a special responsibility, while he was also cultivating good relations with her own tribe of Amir bin Sasaah. His first wives at Medina, Aishah and Hafsah, were the daughters of the men on whom he leaned most, Abu Bakr and Umar and Umar also Married Muhammad's grang-daughter' Umm Kulthum bint Ali. Umm Salamah was not merely a deserving widow but a close relative of the leading man of the Meccan clan of Makhzum. Juwayriyah was the daughter of the Chief of the tribe of al-Mustaliq, with whom Muahmmad had been having special trouble. Zaynab bint Jahash, besides being Muhammad's cousin, was a confederate of the Meccan clan of Abd Shams, but a social motive may have outweghed the political one in her case to demonstrate that Muhammad had broken with old taboos. Neverthless the clan of

'Abd Shams' and Abu Sufyan b. Harb in particular were in his thoughts, for Abu Sufyan had Muslim daughter, Umm Hbibah, married to a brouther of Zaynab bint Jahsh, and when the husband died in Abyssinia, Muhammad sent a messenger threr to arrange a marriage with her. The marriage with Maymunah would similarly help to cement relations with her brother-in-law, Muhammad's uncle, al-Abbas. There may also have been political motives in the unions with the Jewesses, Saflyh and Rayhanah."

(محمد ایٹ مدینہ، ص ۲۸۷-۸)

ترجمہ: ''محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شادیوں کے بارے میں جس آخری بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنے قریبی ساتھیوں کی شادیوں کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ یہ ایک ایسی رسم تھی جو عربوں میں پہلے سے جاری تھی۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اپنی تمام شادیوں میں سیاسی تعلقات میں اضافے کا مقصد کارفرما نظر آتا ہے۔ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ شادی سے آپ کو دولت ملی اور مکی سیاست میں آپ کے اثر کا آغاز بھی اسی شادی سے ہوا۔ سودہ اور زینب بنت خزیمہ سے شادی کا سب سے بڑا مقصد مخلص مسلمانوں کی بیواؤں کو باوقار پناہ مہیا کرنا تھا لیکن سودہ کے خاوند کا بھائی ایک ایسا شخص تھا جس کے متعلق محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ

کھل کر آپ کے مدمقابل آ جائے اور زینب کے خاوند کا تعلق قبیلہ بنو مطلب سے تھا، جن کے متعلق محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خصوصی ذمہ داریاں تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) زینب کے اپنے قبیلے عامر بن صعصعہ کے ساتھ بھی اچھے تعلقات بنا رہے تھے۔ مدینہ میں آپ کی پہلی دو بیویاں عائشہ اور حفصہ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی صاحبزادیاں تھیں جن کے ساتھ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خصوصی تعلق تھا۔ ام سلمہ صرف ایک مستحق بیوہ ہی نہ تھیں بلکہ وہ مکی قبیلہ بنو مخزوم کے سردار کی رشتہ دار بھی تھیں۔ جویریہ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں، جن کے ساتھ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے تعلقات خصوصی طور پر بہت خراب تھے۔ زینب بنت جحش محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پھوپھی زاد ہونے کے علاوہ قبیلہ بنو عبد شمس کے حلیف قبیلے کی فرد بھی تھیں لیکن ان کے معاملے میں سماجی محرکات، سیاسی محرکات پر فوقیت لے گئے کیونکہ اس شادی کے ذریعے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ آپ نے پرانی رسموں سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ مکی قبیلہ کے عبد شمس اور ابوسفیان بن حرب خصوصی طور پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نظر میں تھے۔ ابوسفیان کی ایک بیٹی ام حبیبہ تھی جو مسلمان تھی اور اس کی شادی زینب بنت جحش کے ایک بھائی سے ہوئی تھی، ان کا خاوند جب حبشہ میں فوت ہو گیا تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ایک قاصد حبشہ اس لئے بھیجا کہ ام حبیبہ سے آپ کی شادی کے انتظامات کو آخری شکل دی جائے، میمونہ سے شادی بھی

حضرت عباس سے آپ کے تعلقات کو مضبوط کرنے میں مدد دے سکتی تھی۔ جو میمونہ کے برادر نسبتی اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے چچا تھے۔ یہودی الاصل عورتوں صفیہ اور ریحانہ سے آپ کے تعلق کے مقاصد بھی سیاسی ہو سکتے ہیں۔"

منٹگمری واٹ نے ہر شادی کے تعلق سے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ ان تمام شادیوں کے مقاصد، سیاسی، سماجی اور علمی تھے۔ جس ساٹھ سالہ شخص کے سامنے اتنے سیاسی اور سماجی مقاصد ہوں وہ ان باتوں کو ذہن میں نہیں لائے گا، مستشرقین جن باتوں کا الزام رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگاتے ہیں۔

جان بیگٹ کی نظر میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادیوں کے مقاصد:

مشہور مستشرق جان بیگٹ گلب (John Bagot Blubb) نے اپنی کتاب دی لائف ٹائمز آف محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) (The life times of Muhammad) میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادیوں کو تمام پہلوؤں سے دیکھ کر ان کے متعلق بڑے حقیقت پسندانہ تبصرے کئے ہیں۔ اس کی تحریروں کے چند اقتباسات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:

"The question of the marriages of the Messenger of God has aroused intense discussion and heated resentments into which we need not enter. it is, however, worthy of note that of all his wives, onl Aisha was a virgin when he married her. Zainab bint Jahsh was a divorced wife and all the rest were widows,

some of them, it would seem, not particularly attractive. Moreover, the apostle had married khadija when he was twenty-five and she was a widow consideerably older than he was. He had remained completely faithful to her for twenty-four years until her death".

(جان بیگٹ گلب، ''دی لائف ٹائمنر آف محمد'' (ہاڈر اینڈ سٹاگٹن، لندن-۱۹۷۰ء) ص ۲۳۷)

ترجمہ: ''پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم) کی شادیوں کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے۔ ہم اس بحث میں پڑنا پسند نہیں کرتے۔ تاہم یہ بات ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ آپ کے ساتھ شادی کے وقت آپ کی بیویوں میں سے صرف عائشہ کنواری تھیں، زینب بنت جحش مطلقہ تھیں اور باقی تمام بیوہ تھیں۔ ان میں سے کچھ زیادہ پرکشش بھی نہ تھیں۔ مزید برآں، پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدیجہ سے پچیس سال کی عمر میں شادی کی تھی، جو اس وقت بیوہ تھیں اور عمر میں آپ سے کافی بڑی تھیں۔ پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کی وفات تک چوبیس سال کے طویل عرصہ میں، ان کے ساتھ مکمل طور پر وفادار رہے۔''

مستشرق مذکور ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"It is noticeable that the apostle, when a yung man, had six children b khadija, yet he had no children by the twelve women who followed her, except for a son by Mary, the Egyptian concubine. Most of his wives, though not in their first youth, were capable of bearing

children. In Medina, Muhammad had less and less leisure time and must often have been mentally and physically exhaousted, especially as he was in his fifties and laterly over sixty. these are not the circumstances under which men are intersted in the indulgence of extreme sexuality."

(جان بیگٹ گلب ''دی لائف ٹائمنز آف محمد'' (ہاڈر اینڈ سٹانگٹن، لندن ۱۹۷۰) ص ۲۳۹)

ترجمہ: ''یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب نوجوان تھے۔ تو خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطن سے ان کے چھ بچے تھے، لیکن ان کے بعد ماریہ قبطیہ سے ایک بیٹے کے علاوہ بارہ عورتوں سے ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آپ کی اکثر زوجات گو بالکل نوجوان تو نہ تھیں البتہ وہ بچوں کو جنم دینے کے قابل تھیں۔ مدینہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرصت کا وقت بہت کم ملتا تھا اور اکثر اوقات آپ ذہنی اور جسمانی طور پر بہت زیادہ تھکے ہوئے ہوتے ہوں گے خصوصاً جب کہ آپ کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ یہ حالات ایسے نہیں جن میں مرد زیادہ جنسی تعلقات کی طرف رغبت محسوس کرتے ہوں۔''

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث پاک پر، جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اس دنیا میں مجھے عورت اور خوشبو پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، تبصر کرتے ہوئے جان بیگٹ گلب رقمطراز ہے:

"The connection of his love of women with praher seems to prove that it never occurred to

him that his fodness for female company could be anything "but innocent". (ایضا ۳۵-۲۳۸)

ترجمہ: ''آپ کا عورتوں کی محبت کو عبادت کے ساتھ جمع کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ آپ کا عورتوں کی معیت کا شوق بالکل معصوم تھا۔''

مذکورہ بالا اقتباسات سے ہر ذی شعور شخص اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام شادیاں عظیم سیاسی، سماجی اور علمی مقاصد کے تحت عمل میں آئی تھیں اور ان شادیوں کو لے کر مستشرقین نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو گستاخیاں کی ہیں وہ سراسر بدنیتی اور اسلام و پیغمبر اسلام دشمنی پر مبنی ہیں۔

اپنی ازواج کے ساتھ حضور کا حسن سلوک

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ اور سلوک نہایت ہی بہترین تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: " خیرکم خیرکم باھلکم و انا خیرکم باھلی " تم میں سب سے بہترین وہ شخص ہے جو سیرت و معاشرت میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ بہتر ہے اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ بہتر ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک شوہر کے لیے ضروری بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش مذاق ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو السلام علیکم خود فرمایا کرتے۔ رات کے وقت ایسی آہستگی سے سلام فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور سوگئی ہو تو جاگ نہ پڑے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کی عزت فرمایا کرتے اور ان کے عزیز واقارب کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔ سفر میں جانے کا ارادہ ہوتا تو قرعہ اندازی کی جاتی جس بیوی کا نام نکلتا اسی کو ساتھ فرمالیتے۔ ہر ایک بیوی کے رہنے کا مکان علیحدہ تھا اور یہ سب مکان جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''حجرات'' اور ''بیوت النبی'' (صلی اللہ علیہ وسلم) اور بیوتکن فرمایا ہے، باہم ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور نہایت مختصر مختصر تھے۔ مثلاً: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ جس کا دریچہ مسجد نبوی کے اس حصہ پر کھلتا ہے جسے روضة من رياض الجنة ۔خیابانِ جنت میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے۔ اتنا چھوٹا تھا کہ جب جنازۂ مطہر کی نماز کے لئے لوگ اندر داخل ہونے لگے تو دس افراد سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہیں تھی۔ حجرات کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر ام المومنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آرام فرمانے کے لیے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا، جسے دوتہہ کر کے بچھا دیا گیا تھا اس کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آرام فرمانے کے لئے چمڑے کا بستر تھا، جس کے اندر کھجور کے بیٹھے بھرے ہوئے تھے۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ''ام المومنین'' ہونے کے بعد حضرت سیدہ ام المساکین زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر ملا تھا۔ اس وقت اس گھر میں جو کچھ بھی اثاثے موجود تھے وہ ایک چکی اور چند سیر جو تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول ان کی خالہ ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چوبی کے ایک پیالہ کا ذکر فرمایا ہے جسے مختلف اشربہ میں برتا جاتا تھا۔

اس قدر حسن اخلاق اور اچھے برتاؤ کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قطعی یہ گوارہ نہیں تھا کہ کسی بیوی کے منہ سے اپنی سوت کے خلاف ایسی بات نکلے جوان کی شان کے خلاف ہو۔ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ام المومنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہودن کہہ دیا تو اتنی سی بات پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ عرصہ تک ان کے گھر تشریف نہیں لے گئے۔ جب انھوں نے توبہ کی تو خطا بخشی ہوئی۔ حالاں کہ ام المومنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب یہود ابن یعقوب تک پہنچتا تھا مگر کہنے کا انداز اور لہجہ حقارت آمیز تھا جس کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بات ناگوار گذری۔ (رحمۃ اللعالمین، ص ۲۔۱۴۱)

ازواج مطہرات کو "امہات المؤمنین" قرار دیئے جانے کا مطلب

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو امہات المؤمنین فرمایا۔ یہ ارشاد حرمت نکاح اور احترام کے واجب ہونے میں ہے نہ کہ دیکھنے اور تنہا رہنے میں۔ یعنی اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اس سلسلے میں عام مومنوں کے لیے ماؤں کے درجہ میں ہیں کہ کوئی ان سے نکاح نہیں کرسکتا ہے اور ان کا احترام ہر ایک پر واجب ہے۔ اس سلسلے میں نہیں کہ تنہائی میں ان کے ساتھ رہ سکتا ہے یا انہیں دیکھ سکتا ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ماؤں کے درجہ میں ہونے کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عام مومنوں کے لئے باپ کے حکم میں نہیں ہیں اور نہ ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی بہنوں کے حکم میں ہیں۔ اور نہ

ان کی مائیں، آباواجداد اور دادیاں اور نہ ان کی بہنیں اور بھائی عام مومنوں کے لیے ماموں اور خالاؤں کے حکم میں ہیں۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو امت کی تمام عورتوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے اور ان کا ثواب ان سے دوگنا ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سب سے افضل حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں اور ان دونوں کے مابین بھی افضیلت میں اختلاف ہے۔ (مدارج النبوۃ ج دوم ص ۷-۵۹۶)

قرآن کریم میں ازواج مطہرات کے فضائل

قرآن کریم میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے متعلق متعدد فضائل وارد ہیں۔ ان فضائل کو ذیل میں نمبر وار پیش کیا جا رہا ہے تا کہ قارئین کرام ان سے واقف ہو سکیں۔

فضیلت اول

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے خطاب سے یاد فرمایا ہے۔ عرب زبان میں لفظ زوج کا استعمال متشابہ، متشاکل اور متساوی چیزوں پر کیا جاتا ہے۔ مثلاً: زوجا خف۔ جراب کے دونوں پاؤں۔

قرآن مجید میں وارد ہے: "أحشرو الذین ظلموا و ازواجهم" (سورۃ الصّٰفّٰت، ۲۳/۲۲)

ترجمہ: ہانکوں ظالموں اور ان کے جوڑوں کو۔ (کنزالایمان)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: "و اذا النفوس زوجت۔" (سورۂ تکویر: ۳۰/۷)

ترجمہ: اور جب جانوں کے جوڑ بنیں۔ (کنزالایمان)

لہٰذا جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو قرآن کریم میں ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا تو یہ خطاب حقیقت میں ان کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اتصال دوام اور تشاکل تام کا مظہر ہو گیا۔

اس نکتہ کی مزید وضاحت کے لیے اگر آپ پورے قرآن کریم میں غور فرمائیں تو ایک بھی ایسی مثال نہیں ملے گی کہ کسی عورت کو کسی مرد کا یا کسی مرد کو کسی عورت کا زوج بتایا گیا ہو۔ تاوقتیکہ دونوں میں ظاہری و باطنی اتحاد ہونے کے ساتھ ساتھ ازدواجی اور ایمانی اتحاد نہ پایا جاتا ہو۔

اس نکتہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ قرآن کریم نے لفظ ''امرأۃ'' کے استعمال کو اس قید کے ساتھ مقید نہ کیا بلکہ اس کا استعمال مندرجہ ذیل ہر چار صورتوں میں ہوا ہے:

(۱) جب میاں بیوی دونوں کافر ہوں۔ مثال کے طور پر ابولہب اور اس کی بیوی کے لیے فرمایا: "و أمراتہٗ حمّالة الحطب۔" (سورۂ لھب: ۴/۳۰)

ترجمہ: اور اس کی جورو (بیوی) لکڑیوں کا گھٹا سر پر اٹھاتی۔ (کنز الایمان)

یہاں پر لفظ زوج کا استعمال اس لیے نہیں ہوا کہ لفظ زوج عزت کا خطاب ہے اس لیے ابولہب اور اس کی عورت کو یہ خطاب نہیں مل سکتا تھا۔

(۲) جب شوہر مومن اور عورت کافرہ ہو۔ مثلاً: "امرأة نوحٍ و امرأة لوط۔" (سورۂ تحریم: ۱۰/۲۸)

ترجمہ: نوح کی عورت اور لوط کی عورت (کنز الایمان)

(۳) جب عورت مومنہ اور شوہر کافر ہو تو فرمایا: "امرأة فرعون۔" (سورۃ قصص: ۲۱/ ۴)

ترجمہ: فرعون کی عورت (کنز الایمان)

ان دونوں صورتوں میں لفظ زوج کے استعمال نہ کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج میں تشاکل وتساوی ہوتا ہے اور نہ کافرہ عورت مسلمان شوہر سے اور نہ کافر شوہر مسلمان بیوی سے مشاکلت رکھتا ہے۔ اس لیے لفظ امرأۃ کے استعمال پر ہی اکتفا کیا گیا۔

(۴) جب زوجین (میاں بیوی) مومن ہوں: حضرت زکریا علیہ السلام اپنی بیوی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "وکانت امراتی عاقراً۔" (سورۂ مریم: ۱۶/۹)

ترجمہ: میری عورت تو بانجھ ہے۔ (کنز الایمان)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے: "فاقبلت امراتہٗ فی صرۃ۔" (سورۂ الذٰریٰت: ۲۶/۲۹)

ترجمہ: اس پر اس کی بیوی چلاتی آئی۔ (کنز الایمان)

زوج اس جگہ استعمال نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت زکریا اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی بیویوں کے حمل اور ولادت کا ذکر تھا اس لیے یہ ذکر "مرأۃ" کے ساتھ کیا جانا زیادہ بلیغ تھا کیوں کہ لفظ زوج کا اطلاق مرد اور عورت ہر دو پر نافذ ہوتا ہے۔ البتہ کم سمجھ لوگوں کے شک وشبہ کو ختم کرنے کی غرض سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بھی کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا ذکر دوسری آیت میں لفظ زوج سے بھی فرمایا: "أصلحنا لہ زوجہٗ۔" (سورۂ انبیاء: ۱۷/۹۰)

ترجمہ: اور اس کے لیے اس کی بیوی سنواری۔ (کنز الایمان)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے متعلق فرشتوں کی زبان سے یہ

بیان فرمایا: "رحمة الله و برکاته علیکم أهل البیت إنه حمید مجید۔" (سورۂ هود: ۱۲/۷۳)

ترجمہ: اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے گھر والو! بے شک وہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔ (کنز الایمان)

غرض کہ لفظ زوج کے استعمال کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ التزام اور لفظ ''امرأة'' کے استعمال میں یہ عدم التزامی ہماری دلیل کو تقویت دیتا ہے۔

اب واضح رہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو سورۂ مریم میں دو دفعہ اور سورۂ احزاب میں چار دفعہ ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا گیا ہے۔ اسی سے ان کا شرف اور فضیلت واضح ہو جاتا ہے۔

فضیلت دوم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "لستُنَّ کأحدٍ من النساء۔" (سورۂ احزاب: ۲۲/۳۲)

ترجمہ: تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ (کنز الایمان)

''النساء'' میں عورت ذات کا ہر فرد شامل ہے پھر لفظ احد بھی موجود ہے اور قاعدہ ہے کہ جب نفی کے لیے لفظ احد کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس وقت نفی بدرجہ اتم ہوتی ہے: مثلاً: ولم یکن لہ کفواً احد۔ (سورۂ اخلاص) ''اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی''۔ غرض نفی میں لفظ احد کا استعمال استثناء کا موقع نہیں رہنے دیتا اس لیے ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ ہر ایک عورت سے بلند و بالا ہے۔

فضیلت سوم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: "یا ایها النبی انا أحللنا لك ازواجك

اللّٰتی اٰتیت أجورهن۔" (سورۂ احزاب: ۲۲/۵۰)

ترجمہ: اے غیب بتانے والے نبی ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیویاں جن کو تم مہر دو۔ (کنز الایمان)

مرد و عورت شادی کے بعد میاں بیوی بن جاتے ہیں، لیکن کوئی میاں بیوی دعویٰ کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے عقد کا اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارگاہ میں کیا درجہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے متعلق إنا أحللنا لك ازواجك کا حکم قرآنی دے کر اعلان فرمادیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کا ازواج النبی ہونا اللہ تبارک و تعالیٰ کی منظوری سے ہے اور واضح ہے کہ یہ منظوری حقیقت میں ان کے لیے بہت بڑی فضیلت ہے۔

فضیلت چہارم

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حسن معاشرت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

یا ایھا النبی لم تحرم ما أحل الله لك تبتغی مرضات أزواجك و الله غفور رحیم۔ (سورۂ تحریم: ۱۹/۱)

ترجمہ: اے غیب بتانے والے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی۔ اپنی بیویوں کی مرضی چاہتے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

یہ ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے افعال غلطی کے شائبہ سے بھی بالاتر ہیں۔ اس لیے جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی خوشنودی کا اہتمام کرتے تھے تو اس سے

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی فضیلت و برتری ثابت ہوتی ہے۔ کسی۔ آدمی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں۔ یا ایھا النبی لم تحرم ما أحل الله لك اے غیب کی خبر بتانے والے نبی! اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی۔ کیوں کہ اس کا اثر تبتغی مرضات أزواجك پر ذرا سی بھی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ یوں فرماتا: یا ایھا النبی لم تبتغی مرضات ازواجك۔ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ پس آیت کریمہ کی یہ تفسیر ہوئی کہ آپ اپنی ازواج رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی خوشی کے لیے ہر ایک کام کرنے پر آمادہ رہتے ہیں ہاں! اس کے لیے ایک حد ہونی چاہیے۔ حد یہ ہوگی کہ آپ ان کی خوشی کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ حلال چیز کو حرام ٹھہرانے کی نوبت نہ آئے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شہد کے استعمال کو چھوڑنے کا ارادہ صرف اس گمان سے فرمایا تھا کہ ایک زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہد کی بو گوارا نہیں۔

اس تفسیر سے صاف طور پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خوش کرنے کی اجازت فرمادی ہے اور درحقیقت یہ اجازت تدبیر منزل اور زوجین کے حسن معاشرت کی جان ہے اور جو حد قائم فرمادی گئی ہے وہ بھی اسی قدر ضروری ہے تاکہ کوئی شخص صرف اپنی بیوی کی خوشنودی کے لیے حلال کو حرام کرنے میں نہ پڑ جائے اور ظاہر ہے کہ جب حلال کو حرام کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تو حرام کو حلال کرنے کی اجات تو قطعاً نہیں ہو سکتی۔ اس سے ایک بہت بڑا مسئلہ بھی حل ہو گیا اور دنیا کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کا اپنی بیویوں کے ساتھ بہترین سلوک اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم وحکم سے کیسا اعلیٰ تھا کہ ہر ایک شوہر کو اس نمونہ پر چلنا چاہیے۔ پس یہ آیت حقیقت میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی فضیلت میں وارد ہے۔

فضیلت پنجم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: و من اٰیاتہٖ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجاً لتسکنوا الیھا و جعل بینکم مودّۃ و رحمۃً ط ان فی ذلك لآیات لقوم یتفکرون. (سورۂ روم: ٢١/٢٢)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔ (کنز الایمان)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعہ عام طور پر زوجین (میاں بیوی) کی یہ صفت بیان کی ہے تو ظاہر ہے کہ ضروری طور پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی اس صفت سے متصف تھے اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سکینۂ قلب تھیں اور ان کے دلوں میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ومؤدت ایسی ہی بھری ہوئی تھی جس طرح کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک میں ان کے لیے محبت ورحمت موجود تھی۔ اس سے صاف طور پر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی فضیلت واضح ہوگئی۔

فضیلت ششم

امہات المؤمنین کا خدائی امتحانی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا امتحان لیا اور

ان کے سامنے دو چیزوں کو رکھ دیا اور اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کرلیں چنانچہ ارشاد فرمایا:

آیت: یا ایھا النبی قل لأزواجك ان کنتن تردن الحیوٰة الدنیا و زینتها فتعالین أمتعکن و أسرحکن سراحاً جیللا۔ و ان کنتن تردن اللّٰه و رسوله و الدار الأخرة فان اللّٰه اعد للمحسنت أجراً عظیماً۔ (سورۂ احزاب: ۲۲/ ۵۹)

ترجمہ: اے غیب بتانے والے نبی اپنی بیویوں سے فرمادیں کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ (کنز الایمان)

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لیے	ایک جانب	دوسری طرف
	دنیا اور زینت دینا	خدا اور رسول اور دار آخرت
پہلی شق کی صورت میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کام	ایسی ازواج کو اپنے سے الگ کردینا تھا	
دوسری شق کی صورت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا کام		ازواج کو اجر عظیم کا عطا فرمانا

یہ ایک تبلیغی حکم تھا اور اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم کو ضرور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن تک پہنچایا۔ اب یہ نتیجہ تلاش کرنا ہے کہ کیا ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے حیات دنیا اور زینت دنیا کو پسند کیا تھا؟ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ضرور رسول اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس فرض کو جو کہ خدا نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم پر عائد کیا تھا، پورا فرماتے اور ایسی بیویوں کو یا ایسی بیوی کو اپنے سے الگ کردیتے لیکن اسلامی تاریخ کی تمام کتابیں اس بات پر متفق ہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ایک زوجہ کو بھی اپنے سے الگ (ترک) نہیں کیا اس سے ثابت ہوگیا کہ وہ شق دوم کی بشارت عظمیٰ میں داخل ہیں۔ اس کا ثبوت دیگر آیاتِ کریمہ سے بھی ملتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''لا یحل لك النسآء من بعد و لا أن تبّدل بهن من أزواج و لو أعجبك حسنهن۔'' (سورۂ احزاب: ۲۲/۵۲)

ترجمہ: ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیویاں بدلو اگرچہ تمہیں ان کے حسن بھائے۔ (کنز الایمان)

پہلی آیت کریمہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے چھوڑ دینے کا اختیار دیا گیا تھا اور اس پچھلی آیت کریمہ میں وہ اختیار واپس لے لیا گیا کہ موجودہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بدلنا بھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حلال نہ ہوگا۔ مطلب بالکل واضح ہے کہ جب خدائی امتحان میں یہ ثابت ہوگیا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن خدا اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دار آخرت ہی کو پسند کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اب ان کو ہمیشہ کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے پسند فرمالیا اور پھر ان کی تبدیلی کا اختیار بھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہ رہا۔ ان دونوں آیتوں سے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے فضائل بخوبی ظاہر ہوتے ہیں۔ اس دلیل کو

تقویت بہم پہچانے کے لیے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔

آیت: و ما کان لکم أن توذوا رسول اللّٰہ و لآ أن تنکحوآ أزواجہ من بعدہ أبداً ط ان ذلکم کان عند اللّٰہ عظیماً۔ (سورۂ احزاب: ۲۲/۵۳)

ترجمہ: اور تمہیں نہیں پہنچا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ (کنزالایمان)

اس سے پہلی آیت کریمہ میں چوں کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا اتصال رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیشہ کے لیے کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تبدیلی کا اختیار بھی لے لیا گیا تھا اس لیے اس آیت کریمہ میں امت پر ان کی دائمی حرمت کا بھی اعلان کر دیا گیا۔

آخری آیت کریمہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ مومنوں کو اول تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانے سے روکا گیا ہے اور پھر خاص طور پر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم کو تکلیف پہنچانے کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں ان میں سب سے تکلیف دہ صورت وہ ہوگی جس میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی شان کے خلاف کوئی رویہ اختیار کیا گیا ہو، کیوں کہ قرآن کریم میں ایذائے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تحت میں خصوصیت کے ساتھ اسی جزئی کا تذکرہ ملتا ہے۔

فضیلت ھفتم:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "و اذکر ما یتلیٰ فی بیوتکن من ایٰث اللہ و الحکمۃ۔" (سورۂ احزاب: ۲۲/۳۴)

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں "بیوت" کو ضمیر مؤنث "کن" سے مضاف کیا گیا ہے اور مذکورہ سورہ ہی کے آخری رکوع میں لاتدخلوا بیوت النبی فرما کر ان بیوت کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب مضاف فرمایا گیا ہے اور یہ امر زوجین طیبین کے اتحاد پر واضح دلیل ہے کہ ایک دفعہ ان گھروں کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گھر بتایا اور دوسری مرتبہ انہیں گھروں کو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا گھر فرمایا۔

اب ذرا مذکورہ آیت کریمہ پر غور فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے گھروں کی کس قدر توصیف فرمائی ہے۔ ان گھروں کو مہبط وحی الٰہی یعنی وحی الٰہی اترنے کی جگہ بتایا۔ ان گھروں کو حکمت ربانی کا گہوارہ ٹھہرایا گیا اور سب کو معلوم ہے کہ گھر کی عزت اس میں رہنے والے سے ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ سے بھی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

فضیلت ھشتم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی شان میں آیت تطہیر کو نازل کیا اور وحیِ متلو میں فرمایا:

آیت: و قرن فی بیوتکن و لاتبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ

و اقمن الصلوٰۃ و اٰتین الزکوٰۃ و اطعن اللّٰہ و رسولہط انما یرید اللّٰہ لیذہب عنکم الرجس أھل البیت و یطہرکم تطہیراً ج و اذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من اٰیٰت اللّٰہ و الحکمۃ ان اللّٰہ کان لطیفاً خبیراً۔ (سورۂ احزاب: ۳۳/۳۴)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت بے شک اللہ ہر باریکی جانتا خبردار ہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں شروع سے لے کر آخیر تک تمام کلام کی مخاطب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں اسی لیے لفظ اہل بیت کا خطاب بھی انہیں کے لیے ہے جیسا کہ بیوتکن کا خطاب بھی انہیں کے نلیے ہے۔ اس کی مزید تائید قرآن کریم کے اس کلام معجز نظام کے سیاق سے بھی ہوتا ہے اور عرف عام سے بھی کیوں کہ صاحب خانہ یا گھر والی ہمیشہ بیوی ہی کو کہا جاتا ہے اور اہل البیت کا لفظی ترجمہ گھر والی ہے۔ مگر حق کو ثابت کرنے کے لیے ہم پھر قرآن کریم کی جانب رجوع کرتے ہیں کہ کیا لفظ اہل بیت کا استعمال کسی دوسرے مقام پر بھی کسی نبی کی زوجہ محترمہ کے لیے ہوا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں ہے اور چوں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو "ان أولیٰ الناس بابراھیم علیہ الصلوٰۃ و السلام للذین اتبعوہ و ھذا النبی" کے حکم کے مطابق ان سے پوری مشابہت حاصل ہے اس لیے ان کے اس قصہ کا حوالہ زیادہ تقویت بخش ہے۔

آیت:و امرأتہٗ قائمۃ فضحکت فبشّرنا ھا باسحٰق و من وراء اسحٰق یعقوب قالت یا ویلتیٔ ألد و أنا عجوز و ھذا بعلی شیخاً ان ھذا الشیٔ عجیب○ قالوا أتعجبین من امر اللّٰہ و برکٰتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید۔ (سورۂ ھود: ۱۲/ ۷۱)

ترجمہ: اوراس کی بیوی کھڑی تھی وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی خوش خبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔ بولی ہائے خرابی کیا میرے بچہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں؟ اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے۔ بے شک یہ تو اچنبھے کی بات ہے۔ فرشتے بولے کیا اللہ کے کام کا اچنبھا کرتی ہو؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے گھر والو! بے شک وہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کو اہل بیت کے لفظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہو چلا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو یہ عظیم فضیلت حاصل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے تطہیر (پاک کرنے) کا وعدہ فرمایا ہے۔

یہ خیال رہے کہ آل اور اہل دونوں ایک ہی لفظ ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ آل کی تصغیر اُہیل آتی ہے۔ قرآن کریم میں مذکورہ آیت کریمہ میں اہل البیت سے اگرچہ خاص طور پر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن مراد ہیں لیکن صحیح احادیث کریمہ میں لفظ اہل یا آل زیادہ وسیع معنی میں آیا ہے۔

الف: یہ لفظ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لیے آیا ہے۔ ابو نعیم محمد کی حدیث میں ہے۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد ۔ اور

ابوسعید ساعدی کی حدیث میں ہے۔ اللھم صل علی محمد و علی أزواجہ ہے) یعنی دوسری حدیث پہلی حدیث کی تفسیر میں وارد ہے۔

ب: یہ لفظ تمام بنو ہاشم اور بنو مطلب کے لیے ہے۔ بیہقی نے سند جید کے ساتھ واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا اور ان کو اپنی رانوں پر بٹھایا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شوہر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گود سے قریب کیا اور ان پر چادر مبارک ڈال کر فرمایا "اللھم ھولاء اھلی" الٰہی یہ میرے اہل ہیں۔ پس احادیث وآثار میں تلاش و جستجو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب بھی زیادہ وسیع معنی میں اور آل عباس بھی خاص معنی میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے مطابق اہل بیت میں داخل ہیں۔ جیسا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن قرآن کریم کے رو سے مخاطب بہ اہل بیت ہیں۔ ان میں سے کسی ایک امر کا بھی انکار احادیث سے ناواقفیت اور منطوق قرآن سے عدم مہارت کی دلیل ہے۔

فضیلت نہم:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "النبی أولیٰ بالمؤمنین من انفسھم و أزواجہ أمھاتھم۔" (سورۂ احزاب: ۲۱/۶)

ترجمہ: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ (کنز الایمان)

یہ امر بالکل واضح ہے کہ انفسھم اور اُمھاتھم کی ضمیروں کا مرجع مؤمنین ہیں اسی لیے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا لقب امہات المؤمنین ہے نہ کہ

امہات الامت وغیرہ۔ اس لیے کہ امت میں اخیار و اشرار سبھی شامل ہیں اور اشرار کو ان کی فرزندی کا شرف نہیں مل سکتا۔ لفظ مومنین کے استعمال کا راز یہ ہے کہ مومنین کو دوسروں سے ممتاز کرنے کی علامت کو واضح کر دیا جائے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں دو علامتیں ہیں۔

(۱) مومن وہ ہے جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب وعزیز رکھتا ہو اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جان سے بڑھ کر اولیٰ سمجھتا ہو۔

(۲) مومن وہ ہے جو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ماں جانتا ہو لیکن وہ ماں نہیں جس سے جسم عنصری کا ظہور ہوا بلکہ وہ ماں جس کی فرزندی کا شرف اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ولاء نبوی اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ اس آیت کریمہ میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی بہت بڑی فضیلت کا ذکر ہے، کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضل وشرف کے ساتھ ساتھ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی بھی عظمت و بزرگی کو بیان فرمایا اور تکمیل ایمان کے لیے صرف ''اولیٰ بالمومنین من انفسہم'' پر اختصار نہ کرکے ''وازواجہ امہاتہم'' کے اعلان کو بھی حقوق نبی اور ایمان کے شرائط کے ساتھ ملایا ہے۔

ماں کی عظمت کے متعلق ایک حدیث

ماں کی عظمت وفضیلت کے متعلق صحیح نسائی شریف میں ایک حدیث ہے:

ان جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ اتی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم فقال یارسول اللہ أردت الغزو و قد جئت

أستشيرك فقال هل لك من ام قال نعم قال فالزمها فان الجنة عند رجلها۔ (نسائی، مسند احمد، بیہقی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ارادہ ہے کہ میں جہاد کروں۔ میں اس کے متعلق حضور سے مشورہ لینے آیا ہوں۔تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تیری کوئی ماں ہے۔ وہ بولے ہاں۔فرمایا: جااس کی خدمت میں لگا رہ کہ اس کے پاؤں کے پاس جنت ہے۔

"فان الجنة عند رجلها"

کا ترجمہ میر انیسؔ نے کیا ہے: ع

کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے

میرزاؔ دنے اس طرح ترجمہ کیا: ع

تحتِ قدم والدہ فردوس بریں ہے

حدیث شریف کے درج کرنے کا مدعا یہ ہے کہ جب جسمانی ماں کی خدمت کا اس قدر اجر جمیل ہے تو بھلا ایمانی ماں کی خدمت کا اجر کتنا عظیم ہوگا۔

سچ ہے کہ ماں کا مرتبہ جاننے والے اور ماں کی خدمت کرنے والے تھوڑے ہی ہیں۔

باب اول
سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ
حیات و خدمات

ام المومنین

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت خدیجہ کا نسب

ان کے والد محترم خویلد عرب کے مشہور و معروف تاجر اور قریش میں بڑے معزز و نامور تھے۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الأعصم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔ ان کا سلسلۂ نسب بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ لوی میں مل جاتا ہے۔ ان کی کنیت ام ہند اور لقب شریف طاہرہ تھا، جو کہ زمانۂ جاہلیت ہی سے چلا آ رہا تھا۔

حضرت خدیجہ کا پہلا و دوسرا نکاح

ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح ابو ہالہ نباش بن ابو زراہ سے ہوا تھا جن سے ان کے دو لڑکے ہند اور ہالہ ہوئے۔ ابو ہالہ کے بعد ان کا دوسرا نکاح عتیق بن عائد مخزومی سے ہوا، جن سے ان کی ایک لڑکی پیدا ہوئی، جن کا نام ہندہ تھا اور بحوالہ مدارج النبوۃ روضۃ الاحباب میں ہے کہ عتیق سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔

خیال رہے کہ اس سلسلہ میں مورخین کا اختلاف ہے کہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح ابو ہالہ سے ہوا تھا کہ عتیق سے۔ حضرت علامہ احمد بن محمد قسطلانی حضرت جرجانی اور صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ پہلا نکاح ابو ہالہ سے ہوا ہے جب کہ قتادہ کے قول کے مطابق پہلا نکاح عتیق سے ہوا تھا لیکن میری اپنی سمجھ کے مطابق پہلا نکاح ابو ہالہ سے ہوا تھا اس لیے کہ حضرت

ہند بنت عتیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی ربیبہ تھیں اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ جب عتیق کے بعد ہی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح ہوا ہو۔

حضرت خدیجہ کے ساتھ حضور کا نکاح

ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت ہی عاقلہ، فاضلہ اور بہادرہ عورت تھیں۔ عالی نسب ہونے کے ساتھ بہت ہی مالدار بھی تھیں۔ ابوہالہ اور عتیق) کے انتقال کے بعد قریش کے بہت سے شرفاء ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کیا جب کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خود کو پیش کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ذکر اپنے چچاؤں سے فرمایا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خویلد بن اسد کے پاس تشریف لائے اور ان کو پیام نکاح دیا۔ اس طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا۔ نکاح کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معاش کی فکر سے آزاد ہو کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ پانی کی مشک اور ستوؤں کی تھیلی لے کر غار حرا میں عبادت کیا کرتے اور ادھر ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر سے ستو تیار کر کے رکھتیں۔

حضرت خدیجہ کا ایک عمدہ خواب

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا تھا کہ آفتاب ان کے گھر اتر آیا ہے اور اس کا نور ان کے گھر سے پھیل رہا ہے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کا کوئی بھی گھر ایسا نہیں تھا جو اس نور سے

روشن نہ ہوا ہو۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو یہ خواب اپنے چچازاد بھائی ورقہ ابن نوفل سے بیان کیا۔ اس نے خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ نبی آخرالزماں تم سے نکاح فرمائیں گے۔

حضرت سیدہ خدیجہ کی خصوصیات

ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ وہ سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں۔ کسی بھی مرد یا عورت کو ان پر اسلام میں داخل ہونے کے سلسلے میں سبقت حاصل نہیں ہوئی۔ انہوں نے اپنا دھن دولت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی رضا و خوشنودی میں خرچ کردیا۔ انہیں یہ بھی ایک خصوصیت حاصل ہے کہ سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو حضرت سیدہ ماریہ قطبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تمام اولاد لڑکے اور لڑکیاں انہیں سے پیدا ہوئیں۔ ان کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ تمام ازواج مطہرات میں سے سب سے زیادہ عرصہ یعنی پچیس سال تک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہیں۔ یہ بھی ایک اہم خصوصیت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے پہلے انہیں سے نکاح فرمایا اور جب تک وہ باحیات رہیں اس وقت تک کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا۔ ان کا وصال ہجرت سے پانچ سال یا تین سال پہلے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر شریف پینسٹھ سال تھی اور مقبرۂ حجون میں دفن کی گئیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خود ان کی قبر میں داخل ہوئے اور دعائے خیر فرمائی۔ اس وقت تک نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ان کی وفات سے بہت حزن وملال ہوا یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات کے سال کا

نام ''عام الحزن'' ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم جب حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وحی کے نازل ہونے کا ذکر کیا تو مشکلات نبوت پر غور کرتے ہوئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "لقد خشیت علی نفسی" مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ تو حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں یہ عرض کیا:

كلا و الله مايخزيك الله ابداً انك لتصل الرحم و تحمل الكل و تكسب المعدوم و ترى الضيف و تعين على نوائب الحق۔ (بخاری شریف کیف کان بدء الوحی ج ۱/۳)

ترجمہ: ہرگز نہیں، خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرنے والے، کمزوروں کا بوجھ اٹھانے والے، محتاجوں کے لیے کمانے والے، مہمان نوازی کرنے والے اور راہ حق میں مصائب سہنے والے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ اپنے مزید اطمینان قلب کے لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو اپنے ہمراہ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ ابن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس لے گئیں۔ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اٰلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو واقعہ سنائیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے اور وحی پہونچانے کا حال اسے بھی سنا دیا۔ ورقہ بن نوفل نے اقرار کیا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد اس نے تمنا کرتے ہوئے یہ کہا۔

يا ليتنى فيها جذعا۔ ياليتنى اكون حياً اذ يخرجك قومك

فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم او مخرجی هم قال نعم لم یات رجل قط بمثل ماجئت به الاعودی و ان یدرکنی یومك انصرك نصراً موزراً ثم لم ینشب ورقة ان توفی۔ (بخاری ، ج ۱/ ۳، باب کیف کان بداء الوحی)

ترجمہ: اے کاش میں اس وقت جوان ہوتا، کاش میں زندہ رہتا جب آپ کو آپ کی قوم شہر بدر کر دے گی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا کیا مجھے میری قوم نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا ہاں! جو پیغام آپ لے کر آئے ہیں ایسا پیغام جب بھی کوئی لایا اس سے عداوت کی گئی اگر میں آپ کا زمانہ پاؤں تو آپ کا پوری طرح تعاون کروں گا۔ پھر کوئی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا۔

حضور کی شان میں ورقہ بن نوفل کے چند اشعار

اس موقع پر ورقہ نے کچھ اشعار بھی کہے تھے جو اس طرح ہیں:

- لججت و کنت فی الذکریٰ لجوجا — لهم طالما بعث النشیجا

ترجمہ: میں نے ایک ایسے اہم معاملے کا بہت انتظار کیا، جس نے رو رو کر گلوگرفتہ ہو کر بیٹھ جانے والے کو بھی اکثر مستعد بنا دیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں پند و نصیحت کا ہمیشہ سے منتظر ہی رہا ہوں۔

و وصف من خدیجة بعد وصف — فقد طال انتظاری یا خدیجا

ترجمہ: خدیجہ سے میں نے ایک کے بعد ایک وصف سنا۔ اے خدیجہ انتظار بہت دراز ہو گیا ہے۔

ببطن المکتین علی رجائ — حدیثك ان اری منه خروجا

ترجمہ: اے خدیجہ! میں سمجھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ تمہاری بات کا ظہور مکہ کے

دونوں وادی کے درمیان ہوگا۔

بما خبّرتنا من قول قسّ من الرھبان اکرہ ان یحوجا

ترجمہ: میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ جس بات کی تم نے ہمیں خبر دی ٹیڑھی یا غلط ہو جائے۔

بان محمدا سیسو فینا و یخصم من یکون لہ حجیجا

ترجمہ: کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عنقریب ہم میں سردار ہو جائیں گے اور ان کی جانب سے جو کسی سے بحث کرے گا وہی غالب رہے گا۔

و یظھر فی البلاد ضیاء نور یقیم بہ البریّۃ ان تموجا

ترجمہ: اور تمام شہروں میں اس نور کی روشنی پھیل جائے گی جو خلق خدا کو سیدھا چلائے گی اور منتشر ہونے سے بچائے گی۔

فیلقی من یحاربہ خسارا و یلقی من یسالمہ وفلوجا

ترجمہ: اس کے بعد جو آپ سے جنگ کرے گا، نقصان اٹھائے گا اور جو آپ سے مصالحت کرے گا فتح مند رہے گا۔

فیالیتنی اذا ماکان ذاکم شھدت و کنت اکثرھم ولوجا

ترجمہ: کاش! میں بھی اس وقت رہوں، جب تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہو اور کاش میں داخل ہونے والے میں سے زیادہ حصہ دار ہوں۔

ولوجا فی الذی کرھت قریش و لو عجت بمکّتیھا عجیجا

ترجمہ: اس دین میں داخل ہو جاؤں جس سے قریش کو کراہت رہے گی اگرچہ وہ اپنے مکہ میں بہت کچھ پکاریں گے۔

ارجی بالذی کرھوا جمیعا الی ذی العرش، ان سفلوا عروجا

ترجمہ: جس چیز سے قریش کو یقیناً کراہت ہوگی، اس چیز سے ہی میں مالک عرش کے پاس سرفرازی کا امیدوار ہوں، جب انہیں ذلت ہوگی۔

و ھل امر السفالۃ غیر کفر بمن یختار من سمک البروجاً

ترجمہ: جس نے بلندی کو برجوں کے لیے منتخب فرمایا ہے، اس سے انکار و کفر کے سوا کیا کوئی اور ذلت بھی ہے؟

فان یبقوا و ابق تکن امور　　یضج الکافرون لھا ضجیجا

ترجمہ: اگر وہ بھی رہیں اور میں بھی رہوں تو وہ دیکھ لیں گے کہ ایسے ایسے واقعات رونما ہوں گے کہ کافران پر سخت آہ وزاری کریں گے۔

و ان اھلك فكل فتى سیلقی　　من الاقدار متلفة خروجاً

ترجمہ: اور اگر میں مرجاؤں تو ہر جواں مرد قضاو قدر کے فیصلے کے بموجب ہلاک ہونے اور اس دنیا سے نکل جانے والا ہے۔

حضرت خدیجہ کے فضائل و مناقب

ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ذکاوت وفطانت اور خلوص وجاں نثاری کے سبب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل میں وہ مقام بنالیا تھا جو اور کسی کو حاصل نہ ہوا۔ ان کی فضیلت کے لیے بس اتنی سی بات کافی ہونی چاہیے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار برگزیدہ عورتوں میں سے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی شمار کیا ہے۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:

اٰمنت بی حین کفر بی الناس صدقتنی حین کذبنی الناس، و اشرکتنی فی مالھا حین حرمنی الناس ورزقنی اللہ ولدھا و حرم ولد غیرھا۔

ترجمہ: وہ اس وقت ایمان لائی جب اوروں نے کفر اختیار کیا اس نے اس

وقت میری تصدیق کی جب اوروں نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے اپنے مال میں مجھے اس وقت شریک کیا جب اوروں نے مجھے کسب مال سے روکا۔ خدا نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی جب کسی دوسری بیوی سے نہ ہوئی۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ کفار قریش کے جھٹلانے سے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو غم واندوہ لاحق ہوتا تھا اور جو تکلیفیں اٹھاتے تھے وہ سب ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھتے ہی جاتا رہتا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہو جاتے تھے اور جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والیہ وسلم حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپ کی پاس خاطر فرماتیں۔ (دلجوئی فرماتیں) جن سے ہر مشکل آسان ہو جاتا۔

حضرت خدیجہ کو اللہ تعالیٰ کا سلام:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"اتى جبرئيل النبى ﷺ فقال يا محمد! هذه خديجة قد أتتك بـانـاء فيه طـعـام أو إدام أو شراب. فاذا هى اتتك فأقرأ عليها السلام من ربها و منى و بشرها ببيت فى الجنة من قصب، لاصخب فيه و لانصب، و القصب: اللولؤ المجؤف (بخارى: ١/ ٥٣٤)

ترجمہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کے پاس حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دستر خوان لا رہی ہیں جس میں کھانا پانی ہے جب وہ

لائیں تو ان سے ان کے رب کی جانب سے اور میری جانب سے سلام کہہ دیجیے اور انہیں بشارت دے دیجیے کہ ان کے لیے جنت میں ایک ایسا گھر ہے جو خالص مروارید کا ہوگا، جس میں نہ شور و غل ہوگا اور نہ رنج و مشقت، قصب گول موتی کو کہتے ہیں۔

نکتہ: اس حدیث مبارک سے دنیا کی تمام عورتوں پر ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت و برتری ثابت ہوتی ہے۔ کیوں کہ رب تعالیٰ کا سلام یہ ایک ایسا عظیم شرف ہے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ دنیا کی کسی بھی عورت کو حاصل نہیں ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قال آدم علیه السلام: انی لسید البشر یوم القیامة، الا رجلا من ذریتی نبیا من الانبیاء، یقال له أحمد، فضل علی باثنتین: زوجته عاونته فکانت له عونا و کانت زوجتی علیّ عونا، و اعانه اللّٰه علی شیطانه فأسلم، و کفر شیطانی، خرجه الدولابی کما ذکره الطبری۔

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا بلاشبہ میں قیامت کے دن انسانوں کا سردار ہوں مگر انبیاء میں سے میری نسل میں ایک شخص ہے جن کا نام اقدس احمد ہے ان کو مجھ پر دو باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ ایک یہ کہ ان کی بیوی بھلائی میں ان کی مددگار ثابت ہوگی اور میری بیوی میرے لیے خطا پر امادہ کرنے میں معاون ہوئی کہ درخت کا پھل کھلایا۔ دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ نے ان کو ان کے شیطان (ہمزاد) پر مدد فرمائی کہ وہ مسلمان ہوگیا مگر میرا شیطان (ہمزاد) کافر ہوا۔

اس حدیث پاک کو دولابی نے بیان کیا ہے جیسا کہ طبری اس کا ذکر کرتے ہیں۔اور اسی طرح کی ایک حدیث خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں پوچھا گیا تو ایسا ہی فرمایا جیسا کہ اوپر گذرا۔(واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت میں سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جس زوجہ محترمہ کی ثنا اور منقبت حضرت ابوالبشر آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان اقدس پر جاری ہوئی وہ ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی ہیں۔

مسند امام احمد میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروری ہے:

أفضل نساء اهل الجنة خديجة بنت خويلدو فاطمة بنت محمد و مريم بنت عمران و آسية امرأة فرعون.

جنتی عورتوں میں سب سے افضل سیدہ خدیجہ بنت خویلد، سیدہ فاطمہ بنت محمد اور حضرت مریم بنت عمران اور آسیہ امرأۃ فرعون (فرعون کی بیوی) رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں۔

حضرت شیخ ولی الدین عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

خديجة افضل امهات المؤمنين على الصحيح المختار، و قيل عائشة، انتهى.

صحیح اور مختار مذہب کے مطابق حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امہات المؤمنین میں افضل ہیں جب کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں۔(انتہی)

شیخ الاسلام حضرت زکریا بن احمد الأنصاری نے شرح بہجۃ الحاوی میں

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے تذکرہ کے موقع پر فرمایا:

و أفضلهن خديجة و عائشة و في أفضلهما خلاف.

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں افضل حضرت سیدہ خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں اوران دونوں کے درمیان فضیلت میں اختلاف ہے۔

ابن عماد نے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضلیت کو صحیح گردانتے ہوئے فرمایا:

تفضيل خديجة لما ثبت أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لعائشة، حين قالت له: قد رزقك الله خيراً منها فقال: "لا و الله مارزقني الله خيرا منها، آمنت بي حين كفر بي الناس و صدقتني حين كذبني الناس و أعطني مالها حين حرمني الناس.

ترجمہ: حضرت سیدہ خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بنیاد پر افضل ہیں کہ یہ ثابت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سیدہ خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہتر زوجہ عطا فرمائی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے سیدہ خدیجۃ سے بہتر مجھے زوجہ مرحمت نہ فرمائی کیوں کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب کہ لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اور انھوں نے اپنے مال سے اس وقت میری مدد کی جب کہ لوگوں نے مجھے محروم کر رکھا تھا۔

حضرت ابن داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں کون افضل ہیں تو آپ نے فرمایا:

عائشة اقرأها النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم من جبرئیل، و خدیجة أقرأها جبرئیل من ربها السلام علی لسان محمد فھی أفضل۔ قیل له فمن أفضل خدیجة ام فاطمة؟ فقال: ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "فاطمة بضعة منی" فلا أعدل ببضعة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم احدا۔

ترجمہ: سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کا سلام کہا اور خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اللہ تعالیٰ اپنا سلام جبرئیل علیہ السلام کی معرفت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا۔ اس بنا پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہوئیں۔ اس کے بعد ابن داؤد سے پوچھا گیا کہ کون افضل ہیں حضرت عائشہ یا سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی تعالیٰ عنہما؟ ابن داؤد نے فرمایا بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرا جگر گوشہ ہیں اس بناء پر کوئی بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پارۂ گوشت کے برابر نہیں ہوسکتا۔

پھر حضرت ابن داؤد فرماتے ہیں:

و یشھد له قوله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم لھا: أماترضین أن تکونی سیدة نساء أھل الجنة الا مریم۔

ترجمہ: میری اس بات کی گواہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک دیتا ہے جو آپ نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں کہ تم مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے علاوہ جنتی عورتوں کی سردار ہو۔

حضرت شیخ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا:

الذی نختاره، و ندین الله به أن فاطمة بنت محمد أفضل من أمها خديجة ثم أمها خديجة، ثم عائشة، ثم استدل لذلك بما تقدم بعضه۔

ترجمہ: جو کچھ ہم نے اختیار کیا ہے اور جو کچھ خدا کے نزدیک ہم نے اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہا اپنی ماں خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں ان کے بعد ان کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور اس بات کے لیے اس سے استدلال کیا جو کچھ پہلے گذرا۔

لیکن طبرانی کی ایک حدیث کے مطابق یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ:

خير نساء العالمين مريم بنت عمران ثم خديجة بنت خويلد، ثم فاطمة بنت محمد ثم آسية امرأة فرعون۔

ترجمہ: تمام عورتوں سے بہتر مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر سیدہ خدیجۃ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر فاطمہ بنت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

اس کا جواب ابن عماد نے اس طور پر دیا ہے:

بأن خديجة انما فضلت فاطمة باعتبار الأمومة، لا باعتبار السيادة

ترجمہ: کہ حضرت خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر جو فضیلت و برتری حاصل ہے وہ ماں ہونے کے اعتبار سے ہے نہ کہ سیادت کے

اعتبار سے۔

اور حضرت شیخ تاج الدین سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ اختیار کیا ہے کہ:

أن مريم أفضل من خديجة لهذا الخبرِ و للاختلاف فی نبوتها۔ انتهی۔

اس حدیث کی بنا پر اور ان کی نبوت میں اختلاف کی بنیاد پر حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں۔ (انتہی)

حضرت ابوامامہ بن النقاش فرماتے ہیں کہ:

اِن سبق خديجة و تاثيرها فی أول الاسلام و موازرتها و نصرها و قيامها فی الدين للّٰه بمالها و نفسها، لم يشركها أحد لاعائشة و لا غيرها من أمهات المؤمنين۔ و تاثير عائشة فی آخر الاسلام و حمل الدين و تبليغه الى الأمة و ادراكها من الأحاديث مالم تشركها فيه خديجة و لاغيرها مما تميزت به عن غيرها۔ انتهی۔

ترجمہ: سیدہ خدیجہ کی سبقت اول اسلام میں ان کی تاثیر اور دین خدا کے قیام و نصرت اور اس کو قوت بہم پہونچانے میں اپنے مال کو خرچ کرنے میں ہے جس میں کوئی بھی ان کا شریک نہیں ہے۔ نہ سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نہ امہات المؤمنین میں سے اور کوئی اور آخر اسلام میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اثر اور امت کے ساتھ حمل دین اور تبلیغ اسلام میں ان کی تلقین اور امت کا ان سے اسلام کے مسائل و احکام حاصل کرنا یہ تمام ایسی خوبیاں ہیں جن میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے نہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نہ امہات المومنین میں سے اور کوئی، یہ ان کی امتیازی شان ہے جو ان کے سوا کسی میں نہیں ہے۔

سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے غایت درجہ محبت فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی حیات میں کسی اور عورت سے شادی نہیں فرمایا کیوں کہ وہ اپنی خداداد مال کے ذریعہ رسول اکرم اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت فرماتی تھیں اور رسول اکرم اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے وصال کے بعد بھی ان کی تعظیم فرماتے تھے اور ان کی سہیلیوں کے پاس ہدایا اور تحائف بھیجا کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے ساتھ حضور کا حسن سلوک

ایک دفعہ ام ازفر، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دایہ اور ان کو کنگھی وغیرہ کرنے والی، رسول اکرم اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی تو رسول اکرم اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا خوب اعزاز واکرام کیا اور فرمایا یہ ہمارے پاس (حضرت) خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی زندگی میں آیا کرتی تھی اور فرمایا کہ حسن عہد ایمان کے شعبوں میں سے ایک عظیم شعبہ ہے۔ (سیرت سید الانبیاء، ص ۶۷۷)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار حسانہ مزیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے آئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت مہربانی کے ساتھ اس کا حال دریافت فرماتے ہوئے کہا کہ ہمارے بعد تمہارا کیا حال رہا۔ وہ جب چلی گئی تو میں نے پوچھا یہ بڑھیا کون تھی جس سے ایسی عنایت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باتیں کر رہے تھے۔ فرمایا خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی سہیلی ہے، اسے خدیجہ کے ساتھ بہت محبت تھی۔ (الاستیعاب ج ۲ ملخصاً، بحوالہ رحمۃ اللعالمین، ص ۱۴۵)

فرزندانِ خدیجة الکبریٰ رضی الله تعالیٰ عنها

ہالہ، طاہر اور ہند، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ تینوں فرزند ابو ہالہ سے ہیں۔ یہ تینوں بھائی صحابی ہیں۔

(۱) ہالہ بن ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اندر حاضر ہونے کے لیے اجازت طلب کیا تو رسول اکرم اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام سن کر فرمایا اللهم هاله، ہالہ کے فرزند کا نام ہند تھا اور وہ اپنے والد سے روایت بھی کرتے ہیں۔

(۲) طاہر بن ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک چوتھائی یمن کا حاکم مقرر فرما دیا تھا اور نبی رسول اکرم اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے تک یہ بدستور برسر حکومت رہے تھے۔ ان کی حکومت میں قبائل عکؔ اور اشعر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد یمن کے یہی قبائل سب سے پہلے مرتد ہوئے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اولاً ان سے قتال کرنے کا حکم دیا۔ حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسروق بن الاجدع کے ساتھ لشکر کشی کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے فتح عظیم حاصل ہوئی۔ جس سے یہ فتنہ فوراً دب گیا۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں:

فو اللّٰه لولا اللّٰه لا شیء غیره   أما فض بالأجراع جمع العتائب

ترجمہ: بخدا اگر خدا ہی کی مدد نہ ہوتی تو ان فسادی گروہوں کو ریگستان میں شکست نہیں دی جاسکتی۔

فلم ترعینی مثل حمع رأیته   بجنب مجاز فی جموع الاخابث

ترجمہ: میری آنکھوں نے ایسا کوئی گروہ نہیں دیکھا جیسا کہ میں نے سرِ راہ ان خبیث گروہوں کو دیکھا ہے۔

فقلناهو ما بين قنة خاصر الى القيعة البيضاء ذات النبائث

ترجمہ: ہم نے ان پہاڑوں کی بلند اور ڈھانپ لینے والی چوٹیوں اور صاف زمین پر قتل کیا۔

و فئنا بأموال الاخابث عنوة جهاراً و لم نحفل بتلك الهثاهث

ترجمہ: اور ہم نے ان کے مال وزر پر جنگ میں قوت سے قبضہ حاصل کیا اور شورو شغب کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

(۳) ہند بن ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہٖ وسلم کے ربیب (پروردہ) ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب تھے اور وہیں شہید ہوئے۔

حضرت ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فصاحت و بلاغت مسلمہ تھی اور وصّاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشہور تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا حلیہ نہایت سلیقہ مندی اور صحت سے بیان فرماتے تھے۔

اقارب

ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک بہن ہالہ بنت خویلد تھیں، جو کہ صحابیہ تھیں۔ ان کے فرزند ابوالعاص بن ربیع ہیں جو کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہٖ وسلم کے سب سے اول داماد ہیں۔ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک دوسری بہن کا نام رقیہ ہے، جن کی بیٹی امیمہ بنت عبد صحابیہ ہیں۔ امیمہ سے ان کی بیٹی حکیمہ اور محمد بن المنکدر نے حدیث کی روایت کی ہے۔ حضرت عوام رضی اللہ

عنہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی ہیں۔ان کے فرزند حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو کہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں) اور سائب بن العوام حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

حضرت خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور ﷺ کی اولاد

سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے، حضور ﷺ کی تمام اولاد ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے تھی۔ان میں سے دو صاجزادے تھے اور چار صاجزادیاں جن کے اسماء بالترتیب مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی نسبت سے رسول اکرم ﷺ ابوالقاسم کہلاتے ہیں

(۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو طیب و طاہر بھی کہا جاتا تھا۔

(۳) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۴) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۵) حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۶) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان میں سے کون کس سے بڑا تھا لیکن یہ معلوم ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت پیدا ہوئیں جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف ۳۰ سال تھی۔(اصابہ) اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت اس وقت ہوئی جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ۴۱ سال کے تھے۔(شرح مواہب) نیز یہ بھی تاریخ سے ثابت ہے

کہ پہلی ہجرت حبشہ جو سن ۵ بعد بعثت میں ہوئی۔ اس میں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے خاوند حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گئیں تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک دو سال ہی چھوٹی ہوں گی تب ہی تو سن ۵ بعد بعثت میں شادی شدہ تھیں۔

بعض لوگ خدا سے بالکل بے خوف ہو کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور باقی صاحبزادیاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی صلب سے نہ تھیں، حالانکہ یہ قرآن کریم کا صریح انکار ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یا ایھا النبی قل لازواجك و بنتك۔ اے بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہو" (الأحزاب ۵۹/۲۲) یہ الفاظ صاف طور پر ظاہر کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک ہی نہیں بلکہ کئی بیٹیاں تھیں اور یہ بات تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باقی ازواج میں سے کسی کی کوئی اولاد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلب سے نہ تھی۔ لہذا لامحالہ یہ بیٹیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے بطن سے تھیں۔ یہ لوگ تعصب میں اندھے ہو کر یہ بھی نہیں سوچتے کہ اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے انکار کر کے کتنے بڑے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں اور آخرت میں انہیں اس کی کیسی سخت جواب دہی کرنی ہوگی۔ تمام معتبر روایات اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی

حضرت فاطمہ ہی نہیں تھیں بلکہ تین اور بیٹیاں بھی تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قدیم ترین سیرت نگار محمد ابن اسحٰق حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نکاح کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: ''(حضرت) ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سوا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام اولاد انہی کے بطن سے پیدا ہوئی اور ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طاہر وطیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما، زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (سیرت ابن ہشام۔ ج ۱، ص ۲۰۲)

ابن القیم نے زاد المعاد میں، سہیل نے روض الانف میں اور ابن قتیبہ نے المعارف میں لکھا ہے کہ طاہر وطیب دو الگ بچے نہیں تھے بلکہ یہ حضرت عبداللہ بن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہی القاب تھے۔ مشہور ماہر علم الانساب ہشام بن محمد السائب کلبی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ''مکہ میں نبوت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں سب سے پہلے قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، پھر زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، پھر ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نبوت کے بعد عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جن کو طیب وطاہر کہا گیا۔ ان سب کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں (طبقات ابن سعد، ج اول، ص ۱۳۳)۔

ابن حزم نے جوامع السیرۃ میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے حضور کی چار لڑکیاں تھیں۔ سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے چھوٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے چھوٹی فاطمہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان سے چھوٹی ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جوامع السیرۃ، ص ۳۸ تا ۴۰)۔

طبری، ابن سعد، ابوجعفر محمد بن حبیب صاحب کتاب المحبر اور ابن عبدالبر صاحب کتاب الاستیعاب، مستند حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو شوہر گزر چکے تھے۔ ایک ابو ہالہ تمیمی جس سے ان کے ہاں ہند اور ہالہ پیدا ہوئے۔ دوسرے عتیق بن عائذ مخزومی جس سے ان کے ہاں ایک ہند نامی لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد ان کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوا۔ اور تمام علمائے انساب اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلب سے ان کے ہاں وہ چاروں صاحبزادیاں پیدا ہوئیں جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔ (طبری ج ۲، ص ۱۱، طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۱۴ تا ۱۶۔ کتاب المحبر، ص ۷۸، ۷۹، ۴۵۲۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۷۱۸)

بیہقی نے مصعب بن عبداللہ الزبیری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سب سے بڑے لڑکے قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، پھر صاحبزادی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، پھر صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، پھر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، پھر رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (بیہقی)

یونس بن بکیر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام

کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

علامہ عبدالرزاق نے اپنی کتاب المصنف میں ابن جُریج کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دولڑکے عبداللہ اور قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے اور چار لڑکیاں جن میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے بڑی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے چھوٹی تھیں۔ ان تمام بیانات کو قرآن کریم کی یہ تصریح قطعی الثبوت بنا دیتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک ہی صاحبزادی نہ تھیں بلکہ کئی ایک صاحبزادیاں تھیں۔ (المصنف: بحوالہ سیرت سرور عالم، ج دوم، ص ۱۱۶)

وفات

ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں پچیس سال تک رہ کر ہجرت سے ایک سال قبل رمضان المبارک ۱۰ھ نبوی میں وفات پائیں اور مقام حجون ''جنت المعلیٰ'' میں دفن کی گئیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کی قبر انور میں تشریف لائے اور اپنے رحمت بھرے مقدس ہاتھوں سے ان کی نعش مبارک کو سپرد خاک کیا۔ بوقت وفات آپ کی عمر شریف ۶۵ ربرس تھی۔

ان کی وفات سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حد درجہ صدمہ پہنچا، اس کی وجہ یہ تھی کہ مکۃ المکرمہ میں آپ کے چچا ابوطالب کے بعد سب سے زیادہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہی آپ کی نصرت وحمایت کی تھی۔ انھوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنا تن من، دھن سب کچھ قربان کر دیا تھا، جس وقت آپ کا کوئی مخلص مشیر اور غمخوار نہیں تھا۔ حضرت
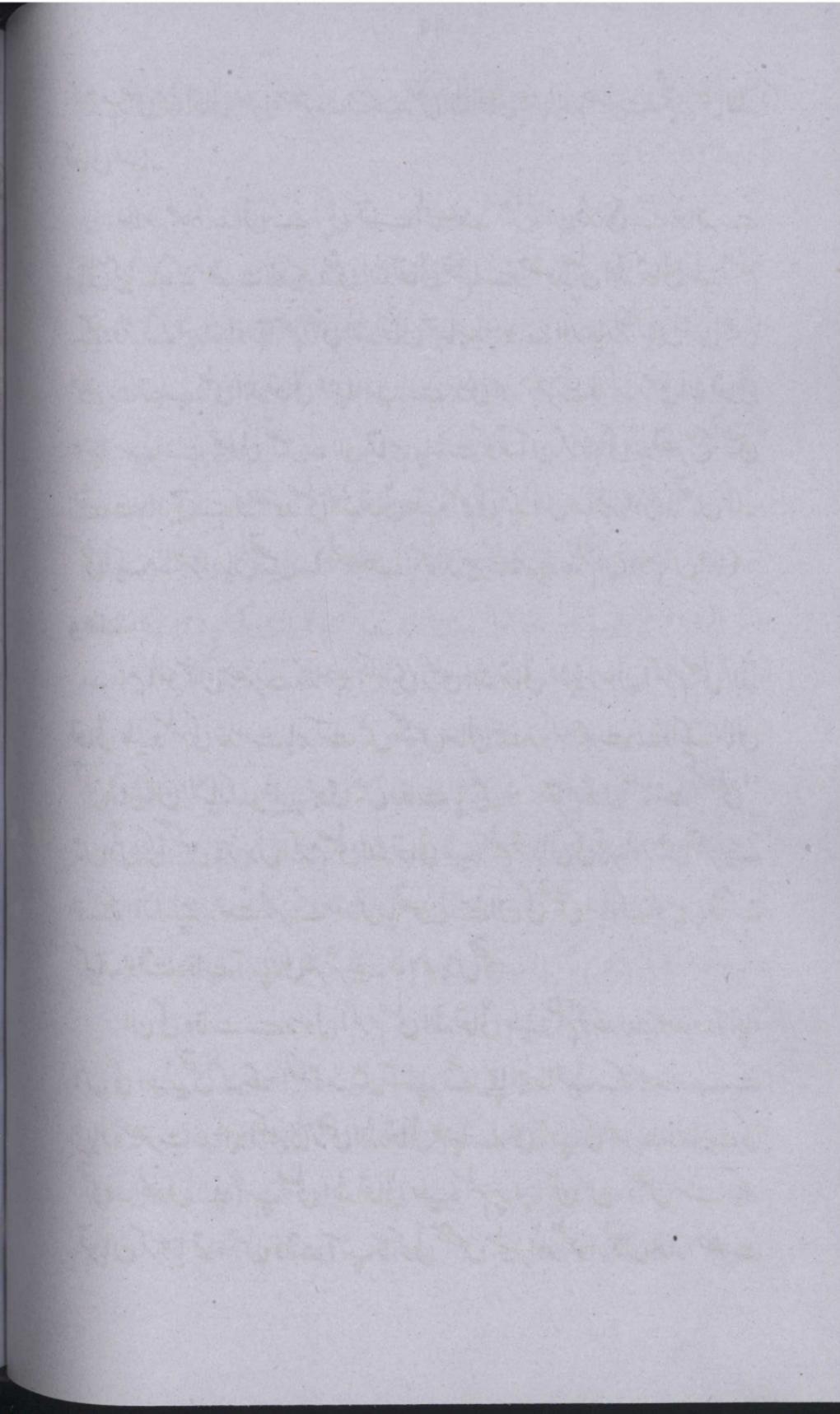
باب دوم
سیدہ عائشہ صدیقہ
حیات و خدمات
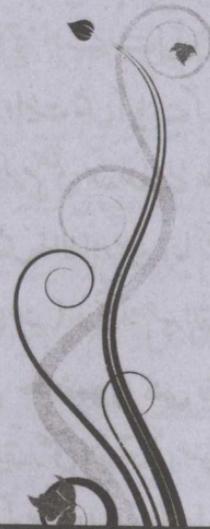
ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

ام المؤمنین محبوبہ سید المرسلین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں ان کی ماں کا نام ام رومان زینب ہے، جن کا سلسلۂ نسب، نسبِ نبوی میں کنانہ سے جاملتا ہے۔ حضرت صدیقہ کی کنیت ام عبد اللہ اپنے بھانجے عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے ہے۔ ام المؤمین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کی کنیت مقرر فرمائیں۔ رسول کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی بہن کے صاحبزادے سے اپنی کنیت رکھ لو یعنی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تحنیک فرمائی اور اپنا لعاب مبارک ان کے منہ میں ڈالا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا یہ عبد اللہ ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور تم ام عبد اللہ ہو۔

حضرت عائشہ سے حضور کی شادی:

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے جبیر بن مطعم سے نامزد ہوئی تھیں اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا پیام نکاح دیا تو ان کا نکاح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چھ سال کی عمر شریف میں شوال ۱۰ نبوت میں مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی شوال ۱ھ میں مدینہ منورہ میں

ہوئی۔ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں یہی وہ خوش قسمت اور نصیبہ ور خاتون ہیں، جن کی اسلامی خون سے ولادت اور اسلامی شیر (دودھ) سے پرورش ہوئی۔ جملہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں یہی وہ طیبہ طاہرہ ہیں جن کا پہلا نکاح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اس امتیاز پر کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے میرے علاوہ کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں فرمایا، فخر کا اظہار کرتے ہوئے فرماتی ہیں: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے سوا کسی باکرہ سے شادی نہ فرمائی اور یہ فضیلت بیویوں میں خاص ہے کہ دوسرے سے دست آلود نہ ہوئی ہو۔ اور باکرہ عورت شوہر کے نزدیک زیادہ محبوب ومانوس ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے لئے پیام نکاح دیں جبرئیل علیہ السلام نے ریشمی کپڑے پر میری صورت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمائی اور کہا کہ یہ آپ کی زوجہ مطہرہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ آپ کی زوجہ دنیا وآخرت میں ہے۔ مطلب یہ کہ یہ جو صورت منقش ہے آپ کی زوجہ مطہرہ کی ہے۔ واضح رہے کہ اس وقت تک تصویر حرام نہ ہوئی تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ خواب کی حالت میں تھی جو کہ عالم مثال ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں مروی ہے:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيتك فى المنام ثلث ليال جائنى بك الملك فى مرقة من حرير فيقول هذه امرأتك فأكشف عن وجهك فاذا انت هى فاقول إن يكن هذا من عند الله يمضه." (صحيح مسلم كتاب الفضائل و صحيح بخارى)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا میں تجھے تین رات خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ ریشمی پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ آپ کی بیوی ہے اور یہ تصویر کا پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ اطلاع خدا کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا فرمائے گا۔

اس حدیث پاک سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کا اہتمام خود اللہ عز اسمہ نے کیا تھا۔

حضرت عائشہ سے حضور کی شادی کے اسباب

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہونے کے دو بڑے اسباب تھے۔ ایک آپ کی ذہانت، فطانت اور پاکبازی اور دوسرا آپ کے والد ماجد امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایثار۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن مقاصد کے لئے متعدد خواتین کو شرف زوجیت عطا فرمایا تھا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح سے وہ تمام مقاصد حاصل ہوئے تھے۔ اس نکاح کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مخلص ترین صحابی کو ان کی جانثاریوں کا سب سے بڑا صلہ جو اس دنیا میں ممکن ہوسکتا تھا عطا فرمایا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہونے کی وجہ سے کئی احکام کے نزول کا سبب بھی بنی تھیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دینی تعلیمات کی اشاعت کے لئے جو گراں قدر خدمات

انجام دیں وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

نکاح کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر صرف چھ برس تھی اور رخصتی کے وقت ۹ برس جیسا کہ اوپر بیان ہوا جب کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پچاس سال سے متجاوز ہو چکی تھی ایسے میں کون ذی شعور آدمی یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ پچاس سال سے اوپر کا ایک صاحب اولاد آدمی محض اپنی خواہشات کی تسکین کے لئے ایک کم سن چھ سالہ لڑکی سے نکاح کرے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مخلص ترین صحابی خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرف مصاہرت عطا کرنا چاہتے تھے۔ یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گرچہ بچی تھیں لیکن نگاہ نبوت نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اس بچی میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو دین اسلام کی ایک قابل فخر معلّمہ اور مبلغہ کے لئے ضروری ہیں۔ اسی کے ساتھ نگاہ نبوت نے ان کی پاکیزگی، فطرت اور ان کی عفت مآبی کا بھی بخوبی اندازہ لگا لیا تھا۔ چنانچہ تاریخ نے ثابت کر دکھایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شادی سے جو توقعات وابستہ کی تھیں وہ کماحقہ پوری ہوئیں۔

حضرت صدیقہ کا علمی مقام

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی متعدد خصوصیتوں میں سے ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی کہ علم میں نہ صرف یہ کہ جملہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں ان کا مقام بلند ترین تھا بلکہ آپ فقہاء، علماء، بلغا و فصحاء اکابر صحابہ میں سے تھیں اور اکثر و بیشتر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم بھی آپ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فقہائے سبعہ میں ایک درخشاں ستارہ کے مانند تھے، فرماتے ہیں: ”میں نے کسی کو بھی معانی قرآن، احکام حلال وحرام، اشعار عرب، اور علم الانساب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔ (صحیح بخاری)

مشہور صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

"ما أشكل علينا أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث فسألنا عائشة إلا وجدنا عندها منه علماً." (شبهات و أباطيل حول زوجات الرسول، صفحه ٤٠)

ترجمہ: ہم اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب بھی کسی حدیث پاک کو سمجھنے میں مشکل پیش آئی اور ہم نے اس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا تو ان کے پاس اس حدیث کے متعلق علم موجود پایا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"ما رأيت امرأة أعلم بطب و لا فقة و لا شعر من عائشة" (شبهات و أباطيل حول زوجات الرسول، ص ٤٠)

ترجمہ: میں نے کسی عورت کو طب، فقہ اوشعر کے علوم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر نہیں پایا۔

سیدنا حضرت امام زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"لو جمع علم عائشة الى جميع أمهات المؤمنين وعلم جميع النساء لكان علم عائشة افضل." (زوجات النبى الطاهرات، ص ٣٦)

ترجمہ: اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم کے مقابلہ میں تمام امہات المؤمنین بلکہ تمام عورتوں کے علوم کو رکھا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم کا پلہ بھاری نکلے گا۔

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں:

"کانت عائشة افقه الناس و أحسن الناس رأيا فی العامة" (أيضا)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام انسانوں سے زیادہ احکام دین کو سمجھنے والی تھیں اور امور عامہ میں آپ کی رائے درست ترین ہوتی تھی۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اسی علمی شان و شوکت کو ملاحظہ فرما کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو حکم دیا تھا:

"خذوا نصف دينكم عن هذه الحميراء" (أيضا، ص ۳۵)

اپنے دین کا نصف علم اس حمیراء یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سیکھو۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل و مناقب میں بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں، یہاں پر چند احادیث بیان کی جارہی ہیں

حضرت صدیقہ کے فضائل و مناقب

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كمل من الرجال كثير و لم يكمل من النساء الا مريم بنت

عمران و أسية امرأة فرعون و خديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد و فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام."(زوجات النبی الطاھرات، ص ٣٦)

ترجمہ: مردوں میں بہت سارے مکمل ہوئے مگر عورتوں میں سے حضرت مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی مکمل نہ ہوئی اور عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کی فضیلت تمام کھانے پر۔

حضرت انس بن مالک سے بھی یہ روایت صحیح بخاری شریف میں موجود ہے۔

اس فضیلت کی وجہ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وہ روحانی کمالات ہیں، جن کی وجہ سے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں نہایت بلند و بالا مقام کی حامل تھیں اور جن کے وجود سے ان کو انوار نبوت سے بدرجۂ اتم منور ہونے کی قابلیت حاصل ہوگئی تھی۔ اس کا تذکرہ صحیح بخاری شریف کی اس حدیث میں ملتا ہے جسے ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"و اللہ ما نزل علیّ الوحی و أنا فی لحاف امرأة منکن غیرھا" (بخاری ١/٥٣٢)

ترجمہ: یہ عائشہ ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا۔

یہی وجہ تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدۃ العالمین حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت کا حکم دیا تھا۔ صحیح مسلم شریف میں وارد ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

"ای بنیة الست تحبین ما احب فقالت بلی فقال فاحبی هذه."

ترجمہ: پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ حضرت فاطمہ نے عرض کیا بالکل فرمایا تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر۔

صحیحین میں روایت شدہ حدیث بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اعلیٰ مراتب پر دلالت کرتی ہے۔ ام المؤمنین خود فرماتی ہیں:

"قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا عائشة هذا جبریل یقرئك السلام و برکاته قالت: وهو یری مالا اری."

(البخاری ۱/ ۵۳۲، زوجات النبی الطاهرات، ص ۳۵)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل ہیں، تمھیں سلام کہتے ہیں میں نے جواب دیا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر حضرت صدیقہ نے فرمایا: وہ جو چیزیں دیکھ سکتے ہیں، میں نہیں دیکھ سکتی۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اعظم فضائل و مناقب میں سے ان سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت زیادہ محبت فرمانا ہے۔ مشہور صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: اسلام میں سب سے پہلی جو محبت پیدا ہوئی وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہ۔ پھر پوچھا مردوں میں؟ فرمایا ان کے والد، پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے

پوچھا گیا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آدمیوں میں سے کون محبوب تر تھا؟ فرمایا فاطمہ زہراء، پھر لوگوں نے پوچھا مردوں میں سے کون؟ فرمایا ان کے شوہرا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں محبوب تر سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اولاد میں محبوب تر سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اہل بیت میں سے محبوب تر حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم اور اصحاب میں سے محبوب تر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ البتہ محبت کی زیادتی کے اسباب و وجوہ مختلف ہیں۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے ان کے سوا کسی کے جامۂ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل نہ ہوئی۔ جیسا کہ خود حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کسی زوجہ مطہرہ کے جامۂ خواب میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نہیں آئی سوائے میرے جامۂ خواب کے۔ اس میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے کمال فضل و شرف اور غایت امتیاز ہے جس کے شرح و بیان کی حاجت نہیں ہے۔ وحی کے نزول کے وقت کس قدر انوار و اسرار ان پر نازل ہوئے ہوں گے اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کوئی بات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہی۔ اس پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ تعالی عنہا) کے بارے میں مجھے ایذا نہ دو۔ بلاشبہ کسی زوجۂ مطہرہ کے جامۂ خواب میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی بجز عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ "اتوب إلى الله تعالىٰ من اذاك يا رسول الله" میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہوں کہ یا رسول اللہ آپ کو ایذا دوں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ایک جگہ اور فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی زوجۂ مطہرہ کے لئے نہیں چاہا کہ اس کے ماں باپ کو راہ خدا میں ہجرت کرائی جائے سوائے میرے۔ اسی کے مشابہ وہ فضیلت ہے جو ان کے والد گرامی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں ہے کہ ان کے گھر میں چار صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ اگر اس کو بھی اپنی فضیلت پر محمول کریں تو وہ اس کے مستحق ہیں۔

ام المومنین حضرت سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی نعل میں پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی میں نے آپ کے روئے انور کا مشاہدہ کیا تو آپ کی جبین مبارک سے پسینہ بہ رہا تھا اور اس پسینہ سے آپ کے جمال میں ایسی تابانی تھی کہ میں حیران و پریشان تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے میری طرف نگاہ کرم اٹھا کر فرمایا۔ عائشہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تم حیران سی کیوں ہو؟ سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے بشرۂ نورانی اور آپ کی پیشانی کے پسینہ نے مجھے حیران کر دیا ہے۔

اے خنک چشم کہ او حیران اوست

وے ہمایوں دل کہ آں قربان اوست

بخدا اگر زمانۂ جاہلیت کا مشہور و معروف شاعر ابو کبیر ہذلی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح

مصداق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے اشعار کیا ہیں۔ میں نے یہ اشعار پڑھ کر سنا دیئے۔

و مبرئ من کل غبر حیضة　　و فساد مرضعة وداء معضل

وإذا نظرت إلى أسره وجهه　　برقت کبرق العارض المتهلل

ترجمہ: وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے مبرا ہیں۔ ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔

اس پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میرے پاس تشریف لائے اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر فرمایا: "جزاك الله یا عائشة خیرا ما سررت منی کسروری منك" اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم اتنا مجھ سے مسرور نہیں ہوئیں جتنا تم نے مجھے مسرور کیا۔ مطلب یہ کہ میرا ذوق وسرور تمہارے ذوق وسرور سے جو مجھ سے ہوا زیادہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دینے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ انصاف وشاباشی ہے کہ محبت ومعرفت کی آنکھ سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمال باکمال دیکھا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو فضلیت و برتری حاصل تھی اس کا اظہار ام المؤمنین اس طرح فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے سیدھی لیٹی رہتی تھی اور یہ سلوک میرے ہی ساتھ خاص تھا اور رات کی نماز میں جب رسول اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم قیام فرماتے اور حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی جگہ ہوتی تھیں تو سجدہ کے وقت سرِ مقدس حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پائے مبارک تک پہنچ تا تھا۔ یہ بات اس کو لازم نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مواجہہ میں نماز پڑھتے تھے بلکہ ان کے پاؤں کی جانب کیونکہ حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داہنی جانب سوئی ہوتی تھیں۔ اگرچہ حدیث کا ظاہری لفظ اس جگہ ایسے ہی واقع ہے کہ "و أنا معترض بین یدی رسول اللہ مثل الجنازۃ." یعنی میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے جنازہ کی طرح لیٹی ہوتی تھی۔ اس سے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مزید فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کی یہ حالت انہیں کے ساتھ خاص تھی اور اختصاص کا مطلب یہ ہے کہ اس کا وقوع اتفاق سے اسی دن ہوتا تھا جس دن باری حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ہوتی تھی اختصاص کا یہ معنی نہیں کہ ان کے ساتھ جائز تھا اور نہ کسی اور زوجہ مطہرہ کے ہاں ایسا ہوتا تھا کہ ان کے ساتھ بھی جائز ہوتا۔

مذکورہ حدیث کے آخر میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنے دست اقدس کو میرے پاؤں سے چھواتے تو میں اپنے پاؤں کو کھینچ لیتی تھی اور پھر جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدہ سے سر مبارک کو اٹھاتے تو میں اپنے پاؤں کو دراز کر لیتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کرنے کی جگہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاؤں کے قریب تھی اور قیام کے وقت پاؤں کو پھیلانے کی وجہ یا تو نیند کا غلبہ تھا یا کوئی اور وجہ تھی۔ (و اللہ تعالی اعلم بالصواب) اور نماز کی اس حالت کا عذر یہ تھا کہ اس رات حجرۂ مبارک میں

چراغ روشن نہ تھا۔

ایک نکتہ

یہاں پر یہ نکتہ بھی خیال رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ اس حدیث میں علمائے احناف کے اس موقف کی واضح دلیل ہے کہ عورت کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (فافهم)

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی ایک اور امتیازی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے اور آپ کسی اور زوجہ مطہرہ کے ساتھ ایسا نہ کرتے تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت معاذ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں اور رسول اکرم صل اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو صرف میرے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ کے درمیان تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے سبقت وجلدی فرماتے یہاں تک کہ میں عرض کرتی کہ میرے لئے تو پانی یا برتن چھوڑیئے تا کہ میں بھی پانی لوں۔ راوی فرماتے ہیں حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنبی ہوتے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں کے گھر میں، انہیں کی باری میں اور انہیں کے سینے اور گلو کے درمیان وفات پائی۔ چنانچہ وہ فرماتی ہیں:

"توفی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بیتی و نوبتی و بین سحری و نحری و جمع اللہ بین ریقی و ریقه قالت:

دخل عبد الرحمن بسواك فضعف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاخذتہ فمضمضتہ ثم سننتہ"

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں، میری باری میں اور میرے سینے اور گلو کے درمیان وفات پائی اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب کو ان کے لعاب سے ملا دیا وہ اس طرح کہ (میرے بھائی) عبدالرحمٰن مسواک لے کر آئے حضور کو کمزوری تھی (یہ دیکھ کر کہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنا چاہتے ہیں، میں نے مسواک پہلے اپنے دانتوں سے نرم کی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسواک کرا دی۔

حضرت عائشہ اور آیت تیمم کا نزول

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہیں کے ذریعہ امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثنا کو تیمّم جیسی عظیم نعمت نصیب ہوئی تھی۔ جی ہاں! صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک ہار اپنی بہن حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مانگا ہوا تھا جو کہ راستے میں کہیں گم ہو گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو ہار کی تلاش کے لئے بھیجا۔ راستے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ پانی موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بلا وضو نماز ادا کی اور جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو بڑے رنج والم کے ساتھ سارا واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اسی وقت آیت تیمّم کا نزول ہوا۔ اس عظیم نعمت کو یاد کر کے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"جزاك الله خيرا ما نزل بك أمرا لإجعل الله لك منه فرجا و مخرجا و جعل للمسلمين بركة" (البخاری: ۵۳۲/۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے جب بھی آپ کو کوئی مشکل پیش آئی اللہ تعالیٰ نے خود آپ کے لئے اس مصیبت سے نکلنے کا راستہ پیدا فرمادیا اور وہ مشکل عام مسلمانوں کے لئے برکت ورحمت کا باعث بن گئی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس قدر محبت تھی کہ اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ایک سفر میں ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم سفر تھیں۔ اس روز حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی سواری کا اونٹ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ سے بدل لیا۔ راستے میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کی طرف گئے جس پر حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار تھیں اور انہیں کے ساتھ چل پڑے۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس جدائی کی برداشت نہ ہوئی۔ جب وہ منزل پر پہنچ کر سواری سے اتریں، تو انھوں نے اپنا پاؤں گھاس کے اندر ڈال کر فرمایا: "یا رب سلط عليّ عقربا او حية تلدغنی، رسولك و لا استطيع أن أقول له شيئا۔" اے رب کسی سانپ یا بچھو کو بھیج کہ وہ مجھے کاٹ کھائے اور وہ تیرے رسول ہیں............ان کی شان میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی حالت ساری دنیا کی خواتین سے مختلف تھی۔ عام مشاہدہ یہ ہے کہ غریب ونادار لوگوں کی بیویاں روکھی سوکھی کھا کر

اور جو ملے پہن کر صبر و شکر سے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتی ہیں جب کہ امراء اور حکمرانوں اور بادشاہوں کی بیویاں ناز و نعمت میں رہتی ہیں۔ ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تاجدار عرب و عجم کی ازواج ہونے کے باوجود ان کے گھر کی مالی حالت وہ تھی جس کا اس معیار کی خواتین تصور بھی نہیں کرسکتیں۔

بعض مستشرقین نے یہ تائثر دینے کی کوشش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال خیبر وغیرہ کی زمینوں کی آمدنی سے انہیں ایک بڑا حصہ عطا فرماتے تھے اور مال کی کثرت کی وجہ سے ان کے درمیان حسد و کینہ پروان چڑھنے لگا تھا۔ اگر حقیقت کا جائزہ لیں تو مستشرقین کا یہ الزام تاریخی وزمینی حقائق کو جھٹلانے کے مترادف نظر آئے گا۔ اس امر میں کسی کے لئے بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ قومی آمدنی کی بہت سی مدیں ایسی تھیں جو مکمل طور پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضۂ تصرف میں تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہ خداوندی سے قومی آمدنی کی ان مدوں سے اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنے کی پوری اجازت بھی حاصل تھی لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے لئے فقر و قناعت کی نعمت عظمیٰ کو ہی اختیار فرمایا تھا۔

جی ہاں! ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے جب مہاجرین وانصار کے گھروں کی فارغ البالی کو دیکھا، جس کی وجہ سے مہاجرین وانصار پہلے کی بنسبت خوشحالی کی زندگی گذار رہے ہیں لیکن کاشانۂ نبوت کا حال یہ ہے کہ اب بھی یہاں فقر ہی کی حکمرانی ہے، تو سب نے متفقہ طور پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی حالت کی شکایت کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ جب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالے عنہن نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنا مطالبہ پیش کیا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت تخیر نازل فرمائی:

آیت: "یا أیھا النبی قل لأزواجك إن كنتن تردن الحیوٰة الدنیا و زینتها فتعالین أمتعكن و أسرحكن سراحا جمیلاo و إن كنتن تردن اللّٰه و رسوله و الدار الآخرة فإن اللّٰه أعد للمحسنٰت منكن أجرا عظیماo" (الاحزاب: ٢١/٢٨-٢٩)

ترجمہ: اے غیب بتانے والے! نبی اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) سے فرمادیں کہ اگر تم مال دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں زیادہ سے زیادہ مال عطا کر کے عمدگی کے ساتھ فارغ کردوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا قرب چاہتی ہو تو پھر تمہیں اسی عسرت و تنگدستی کی زندگی پر صبر کرنا پڑے گا۔ البتہ قرب رسول میں عسرت کی زندگی پر تمہیں عظیم اجر ملے گا۔

اس آیت کریمہ کے ذریعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت اس طور پر ثابت ہوتی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ آیت کریمہ سنائی اور آیت کی تلاوت سے قبل یہ بھی فرمایا کہ:

"میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں، اس کے جواب میں جلد بازی سے کام مت لینا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے ہی اس کا جواب دینا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا آیت تخیر پڑھ کر سنائی۔

اس میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت کا بھی امتحان تھا آپ کی

عقل کا بھی امتحان اور آپ کے خلوص و جان نثاری کا بھی امتحان تھا لیکن آیت کریمہ سنتے ہی اس کے جواب میں جو بات کہی اس نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ ان تمام امتحانوں میں کامیاب نکلی ہیں۔ آپ نے عرض کیا:

"أو فی هذا أستأمر أبوی فإنی أرید الله و رسوله و الدار الآخرة." (شبهات و أباطیل حول زوجات الرسول ۴۱)

ترجمہ: کیا میں اس بات میں اپنے والدین سے مشورہ کروں! میں تو اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کی زندگی کو منتخب کرتی ہوں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس مثالی جواب نے جہاں ایک طرف خود ان کو وفا کے اس امتحان میں کامیاب قرار دیا، وہیں دوسری جانب آپ کا یہ عمل دوسرے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے بھی ایک عمدہ اور بہترین نمونۂ عمل بن گیا اور ان سبھوں نے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نقشہ قدم پر چلتے ہوئے وہی جواب دے کر اس کڑے امتحان میں کامیابی حاصل کر لی۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو اس کا یہ عظیم صلہ ملا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے علاوہ دوسرے خواتین سے نکاح کرنے اور ان کے بدلے دوسری عورتوں کو اپنی زوجیت میں لینے سے منع کر دیا گیا۔

حضرت صدیقہ کا ایک صبر آزما امتحان:

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو غایت درجہ محبت و انسیت تھی ان میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سخت امتحان بھی دینا پڑا لیکن آپ اس امتحان میں کامیاب نکلیں۔ اس کی ایک واضح مثال کا ذکر ہو چکا ہے اور دوسری مثال یہ ہے کہ غزوۂ انمار میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سواری کیمپ میں تاخیر سے پہنچی

جس کی وجہ سے منافقین نے ان کی شان میں گستاخیاں کیں۔ ہر کوئی بخوبی جانتا ہے کہ جنس لطیف کے لئے ایسا موقع سخت مصیبت کا ہوتا ہے لیکن ایسے پریشان مرحلے میں بھی کیا قوت ایمانیہ اور پاکی فطرت تھی حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے میکے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"فلئن قلت لكم إني بريئة لا تصدقوني و لئن اعترفت لكم بأمر و الله يعلم أني بريّة منه لتصدقنني فو الله لا أجد لي و لكم مثلا إلا أبا يوسف حين قال فصبر جميل. و الله المستعان علي ما تصفون٥" (صحیح بخاری شریف غزوۂ انمار ج:۲/۵۹۶)

ترجمہ: اگر میں کہوں گی کہ میں پاک ہوں تو میری اس بات پر کوئی یقین نہیں کرے گا اور اگر میں کسی بات کا عتراف کرلوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں بالکل اس سے پاک ہوں تو وہ باور کرلی جائے گی۔ ایسی حالت میں میں اپنے لئے صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثال پاتی ہوں جنہوں نے کہا تھا کہ آزمائش کے وقت صبر کرنا ہی خوب ہوتا ہے اس سلسلہ میں خدا ہی مددگار ہے۔

حضرت عائشہ کی طہارت کے متعلق آیت کا نازل ہونا

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اپنی پاکی اور صفائی کی وجہ سے اس بات پر یقین تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ رویا میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میرے متعلق بتادے گا، میں نے کبھی یہ سوچا تک نہ تھا کہ میرے حق میں اللہ تعالیٰ وحی نازل فرمائے گا لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی جگہ تشریف فرماتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:

آیت: "الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت و الطیبت للطیبین و الطیبیون للطیبت اولئك مبرؤن هما یقولون لهم مغفرة و رزق کریم." (النور: ١٨/٢٦)

ترجمہ: ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں اور پاک دامن عورتیں پاک دامن مردوں کے لئے ہیں اور پاک دامن مرد پاک دامن عورتوں کے لئے ہیں۔ یہ مبرا ہیں ان تہمتوں سے جو وہ (ناپاک) لگاتے ہیں۔ ان کے لئے ہی (اللہ کی) بخشش ہے اور عزت والی روزی۔ (کنزالایمان)

اس آیت طہارت کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں ایک طرف ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکی و بے قصوری ظاہر کی اور اس بات کی خبر دی کہ بخشش اور رزق کریم ان ہی کے لئے ہے، وہیں دوسری جانب یہ بھی واضح فرمادیا کہ منافقین کے ذریعہ اس بہتان تراشی سے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان پاک میں کمی کی بجائے ان کا رتبہ ہی بلند ہوا ہے۔ ان کی پاکی وطہارت سے آسمان گونج اٹھا۔ وہ وحی نازل ہوئی جس کی قیامت تک محرابوں میں تلاوت کی جائے گی اور جب جب تلاوت ہوگی تب تب اہل علم کے دل میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام بلند تر ہوگا اور ایک نئی محبت پیدا ہوگی۔

یہ نتیجہ وثمرہ تھا اس تواضع اور انکساری کا جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تھا کیونکہ انھوں نے اپنی پاکی وصفائی کے باوجود اور منافقین کو جھوٹا جاننے کے باوجود اپنے آپ کو اس درجہ نہیں سمجھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے حق میں وحی نازل فرمائے گا، اس کے ساتھ ہی اگرچہ ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ ان کی تکلیف

سے جہاں ان کے والدین سمیت تمام اہل علم کو سخت صدمہ پہنچا ہے، وہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو بھی ایذا پہنچی ہے (اور کیوں نہ ہو کہ ایک عام میاں بیوی میں سے بھی بیوی کو تکلیف پہنچے تو اس کے شوہر کو بھی اس کی تکلیف سے تکلیف پہنچے گی) پھر بھی وہ انکساری سے یہ سمجھتی رہیں کہ ان کی پاکی عالم رویا میں ظاہر فرمادی جائے گی۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ ان ہی کے مراتب بلند کرتا ہے جو اس کی بارگاہ میں تواضع اور انکساری اختیار کرتے ہیں۔

قرآن کی مذکورہ آیت طہارت سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ کسی خاتون کا حبیب خدا کی زوجیت (نکاح) میں آنا اس خاتون کے پاکباز ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پاک بندوں کے لئے پاک بیویوں کا ہی انتخاب فرماتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان آپس میں جو غایت درجہ محبت تھی اس کی بنا پر حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اکابر تابعین میں سے ہیں جب ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے تو فرمایا کرتے:

"حدثتني الصديقة بنت الصديق حبيبة رسول الله صلى الله عليه وسلم" مجھ سے حدیث بیان کی صدیقہ بیٹی صدیق کی محبوبۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔

یا کبھی اس طرح حدیث بیان کرتے: "حبيبة حبيب الله إمرأة من السماء" اللہ کے محبوب کی محبوبہ آسمانی بیوی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدہ صدیقہ کے درمیان دلچسپ مکالمے

اسی الفت و محبت کا نتیجہ ہے کہ رسول اکرم صلی الہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مابین ایسا ناز و نیاز تھا جیسا کہ محبّ و محبوب کے درمیان ہوتا ہے اور وہ جو چاہتیں بلا جھجک عرض کر دیتی تھیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں اپنی گڑیاں گھر کے ایک دریچہ میں رکھ کر اس پر پردہ ڈالے رکھتی تھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے انھوں نے دریچہ (کھڑکی) کے پردہ کو اٹھایا اور گڑیاں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سب کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا یہ میری بیٹیاں ہیں یعنی یہ میری گڑیاں ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی ملاحظہ فرمایا جس کے دو بازو تھے۔ فرمایا: کیا گھوڑوں کے بھی بازو ہوتے ہیں؟ میں نے عرض کیا شاید رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں سنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے دو بازو تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اتنا تبسم فرمایا کہ آپ کے دندانہائے مبارک کھل گئے۔

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "من حوسب عذب" جس کا حساب کیا گیا وہ عذاب میں پڑا۔ اس پر حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق تعالیٰ تو فرماتا ہے: "فسوف یحساب حسابا یسیرا" تو عنقریب حساب کیا جائے گا آسان حساب، جب حساب آسان ہوگا تو اس پر عذاب کیسے ہوگا؟ رسول اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا: "یہ پیشی ہے حساب نہیں ہے۔ مراد حساب میں مناقشہ ہے۔

ایک اور مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو خدا کے لقا کو محبوب رکھتا ہے حق تعالیٰ بھی اس کے لقا کو پسند فرماتا ہے اور جو اس کی لقا کو برا جانتا ہے حق تعالیٰ بھی اس کی لقاء کو برا جانتا ہے۔ لقا سے مراد موت لیتے ہیں: اس پر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا ہم تو ناپسند کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم تو نفس وطبع کے اعتبار سے موت کو برا (جانتے ہیں) سمجھتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا یہ بات ایسی نہیں ہے جیسی تم نے سمجھی ہے بلکہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے دل میں موت کی محبت پیدا کر دیتا ہے اگرچہ ایام موت کے قریب ہو۔

اسی طرح ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص جنت میں نہیں جائے گا مگر حق تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ بھی جنت میں داخل نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے؟ فرمایا "ہاں میں بھی داخل نہ ہوں گا، مگر یہ کہ مجھے حق تعالیٰ نے اپنی رحمت میں چھپالیا ہے۔

ایک اور مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تمہارے قرین شیطان نے تمہیں اس پر آمادہ کیا۔ اس پر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: آدمی کے ساتھ شیطان بھی ہوتا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر آدمی کے ساتھ قرین (ہمزاد) شیطان ہوتا ہے۔ حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

نے عرض کیا ''کیا آپ کا بھی ہے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'' ہاں! میرا شیطان میرا مطیع (فرمانبردار) ہوگیا اور مسلمان ہوگیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میں جانتا ہوں کہ تم کبھی مجھ سے خوش ہوتی ہو اور کبھی مجھ سے ناراض'' میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ اسے کیسے جانتے ہیں؟ فرمایا: جب تم خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو ''لاورب محمد'' نہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رب کی قسم اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو ''لاورب ابراہیم'' نہیں ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے بالکل درست وصحیح فرمایا۔ "و لکن ما اهجر إلا إسمك" لیکن میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں۔ اس کا مطلب یہ کہ ناراضگی اور ناخوشی کی حالت میں صرف آپ کا نام نہیں لیتی ہوں لیکن آپ کی ذات گرامی اور آپ کی یاد میرے دل میں ہے اور میری جان آپ کی محبت میں مستغرق ہے۔ اس محبت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی انہیں سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! اگر تم چاہتی ہو کہ جنت میں میرے ساتھ رہو تو تمہیں چاہئے کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح راہ چلتا مسافر ہوتا ہے کہ وہ کسی کپڑے کو پرانا نہیں سمجھتا اور جب تک کہ وہ پیوند کے قابل ہے وہ اس میں پیوند لگاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم! میرے لئے دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ مجھے جنت میں آپ کے ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) میں سے رکھے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس مرتبہ کو چاہتی ہو تو کل کے لئے کھانا بچا کے نہ رکھو اور کسی کپڑے کو جب تک کہ اس میں پیوند لگ سکتا ہے بیکار نہ کرو۔ حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس نصیحت پر ہمیشہ کاربند رہیں کہ کبھی آج کا کھانا کل کے لئے بچا کر نہ رکھا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ستر ہزار درہم راہ خدا میں صدقہ کرتے دیکھا ہے حالانکہ ان کی قمیص مبارک کے دامن میں پیوند لگا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لئے ایک لاکھ درہم بھیجے تو انھوں نے اسی دن سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خرچ کر دیئے اور رشتہ دار و فقراء پر تقسیم فرما دیئے اس دن وہ روزے سے تھیں لیکن شام کے کھانے کے لئے ان میں سے کچھ نہ بچایا۔ باندی نے عرض کیا کہ اگر ایک درہم روٹی خریدنے کے لئے بچا لیتیں تو اچھا ہوتا، فرمایا یاد نہیں آیا اگر یاد آ جاتا تو میں بچا لیتی۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۱-۱۰-۸۰۹)

یہ حالت بھی ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیادتی فضیلت وانس ومحبت کا باعث ہے کہ حضرت زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صرف ایک مرتبہ دیکھا تھا اور وہ عاشق و فریفتہ ہو گئیں تھیں جب کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تصویر خواب میں تین مرتبہ دکھائی گئی۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت و

فضیلت اور طہارت و پاکیزگی کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دلوں میں ان کے لئے غایت درجہ احترام و اکرام کا جذبہ پایا جاتا تھا اور وہ کسی سے بھی حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ادنی سی بھی گستاخی کو معاف نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے کسی کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بدگوئی کرتے سنا تو فرمایا: "أسکت مقبوحا منبوحا اتقع فی حبیبة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم" ذلیل وخوار خاموش رہ، کیا تو اللہ تعالیٰ کے رسول کی محبوبہ پر بدگوئی کرتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت ہی متواضع اور منکسر المزاج واقع ہوئی تھیں اسی کے ساتھ ساتھ ان کو دنیا سے کافی حد تک بیزاری و شکستگی بھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی وفات کے وقت فرمایا: ''.........کاش کہ میں درخت ہوتی کہ مجھے کاٹ ڈالتے، ....۔ کاش کہ میں ایسی ہوتی ....کہ کوئی مجھے یاد نہ کرتا، کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔

ان کے والد بزرگوار خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔ اس لئے وہ کیوں نہیں کہتیں؟ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ خدا کے مقرب و برگزیدہ بندے ہر چند کہ مامور و مبشر ہوتے ہیں لیکن بارگاہ خداوندی کا خوف ہمیشہ ان کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ میں کیسے جانوں کہ میں نیک ہوں۔ فرمایا جب تم اپنی بدی کو جان لو۔ اس شخص نے کہا میں کیسے جانوں کے میں برا ہوں'' فرمایا:

''جب تم جان لو کہ یہ نیکی ہے اور وہ ہمیشہ فرمایا کرتیں کہ تمہارے لئے جنت کے دروازے کھلے رہیں گے۔ پوچھا کس طرح اور کس عمل سے؟ فرمایا بھوک اور پیاس سے۔

ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قرآن کریم کی تلاوت کررہی تھیں۔ جب اس آیت کریمہ پر پہنچیں کہ:

"و لقد أنزلنا إليكم ما فيه ذكركم أفلا تعقلون"(الانبياء: ١٠/١٧)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف وہ قرآن نازل فرمایا جس میں تمہاری یاد ونصیحت ہے تم غوروفکر کیوں نہیں کرتے'' (کنزالایمان)

اس کے بعد ہمیشہ قرآن پڑھتیں اور آیات قرآنی کے معانی میں غوروفکر کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ فرمایا ''حق تعالیٰ نے میرے ذکر اور میری صفت کی قرآن میں خبر دی ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون سی جگہ ہے انھوں نے فرمایا یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

"و آخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا و آخر سيّئا عسىٰ الله ان يتوب عليهم." (التوبة: ١٠٢/١١)

حضرت عائشہ اور اomومت امت

بشر بن عقربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جنگ احد کے دن میرے والد گرامی شہید ہو گئے تھے۔ میں وہاں بیٹھا رو رہا تھا، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أما ترضى أن تكون عائشة أمك و أكون اباك."
(الاستیعاب ج ۱، ص ۶۳)

ترجمہ: کیا تو اس سے خوش نہیں کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو تیری ماں ہو اور میں تیرا باپ ہوں۔

اس حدیث پاک میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بالمقابل حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تخصیص امومت فرمائی ہے یعنی ان کے ماں ہونے کو خاص فرمایا ہے۔اس سے بھی آپ کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جہادی خدمات

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعلیمی، تشریعی، اقتصادی خدمات کے علاوہ میدان جہاد میں بھی گران نمایاں خدمات انجام دیں، جن کی ہلکی جھلک مندرجہ ذیل سطور میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
مشہور صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"و لقد رأيت عائشة بنت أبى بكر و أم سليم و أنهما لمشمرتان أرى خدم سوقهما تنقزان القرب على متونهما تفرغانه فى أفواه القوم ثم ترجعان فتملآنهما ثم تجيئان فتفرغانه فى أفواه القوم." (صحیح بخاری شریف: باب غزوہ احد ج:۲/۵۸۱)

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ بنت ابو بکر اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ کندھوں پر مشکیں اٹھائے ہوئے زخمیوں اور مومنین کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں پانی ختم ہو جاتا تو پھر مشک بھر لاتی تھیں اور زخمیوں کے منہ میں پانی ٹپکاتی تھیں۔

جنگ بدر میں لشکر نبوی کا پرچم مرطِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ یعنی جس نشان کے تحت ملائکہ نے خدمت اسلام ادا کی اور جس نشان پر اللہ کی اولین نصرت وفتح نازل ہوئی وہ نشانی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اوڑھنی کی تھی۔ اس سے بھی حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ (سیرت حلبیہ ج۲،ص ۱۴۷)

معروف نعت خوانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان مبارک میں فرماتے ہیں:

حصان رزان ماترون بريبة — و تصبح غرثی من لحوم الغوافل
عضيلة اصل من لوی بن غالب — كرام المساغی مجدهم غير زائل
مهذبة قد طهر الله خيمها — و طهرها من كل بغی و باطل
فان كان ما قد قيل عنی قلته — فلا رفعت صوتی الیّ أنامل
و ان الذی قد قيل ليس بلائط — بها الدهر بل قول إمرء متماحل
فكيف و وری ما حييت و نصرتی — لآل رسول زين المحافل
رأيتك و ليغفرلك الله حرة — من المحصنات غير ذات الغوائل

(السيرة الحلبية ۲/۱٤۷)

اپنی سوت کے بارے میں حضرت عائشہ کی رائے

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انصاف وصداقت کی حقیقت اس وقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے جب ہم ان کی کسی سوت کے متعلق ان کی رائے کا مطالعہ کرتے ہیں ذیل میں اسی قسم کی چند مثالیں تحریر کی جاتی ہیں۔

(الف) ام المؤمنین حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف میں فرماتی ہیں:

"ما من الناس أحدا أحب إليّ من أن أكون في سلاخه من سودة بنت زمعة إلا أن بها حدة."

سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ذرا تیزی تو تھی۔ ورنہ اور کوئی بھی ایسا نہیں جس کے درجہ میں ہونا مجھے سب سے زیادہ پیارا ہو۔

(ب) ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف میں رطب اللسان ہیں:

(۱) قالت: قال رسول الله الله عليه وسلم يوما لنسائه يسرعكن لحرقابى أطولكن يدا قالت فكانت تعمل بيدها و تنصدق"

فرماتی ہیں ایک روز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج (مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن) سے فرمایا تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آ کر ملے گی جو زیادہ سخی ہوگی۔ یہ سن کر سب ازواج بڑھ چڑھ کر کام کرنے لگیں لیکن ہم میں سب سے زیادہ سخی زینب رضی اللہ عنہا ثابت ہوئیں کیونکہ وہ اپنی ہاتھوں کی محنت سے کماتی اور پھر اس کو راہ خدا میں صدقہ دیا کرتی تھیں۔

(۲) انہیں کے بارے میں دوسری جگہ فرماتی ہیں:

"و ما رأيت إمرأة قط خيرا في الدين من زينب واتقى الله و أصدق حديثا و أوصل للرحم و أعظم صدقة"

میں نے کوئی عورت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دین میں بہتر نہیں دیکھی۔ وہ اللہ کا زیادہ تقویٰ رکھنے والی بہت زیادہ سچ بولنے والی اقارب سے

بہت بڑھ کر سلوک کرنے والی اور بہت زیادہ دینے والی تھیں۔

(ج) ام المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف میں فرماتی ہیں:

"و ما رأيت صانعة طعام مثل صفية" (صحیح نسائی)

میں نے صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی کوئی عورت کھانا بنانے والی نہیں دیکھی۔

(د) ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صفت جمال میں فرماتی ہیں:

"كانت جويرية عليها حلاوة و صلاحة لا يكاد يرابها أحا الا وقعت فى نفسه."

جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ایسی شیرینی و دل کشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں ان کی جگہ ہو جاتی تھی۔

لغزش

خطا، نسیان اور لغزش سے کوئی بھی انسان بچ نہیں سکتا چنانچہ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی لغزش واقع ہوئی۔ ان کی لغزش یہ ہے کہ وہ جنگ جمل میں شرک ہوئیں۔ جو کہ ۱۵/ جمادی الآخرہ ۳۶ھ کو ہوا۔ اسے جنگ جمل کے نام سے اس لئے شہرت حاصل ہے کہ اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہودج ایک اونٹ پر تھا، جس کا نام عسکر تھا۔ اس جنگ میں سامنے کی طرف خلیفۂ راشد امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جنگ کے اختتام پر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تھا کہ میری اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی لشکر رنجی ایسی ہی ہے جیسے عام طور پر بھاوج اور دیور میں ہو جایا کرتی ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا بخدا یہی سچی بات ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:" و إن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما." (الحجرات:۹/۲۶)

جن دنوں جنگ جمل کی ابتداء تھی، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مسجد کوفہ میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رفقاء کے سامنے خطبہ فرمایا تھا، جس کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

"إنى لأعلم أنها زوجته فى الدنيا و الأخرة و لكن الله إبتلاكم لتتبعوه أو إياها." (صحیح بخاری باب فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج:۱/۵۳۲)

ترجمہ: میں جانتا ہوں کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں دنیا و آخرت میں لیکن خدا نے تم سب پر آزمائش ڈالی ہے کہ ایسی حالت میں تم اس کا اتباع کرتے ہو یا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صداقت اور حضرت علی مرتضی و حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبت والفت کی توثیق ترمذی شریف کی اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جسے جامع بن عمیر نے روایت کی ہے:

"قال دخلت مع عمتى على عائشه رضى الله تعالىٰ عنها فسئلت اى النساء كان أحب الى رسول الله صلىٰ الله تعالىٰ عليه وسلم قالت فاطمة قيل من الرجال قالت زوجها." (تیسیر الأصول فی جامع الأصول ج ۲، ص ۱۴۷)

ترجمہ: راوی نے کہا میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا۔ ان سے سوال کیا گیا کہ عورتوں میں سب سے پیاری

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کون تھی؟ انھوں نے کہا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ پھر سوال کیا گیا۔ مردوں میں سے کون تھا؟ فرمایا ان کے شوہر۔

ذاتی تکلیف پر اسلامی خدمات کو ترجیح

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ ذاتی رنج وتکلیف پر اسلامی خدمات کو ترجیح دیتی تھیں۔ جس کے بہت سے نمونے تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں سر دست یہاں پر صرف دو تین نمونے پیش کئے جا رہے ہیں!

معاویہ بن خدیج نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو قتل کیا تھا جس کی بناء پر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معاویہ سے بہت ہی رنجش تھی لیکن معاویہ کو افریقہ میں اسلامی فتوحات اور دینی غزوات میں بڑی شہرت حاصل تھی۔ عبدالرحمٰن بن شماسۃ المہری کا بیان ہے کہ میں نے معاویہ کی سربراہی میں افریقہ میں کام کیا تھا۔ میں ایک روز ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے گیا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ افریقہ میں تمہارے سربراہِ لشکر کا حال کیسا تھا۔ پھر فرمایا میری طبیعت کا خیال نہ کرو۔ بلکہ اس کی خوبیاں بتاؤ۔ عبدالرحمٰن نے عرض کیا کہ میدان جنگ میں اگر اونٹ مر جاتا تو سپہ سالار اسی وقت دوسرا اونٹ مہیا کر دیتا تھا۔ گھوڑا مر جاتا تو فوراً دوسرے گھوڑا کا انتظام کیا جاتا تھا۔ کوئی غلام بھاگ جاتا تو اس کے بدلے دوسرا آدمی فوراً بھیج دیتا تھا۔ یہ سن کر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

"أستغفر الله أللهم اغفرلی أن كنت لأبغضه من أجل أنه قتل أخی و قد سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول

ألـلهـم مـن رفق بـأمتی فـأرفق بـه و من شق عليهم فاشق عليه ."

(الاستیعاب، ج ا،ص ۲۷)

ترجمہ: میں خدا سے بخشش چاہتی ہوں۔ خدایا مجھے معاف فرمانا میں تو اس سے بغض رکھتی تھی اس لئے کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا اور میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ الٰہی جو کوئی میری امت کے ساتھ مہربانی کرے اس پر مہربانی فرمانا اور جو کوئی امت پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کرنا۔

ام حکیم بنت خالد اور ام حکیم بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ وہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ خانۂ کعبہ کے طواف میں شامل تھیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل پڑا دونوں نے انہیں گالی کے ساتھ یاد کیا اس پر حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تم انہیں گالی دیتی ہو اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ذرا ملاحظہ کرو حسان رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کس طرح کہتے ہیں۔

هـجـرت مـحـمـداً فـأجبت عنه   و عـنـد الله فـی ذاك الـجـزاء

فـإن أبـی و والـدتی و عرضی   لـعـرض مـحـمـد مـنـكـم وقـاء

یہ سن کر دونوں نے کہا کہ ہم تو اس لئے کہے تھے کہ اس نے آپ کی شان میں کچھ کچھ کہتا تھا حضرت ام المؤمنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا وہ تو کچھ بھی نہیں۔ اس سلسلے میں مختلف روایات ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصۂ افک میں حصہ لیا تھا یا نہیں لیکن ان کا مندرجہ ذیل شعر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ انھوں نے اس میں حصہ نہیں لیا تھا۔ وہ حضرت سیدہ

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف کرتے ہوئے اس تہمت سے اپنی برائت ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فإن كان ما قد قيل عني قلته فلا رفعت سوطي إلى أنامل

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ میں نے ان کی شان میں گستاخانہ لفظ کہا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو خدا کرے کہ میرا ایک ہاتھ ہی مکمل طور پر نکما ہو جائے۔

جب کوئی شخص تعصب وعناد کا عینک اتار کر ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سماجی، فلاحی، اقتصادی، تشریعی اور علمی کارناموں نیز آپ کی ذکاوت وفطانت اور خلوص وللّٰہیت کا سنجیدگی سے مطالعہ کرتا ہے تو اس کے اوپر یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض چھ سال کی عمر شریف میں آپ کا انتخاب کیوں کیا تھا۔

سارے حقائق کے بیان کئے جانے کے بعد بھی اگر کوئی جماعت یا فرد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا مقصد کسی سفلی جذبہ کو قرار دے تو اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ اس کی سرشت ہی میں مذہب اسلام اور اس کے قائد اعظم اور دیگر عظیم ہستیوں کے تئیں عناد و تعصب کا عنصر داخل ہے۔

حضرت صدیقہ کے نکاح پر اعتراضات

واضح رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر بعض متعصب اور تنگ نظر حضرات یہ اعتراض کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ایک ۵۵ رسالہ شخص کا ۹ رسال کی ایک لڑکی سے شادی کرنا اور ۱۸ رسال کی عمر میں اسے بیوہ چھوڑ جانا جب کہ قرآن کے مطابق اس کے لئے دوسری شادی کرنا بھی ممنوع ہو۔ (معاذ اللہ) کیا یہ اس

کے اوپر ظلم نہیں ہے؟ اور کیا اتنے عمر دراز آدمی کے لئے اتنی کم عمر لڑکی سے نکاح کو نفس پرستی نہیں کہا جاسکتا؟ (معاذ اللہ) اور کیا ۹ رسال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کسی لڑکی پر ازدواجی زندگی کا بوجھ ڈال دیا جائے۔

اصل میں اس قسم کے اعتراضات وہی لوگ کیا کرتے ہیں، جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کو ایک عام مرد اور ایک عام لڑکی کا نکاح سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جن عظیم مقاصد کے تحت اللہ تبارک و تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا، وہ اسلامی زندگی میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا کرنا اور معاشرے کو اس انقلاب کے لئے تیار کرنا تھا۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک غیر معمولی قسم کی ذہین و فطین لڑکی تھیں جنہیں اپنی عظیم صلاحیتوں کی بنا پر معاشرے میں انقلاب لانے میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دے کر اتنا عظیم اور گراں قدر کارنامہ انجام دینا تھا جتنا دوسری تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سمیت اس وقت کی کسی عورت نے بھی نہیں کیا بلکہ بلاخوف لومت لائم یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی رہنما کی بیوی اپنے شوہر کے لئے ایسی زبردست مددگار نہیں بنی جیسی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے معاون و مددگار ثابت ہوئیں۔ ان کے بچپن میں ان کی عظیم صلاحیتوں کا علم سوائے اللہ عزوجل کے کسی کو نہ تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ کے لئے ان کا انتخاب خود فرمایا۔

جو حضرات اس معاملہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نفس پرستی کا الزام تھوپتے ہوئے نہیں تھکتے ہیں ان سے یہ مشورہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے

تعصب وعناد کو ترک کر کے ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا ایک ایسا شخص نفس پرست ہو سکتا ہے جو پچیس سال کی عمر سے پچاس سال کی عمر تک صرف ایک ایسی بیوی کے ساتھ رہے جو عمر میں اس سے ۱۵ ربرس بڑی ہو نیز جو پہلی بیوی کے وفات کے بعد ایک پچپن سال کی بیوہ سے نکاح کرے اور چار پانچ برس تک صرف اسی پر صبر کیئے رہے؟ جو اگر نفس پرستی کے لئے شادیاں کرنے کا ارادہ رکھتا تو معاشرے میں اسے اتنی زبردست مقبولیت وعزت وعظمت حاصل تھی کہ وہ جتنی اور جیسی حسین وجمیل باکرہ لڑکیوں کو اپنے نکاح میں لینا چاہتا ان کے والدین اپنے لئے فخر وعزت سمجھ کر اس کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے تیار ہو جاتے؟ جو ان سب کے باوجود ایک باکرہ لڑکی کے علاوہ اور بعد میں جتنی بھی شادیاں کرے بیوہ یا شوہر دیدہ یعنی ثیّبہ عورتوں سے ہی کرے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کے اعتراضات کرنے والوں کے ذہن میں ازدواجی زندگی کا صرف اور صرف شہوانی تصور ہی ہوتا ہے ان کے پست ذہن اتنی بلندی تک جا ہی نہیں سکتے کہ وہ اس عظیم انسان کے نکاح کے مقاصد کو سمجھ سکیں جو دراصل ایک نمایاں اور گراں قدر کام کی مصلحتوں کے پیش نظر کچھ خواتین کو اپنا شریک حیات اور شریک کار بنائے۔

رہا معاملہ ظلم کے الزام کا تو اس بابت بھی معترضین کے ذہن میں واقعہ کی صرف یہی تصویر رہتی ہے کہ ایک عمر رسیدہ آدمی نے ۹ رسال کی کم سن لڑکی سے نکاح کر کے محض ۱۸ رسال کی عمر میں اسے بیوہ چھوڑ دیا۔ جب کہ اسے دوسرے نکاح کی بھی اجازت نہیں تھی اور اسے ساری جوانی بیوگی کے عالم میں ہی گزارنی تھی۔ اس سطح سے اوپر اٹھ کر یہ لوگ کبھی اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ کرنا بھی نہیں چاہتے کہ جس عظیم کام کا فائدہ خلق خدا کو کسی محدود زمانے کے لئے نہیں

بلکہ ہمیشہ کے لئے اور کسی محدود و متعین علاقے میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں پہنچنے والا ہو، اس کام میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جانیں اور ان کے مال کا خرچ ہو جانا کوئی مہنگا سودا نہیں ہے۔ چہ جائے کہ صرف ایک خاتون کی جوانی اس میں کھپ جانے کو قربانی کی بجائے ظلم تعبیر کیا جائے اور وہ جوانی بھی اگر قربان ہوئی تو صرف اس حیثیت سے کہ اس کو ازدواجی زندگی کے لطف سے محروم ہونا پڑا۔ اس کے علاوہ معترضین کسی اور نقصان کی نشاندہی نہیں کر سکتے جو اس عظیم شخصیت کی حامل خاتون کو پہنچا ہو لیکن اس کے ساتھ تصویر کے اس پہلو پر بھی غور کیجئے کہ گھریلو زندگی کی تمام آسائشوں اور مشغولیتوں سے فارغ ہو کر اس عظیم ہستی نے اپنی پوری بقیہ زندگی کو عورتوں اور مردوں میں اسلام اور اس کے احکام و قوانین اور اس کے اخلاق و آداب کی تعلیم کو عام کرنے میں صرف کر کے کس قدر گراں قدر خدمات انجام دیں۔ علم حدیث کا جس کسی نے بھی مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعہ جتنا علم دین مسلمانوں کو پہنچا اور فقہ اسلامی کی جس قدر معلومات حاصل ہوئیں۔ اس کے مقابلے میں عہد نبوت کی عورتیں تو در کنار، مرد بھی کم ہی ایسے ہیں جن کی علمی خدمات کو پیش کیا جا سکے۔ اب آپ اس بات پر غور کریں کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح نہیں فرماتے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلیم و تربیت پانے کا موقع انہیں نہیں ملتا تو اسلام کا کتنا بڑا حصہ ہم تک پہنچے سے رہ جاتا۔ وہ صرف محدثہ ہی نہیں بلکہ فقیہہ، مفسرہ، مجتہدہ اور مفتیہ بھی تھیں جس کی تفصیل چند صفحات قبل بیان ہو چکی ہے۔ انہیں بالاتفاق مسلمان عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہ مانا جاتا ہے۔ اس عظیم تر اجتماعی فائدے کے مقابلے میں وہ تھوڑا سا ذاتی

نقصان کیا معنی رکھتا ہے جو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جوانی میں بیوہ ہو جانے سے پہنچا اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس معاملہ میں یہ اعتراض وہ عیسائی حضرات کرتے ہیں جن کے ہاں کسی اجتماعی مفاد کے بغیر محض بے مقصد تجرد کی زندگی بسر کرنا راہبوں اور راہبات کے لئے صرف قابل تعریف ہی نہیں بلکہ ایسا کرنا مذہبی خدمات انجام دینے والوں کے لئے لازم بھی ہے۔

اسی طرح جن لوگوں کو اس بات پر اعتراض ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۹ ربرس کی عمر میں زفاف کیا انہیں یہ نہیں معلوم کہ اسلام دین فطرت ہے اور فطری حیثیت سے اگر کسی لڑکی کا نشو ونما اتنا اچھا ہو کہ وہ اس عمر میں جسمانی طور پر بالغ ہو چکی ہو تو اس کا شوہر کے پاس جانا بالکل جائز و معقول ہے۔ صرف ایک غیر فطری اور غیر اخلاقی قانون ہی نکاح کے لئے لڑکے اور لڑکی کی ایک خاص عمر مقرر کر سکتا ہے کہ یہ قید صرف جائز ازدواجی تعلق ہی پر پابندی لگاتی ہے۔ نکاح سے باہر مردوں اور عورتوں کے آئے دن کے تعلقات پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگاتی۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایسے قوانین بنانے والوں کو نکاح کی عمر سے قبل زنا جیسے حرام اور قبیح فعل کے ارتکاب پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے کہ عملی طور پر ان کے یہاں ۹-۱۰ ارسال کی لڑکیاں اور لڑکے آزادانہ جنسی عمل کرتے ہیں، جس کے پاداش میں اگر کوئی لڑکی "کنواری ماں" بن جائے تو ان کی ساری ہمدردیاں اسی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اس وقت کوئی اعتراض نہ تو متاثرہ لڑکی پر ہوتا ہے اور نہ اس لڑکے پر ہی ہوتا ہے جس نے نکاح کی عمر سے قبل ایک لڑکی کو ماں بنایا۔ اس قدر رذیل اور گھٹیا اخلاقی اقدار رکھنے والے آخر کس منہ سے اسلام کے اس قانون پر اعتراض کرتے ہیں کہ جسمانی طور پر جو لڑکے لڑکیاں بالغ ہوں انہیں کا نکاح

جائز و درست ہے اور اس کے لئے کسی خاص عمر کی شرط نہیں ہے؟ شادی کے لئے قانونی طور پر ایک عمر مقرر کر دینے کا صاف مطلب ہے کہ عمر کے اس حصہ کو پہنچنے سے پہلے عقد حلال نہیں ہو سکتا، خواہ فعل حرام کا ارتکاب کتنا ہی ہوتا رہے۔

حضرت صدیقہ کے اقارب:

(۱) ام رومان کنانیہ۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ محترمہ ہیں، جن کا انتقال رمضان شریف ۶ر ہجری میں ہوا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی قبر میں خود اترے تھے اور یہ فرمایا تھا:

"أللهم لاتخف عليك مالقيت أم رومان فيك و في رسولك."
(الاستيعاب ج ۱، ص ۹)

ترجمہ: الٰہی تجھ سے مخفی نہیں کہ ام رومان نے تیرے لئے اور تیرے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے لئے کیا کچھ برداشت کیا ہے۔

یہ بھی فرمایا: "من سره أن ينظر الى إمرأة من الحور العين فينظر الى أم رومان" (الإستيعاب، ج ۱، ص ۹)

ترجمہ: اگر کوئی شخص حوران جنت میں سے کسی عورت کا دیکھنا پسند کرتا ہو تو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔

(۲) حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے حقیقی بھائی ہیں، عرب کے بہادروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ جنگ یمن میں فتح گویا ان ہی کی شجاعت و جواں مردی سے ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے، جن میں حضرت امام حسین اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ جب یزید کے ولی عہدی کا ذکر کیا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے جواب میں لکھا تھا۔

أهر قلية إذا مات كسرى قام كسرى مكانه لا نفعل و الله ابدا. " کیا یہ بھی دنیا کی سلطنت ہے کہ جب کسری مر گیا تو دوسرا اس کی جگہ کسری بن بیٹھا۔ بخدا ہم ایسا کبھی نہ کریں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا بھی صحابی ہے۔ اس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان میں چار نسلیں صحابی ہیں اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی وفات پر مندرجہ ذیل دو اشعار بطور تمثیل پڑھی تھیں۔

کنا کندما فی جذیمة حقبة　　من الدهذ حتی قیل لن یتصدّعا

فلما تفرقنا کأنّی و مالکا　　لطول إجتماع لم نبت لیلة معا

ترجمہ: ہم دونوں نعمان کے مصاحبوں کی طرح ایسے اکٹھے رہتے تھے کہ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ کبھی جدا ہی نہ ہوں گے۔ لیکن جدائی ہوئی تو فراق میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کبھی ایک رات بھی اکٹھے نہ رہے تھے۔

(۳) طفیل بن سنجرہ ان کا اخیافی بھائی ہے۔

(۵) ذات النطاقین حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علاتی بہن ہیں۔ ۱۸ لوگوں کے اسلام لانے کے بعد انھوں نے اسلام لایا تھا۔ تقریباً سو سال کی عمر میں جمادی الاولیٰ ۷۳ھ میں وفات پائی۔ حضرت اسماء زبیر بن العوام کی بیوی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔

(۴) عبداللہ بن فضالہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رضاعی باپ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ابوعائشہ کنیت بتاتے

تھے۔ بصرہ کے قاضی ہو گئے تھے۔ عبداللہ اور فضالہ دونوں صحابی تھے۔

(۶) محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے علاّتی بھائی ہیں۔ جو امیر المومنین حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ربیب ہیں۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے دروان ان کو مصر کا حاکم بنایا تھا۔

(۷) ان کے علاّتی بھائی حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں، جو غزوۂ حنین میں زخمی ہو کر اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پائے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو ان کے حقوق کے متعلق جو فرمان دیا تھا۔ اس کے کاتب یہی عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ (کتاب الخراج، ص ۴۱)

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک اور بہن ہیں، جو اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وفات سے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں۔

(۸) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک لونڈی بریرہ تھی۔ عبد الملک کا بیان ہے کہ سلطنت ملنے سے قبل وہ مدینہ میں بریرہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بریرہ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ عبدالملک تجھ میں کچھ خصلتیں اچھی ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ تیری شان کے مطابق سلطنت ہے پس اگر تو صاحب سلطنت ہو گیا تو خونزیزی سے بچنا کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"إن الرجل ليدفع عن باب الجنة بعد أن ينظر إليها بملاء محجمة من دم يريقه من مسلم بغير حق. (الإستيعاب، ج ۱، ص ۷۹۲)

ترجمہ: کوئی شخص جنت کے قریب پہنچ جائے گا یہاں تک کہ اسے دیکھنے لگے۔ پھر اسے داخل ہونے سے روک دیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے بے وجہ مسلمانوں کا بہت سا خون کیا ہوگا۔

حضرت صدیقہ کی مرویات

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کتب معتبرہ میں دو ہزار دو سو حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے بخاری و مسلم میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں۔ صرف بخاری شریف میں چون اور صرف مسلم شریف میں سرسٹھ ہیں بقیہ دو ہزار سترہ حدیثیں تمام کتابوں میں ہیں۔ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے بہت حضرات نے ان سے روایتیں لی ہیں۔

وفات

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت و معاشرت میں بالاتفاق ۹ رسال تک رہیں یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت ان کی عمر شریف اٹھارہ سال تھیں۔ ہاں! اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان کا وصال کب ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی وفات ۵۵ھ میں ہوئی تھی۔ جب کہ واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق وہ منگل کے دن ۱۷ ررمضان شریف ۵۸ھ میں چھیاسٹھ سال کی عمر شریف میں پردہ فرمائیں اور یہ وصیت فرمائی تھیں کہ رات کے وقت بقیع شریف میں دفنایا جائے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی تھیں۔ اس زمانے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ تھے۔ مدینہ طیبہ میں مروان ان کا حاکم تھا اور قاسم بن محمد بن ابو بکر اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم ان کے متولی ہوتے تھے۔

یہ بات واضح رہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات طبعی تھی روافض یہ جو افتراء بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کنواں کھود کر اوپر سے منہ بند کر دیا اور پھر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ضیافت کے لئے بلایا تو وہ اس کنویں میں گر پڑیں اور اس طرح وہ وفات پا گئیں یہ سب غلط اور بے بنیاد باتیں ہیں۔

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح کے مقدم اور مؤخر ہونے کی تفصیلی بحث

امام احمد، طبرانی، ابن جریر طبری اور بیہقی نے ایک مفصل روایت کی ہے، جس میں یہ ذکر ہے کہ جب ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیوی خویلہ بنت حکیم السلیمیہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ شادی کریں گے؟ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کس سے کروں؟ انہوں نے کہا آپ کنواری چاہیں تو وہ بھی موجود ہے، بیوہ چاہیں تو وہ بھی حاضر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کنواری کون؟ انھوں نے کہا تمام خلق میں جو شخص آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اس کی بیٹی، یعنی (حضرت) عائشہ بنت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا بیوہ کون؟ انھوں نے عرض کیا سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جو آپ پر ایمان لائیں اور جنھوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں جگہ جا کر بات کرو۔

پہلے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کے ہاں گئیں اور ان کی اہلیہ ام رمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کیسی خیر و برکت سے اللہ نے تمہیں نواز دیا ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا؟ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے پیغام

دے کر بھیجا ہے۔ ام رمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو آ جانے دو۔ وہ جب تشریف لائے تو ام رمان نے ان سے کہا اللہ نے کیسی خیر و برکت سے آپ کو نواز دیا ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے پاس عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے پیغام بھیجا ہے۔ انھوں نے کہا کیا وہ ان کے لئے جائز ہے؟ وہ تو ان کی بھتیجی ہے۔ حضرت خویلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور یہ بات عرض کی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے کہو تم میرے دینی بھائی ہو۔ تمہاری بیٹی میرے لئے جائز ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہی جواب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچا دیا۔ انھوں نے کہا ذرا انتظار کرو۔ یہ کہہ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلئے گئے۔ ام رمان نے خولہ سے کہا مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لئے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو مانگا تھا اور خدا کی قسم ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی کسی سے وعدہ کر کے اس کے خلاف نہیں کیا۔ ادھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطعم کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کے پاس اس کی بیوی جو کہ اس لڑکے کی ماں تھی، جس کے لئے مطعم نے پیغام بھیجا تھا، بیٹھی ہوئی تھی، وہ بولی اے ابو بکر! ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر ہم اپنے لڑکے کا بیاہ تمہارے ہاں کر دیں تو تم ہمارے لڑکے کو بھی دین سے پھیر دو گے۔ یہ جواب سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطعم سے پوچھا "جو کچھ یہ کہہ رہی ہے یہی تمہارا قول بھی ہے" اس نے کہا وہ کہتی ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے یہاں سے نکل آئے۔ اور اللہ نے اس مخمصے سے ان کو نکال دیا جس میں وہ مطعم سے وعدہ کر کے پھنس گئے تھے، پھر انھوں نے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

کہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میرے ہاں بلا لاؤ۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ کو بلا لائیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کر دیا۔ اس وقت وہ ۶ ربرس کی تھیں۔

اس کے بعد حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں سے نکل کر حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گئیں اور کہا کیسی خیر و برکت ہے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم کو نواز دیا ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا؟ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام دے کر مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ انھوں نے کہا میرے باپ سے اس کا ذکر کرو۔ وہ بہت بوڑھا آدمی تھا۔ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے پاس گئیں اور "جاہلیت کے طریقے پر اسے سلام کر کے پہلے اپنا تعارف کرایا اور پھر کہا مجھے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سودہ کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔ اس نے کہا جوڑ تو بہت اچھا ہے۔ مگر تمہاری سہیلی کیا کہتی ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا وہ بھی اس رشتے کو پسند کرتی ہیں۔ اس نے حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا کر ان کی مرضی پوچھی اور جب انھوں نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تو اس نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ہاں بلا کر نکاح کر دیا۔ بعد میں حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی عبد بن زمعہ حج کر کے آیا تو یہ سن کر کہ اس کی بہن کی شادی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوگئی ہے، اس نے اپنے سر پر خاک ڈالنی شروع کر دی۔ پھر جب یہ صاحب خود مسلمان ہو گئے تو کہتے تھے کہ میں اس وقت کیسا بے وقوف تھا کہ اپنی بہن سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح پر میں نے اپنے سر پر خاک ڈالی۔

اس روایت سے نہ صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ام المومنین حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلے ہوا تھا۔ بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے ۱۰ھ بعد بعثت کے ماہ شوال میں جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوا اس وقت وہ ۶/برس کی تھیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شوال ۱۰/ بعد بعثت میں ۶/سال کی تھیں تو ہجرت کے وقت ان کی عمر ۹/سال ہونی چاہئے تھی اور معتبر روایت کی رو سے جب شوال ۲ ہجری میں ان کی رخصتی ہوئی تو انہیں گیارہ سال کی ہونی چاہیے۔ حالانکہ تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ۶/سال کی عمر میں ہوا اور رخصتی ۹/سال کی عمر میں میں ہوئی۔ اس سوال کا جواب بعض علمائے کرام نے یہ دی ہے کہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی ہجرت کے سات مہینے بعد ہوئی اور حافظ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ لیکن امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ میں اور علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں قطعیت کے ساتھ کہا ہے کہ رخصتی ۲ ہجری میں ہوئی تھی۔

حضرت حافظ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوۂ بدر سے واپس تشریف لانے کے بعد شوال ۲ھ میں ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ امام نووی اور علامہ عینی دونوں نے اس قول کو واہی قرار دیا ہے کہ یہ رخصتی ہجرت کے سات مہینے بعد ہوئی۔ اس کے بعد لازمی طور پر ایک دوسرا سوال یہ ابھر کر سامنے

آتا ہے کہ اگر رخصتی ۲ھ میں ہوئی تو پھر نکاح کی تاریخ کونسی تھی جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے وقت کی عمر شریف ۶ر سال اور زفاف کے وقت کی عمر ۹ر سال سے مطابقت رکھتی ہو۔ اس کا جواب حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس حدیث سے ملتا ہے جو انھوں نے عروہ بن زبیر کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ اس میں حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہجرت سے تین سال پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی، دو سال یا اس کے قریب ٹھہرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا جب کہ وہ ۶ر سال کی تھیں۔ پھر ۹ر سال کی عمر میں ان کی رخصتی ہوئی۔ اس سے حساب بالکل صحیح بیٹھتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ۶ر سال کی عمر میں ہجرت سے تقریباً ایک سال پہلے ہوا اور زفاف ۲ھ میں ہوا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن حضرت حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ عروہ چونکہ اس طرح کی روایات ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سن کر ہی بیان کرتے ہیں اس لئے اسے متصل کے ہی حکم میں سمجھنا چاہئے۔ خیال رہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے۔ اس لئے اپنی خالہ صاحبہ کے متعلق جو بات وہ بیان کرتے تھے وہ ان سے سن کر ہی بیان کرتے تھے، خواہ روایت میں ان کا حوالہ انہوں نے دیا ہو، یا نہ دیا ہو۔

(سیرت سرور دو عالم، ص ۸-۶۲۷)

☆

باب سوم
سیدہ حفصہ
حیات وخدمات

ام المومنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

ام المومنین حضرت سیدہ حفصہ بنت عمر (امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ ان کی اور ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ماں عثمان بن مظعون کی بہن زینب بنت مظعون ہیں۔

ان کا پہلا نکاح

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی السلمیٰ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین میں سے تھے۔ انھوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی تھی۔ ہجرت میں ام المومنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ کے ساتھ ساتھ تھیں۔ آپ نہایت ہی بہادر، جنگجو اور جاں نثار مجاہد تھے۔ آپ کی بہادری کا یہ عالم تھا کہ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے ہر قسم کے مسائل و مشکلات سے نمٹنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ ان کے وصال کے سلسلے میں مؤرخین کے ہاں اختلاف ملتا ہے۔

ایک قول کے مطابق غزوۂ بدر میں ان کو جو شدید زخم لگے تھے انہیں کی وجہ سے مدینہ منورہ میں وصال فرمائے اور ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ غزوۂ احد میں شہید

ہوئے۔ان میں پہلا قول راجح اور مشہور ہے۔(سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۱۱،ص ۱۸۴)
آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس جنگ میں زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہی تھیں اور مرہم پٹی کی خدمات انجام دینے میں سرگرم تھیں۔لیکن واہ رے ان کے صبر و شکر کا عالم کہ اسی جنگ کے دوران اپنے سہاگ کو لٹتے ہوئے دیکھ کر بھی انھوں نے انتہائی حوصلہ مندی کے ساتھ اپنا کام جاری رکھا۔ جنگ ختم ہوگئی۔ حضرت خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔اس شہادت کی وجہ سے ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل پر جو کچھ گذرا ہوگا اس کا صحیح اندازہ وہی عورت لگا سکتی ہے، جس کا سہاگ لٹ جائے۔ حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو غم واندوہ سے پر مشکل گھڑی آن پڑی اس کی ٹیس اور کسک آپ کے والدین کیوں کر نہ محسوس کرتے؟ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی پارسا اور نیک لخت جگر کے مستقبل کی فکر ستانے لگی۔

حضور سے نکاح کی تفصیل

امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت حفصہ کی پیشکش کی۔لیکن انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کی خاموشی سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوئے پھر انھوں نے حضرت عثمان غنی (ذوالنورین) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا، کیوں کہ ان کی بیوی سیدہ رقیہ بنت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتقال بھی انہیں دنوں میں ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً کہا: آج کل تو میں شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی

اور عرض کیا کہ میں نے ان سے حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی پیشکش کی تھی مگر انھوں نے منظور نہیں کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یتزوج حفصة من هو خير من عثمان و يتزوج عثمان من هي خير من حفصة۔ (اسد الغابه۔ ج ۷۔ ص ٦٧)

ترجمہ: حفصہ کی شادی اس سے ہوگی جو کہ عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کی شادی اس سے ہوگی جو حفصہ سے بہتر ہے۔

خیال رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض بھی کیا تھا چنانچہ ایسا ہی واقع بھی ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عثمان کا نکاح کر دیا۔ اور خود اپنے لیے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق پیام بھیجا۔ پیام ملنے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کر دیا۔ امام زہری اور اکثر علمائے کرام کے مطابق یہ شادی ہجرت کے تیسرے سال ہوئی جب کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق ۲ھ میں ہوئی۔ (اسد الغابہ۔ ج ۷، ص ٦٨)

شادی کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور فرمایا: شاید تم مجھ سے اس بات پر خفا ہو گئے ہو کہ تم نے مجھ سے حفصہ سے شادی کی پیش کش کی اور میں خاموش رہا۔ انھوں نے کہا ہاں! حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: تمہاری پیشکش کا جواب نہ دینے کی واحد وجہ یہ تھی

کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حفصہ کو یاد فرمایا ہے اس لیے میں آپ کے راز کو فاش نہیں کر سکتا تھا۔ اگر آپ حفصہ سے نکاح نہ کرتے تو میں ان کو ضرور قبول کر لیتا۔

اس شادی کے مقاصد

ایسے حالات میں جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صاحبزادی کے مستقبل کے تئیں کافی پریشان تھے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لے کر ایک ساتھ کئی دینی و دنیوی مقاصد کو حاصل کیا۔ ان مقاصد میں سب سے اہم اور نمایاں دو مقاصد ہیں۔

(۱) اس نکاح کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے معزز اور بزرگ صحابی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے خسر و کا درجہ دے کر انہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صف میں کھڑا کر دیا۔ دراصل رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو امتیازی اعزاز حاصل ہے اس سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ محروم رہیں۔

(۲) دوسرا اہم مقصد یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شادی کے ذریعہ دین اسلام کی اس عظیم اور مخلص مجاہدہ کے لیے سہارا بنے اور انہیں دنیا و آخرت میں عزت و عظمت کا بلند مقام عطا فرمایا جس نے خدمت اسلام کی خاطر اپنے سہاگ تک کو قربان کر دیا تھا۔ اس نکاح کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکیمانہ و مشفقانہ عمل سے تعبیر کیا جائے گا نہ کہ آپ پر بدنیتی پر مبنی بہتان طرازی کی جائے گی جیسا کہ مستشرقین کیا کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک طلاق رجعی دی۔ جب اس کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔ اس کے بعد حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وحی لے کر تشریف لائے اور فرمایا:

راجع حفصة فانها قوامة صوامة و انها زوجتك فی الجنة.
(المواهب اللدنیه۔ ج ۲، ص ۸۳)

ترجمہ: حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے رجوع فرمالیں کیوں کہ وہ عبادت میں مشغول رہنے والی اور روزے کی پابند ہیں اور وہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ مطہرہ ہوں گی۔

آپ کی مرویات

ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کتب متداولہ میں ۶۰ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے چار متفق علیہ یعنی بخاری شریف ومسلم شریف دونوں میں ہیں۔ چھ صحیح مسلم شریف میں اور بقیہ پچاس دیگر کتب احادیث میں ہیں۔

اقارب

(۱) امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد مکرم ہیں۔ وہ امیر المؤمنین (اول) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وفات کے بعد ۱۳ھ میں خلیفہ کے عہدہ سے سرفراز کئے گئے اور کسی ایک شخص نے بھی ان کے دست اقدس پہ بیعت کرنے سے انکار نہیں کیا تھا اور نہ تأمل کیا تھا۔ دس سال چھ ماہ تک اس عظیم عہدے پر فائز رہے۔ ۲۴/ذی الحجہ ۲۳ھ کو شہید ہوئے۔ زخمی ہونے کے

بعد انھوں نے اپنے قاتل کی تفتیش کرائی۔ جب ان کو پتہ لگا کہ وہ عجمی غلام ابولولو نصرانی ہے۔تب فرمایا "الحمد لله الذی لم یجعل قتلی بید رجل یحاجنی بلا اله الا الله" خدا کا شکر ہے کہ میرا قتل ایسے شخص کے ذریعہ نہیں ہوا جو لا الہ الا اللہ کا سہارا لے سکتا ہو۔

(۲) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے بھائی ہیں۔وہ ۷۳ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔

(۳) حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ بہت ہی قدیم الاسلام تھیں۔ وہ حضرت ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ہیں۔ان کا ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں وصال ہوا تھا۔حضرت بنت مظعون کا سلسلۂ نسب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کعب میں جا ملتا ہے اور ام المؤمنین کی نانی کا سلسلۂ نسب بھی کعب میں شامل ہوتا ہے۔

(۴) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اسلام قبول کرنے میں ۱۴ویں نمبر پہ ہیں، حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ماموں ہیں۔ حضرت مظعون ذوالہجر تین مہاجرین میں سے مدینہ میں سب سے پہلے وفات پائے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کفنانے کے بعد ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا اور اپنے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر ان کے قریب بنا کر فرمایا تھا "الحق بالسلف الصالح منہ"۔

وفات

ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاریخ وصال کے سلسلے میں کئی اقوال ملتے ہیں۔ایک قول کے مطابق شعبان المعظم ۴۵ھ کو مدینہ

منورہ میں آپ کا وصال ہوا۔ مدینہ کے امیر مروان بن حکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعض راستے تک جنازہ کو لے گئے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر تک لے گئے اور ان کے بھائی عبداللہ اور عبداللہ کے بیٹوں سالم، عبداللہ اور حمزہ نے ان کو قبر میں اتارا۔ ابوبکر بن ابوخیثمہ کے قول کے مطابق ۱۴۱ھ میں وصال ہوا۔ ایک قول کے مطابق امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں وصال ہوا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، ج ۱۱، ص ۱۸۶)

باب چھارم
سیدہ اُمّ حبیبہ
حیات وخدمات
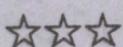
ام المومنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

ام المومنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رملہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی ایک مخلص مومنہ ہونے کے ساتھ ساتھ پاکیزہ ذات، حمیدہ صفات، جواد اور بلند ہمت خاتون تھیں۔ ام حبیبہ ان کی کنیت ہے۔ اسی سے زیادہ مشہور ہوئیں۔

حضرت ام حبیبہ کے نام کی تحقیق

ان کے اصل نام کے سلسلہ میں دو اقوال ملتے ہیں (۱) رملہ بنت ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس (۲) بعض لوگوں کے مطابق ''ہندہ'' لیکن ان دونوں میں زیادہ صحیح پہلا قول ہے۔ ان کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس تھی جو امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان بن العاص کی پھوپھی تھیں۔ یہ اسلام کی کٹر دشمن تھیں۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ج ۸، ص ۱۴۰)

حضرت ام حبیبہ کا پہلا نکاح

ام المومنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آنے سے قبل حضرت عبداللہ بن جحش الھندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عبد اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ آپ نہایت قدیم الاسلام تھیں اور مذہب اسلام کی خاطر اپنے وطن عزیز، قبیلہ، گھر اور والدین تک کو تیاگ کر اپنے شوہر عبداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی تھیں۔ عبید اللہ بن جحش حبشہ میں شراب کا عادی ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ عیسائیوں میں بیٹھا کرتا تھا اور پھر ان سے متاثر ہو کر مرتد بھی ہو گیا، عیسائیت

قبول کرلیا اور اسی حالت میں اس کا انتقال بھی ہو گیا۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دین اسلام پر قائم رہیں یہاں تک عبیداللہ بن جحش کی بہت کوششوں کے باوجود بھی اس سے برأت کا اظہار کر دیا۔

وطن، قبیلہ، گھر اور والدین وغیرہ کو چھوڑ کر تو وہ ہجرت کر ہی لی تھیں۔ اپنے خاوند کو چھوڑنے کے بعد دیار غیر میں اب وہ بالکل ہی بے یار و مددگار ہو گئیں تھیں۔ ان کے ساتھ ان کی بیٹی حبیبہ بھی تھیں۔ مکہ مکرمہ دوبارہ واپس جانے کے لیے تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں، کیوں کہ ان کے والدین اسلام کے بہت ہی بڑے دشمنوں میں سے شمار کیے جاتے تھے۔ مکہ واپس جانے کا سیدھا مطلب تھا کہ یا تو انہیں اسلام کو چھوڑنا پڑتا یا پھر اسلام پر قائم رہ کر اپنی جان کو قربان کرنا پڑتا۔ اس لیے وہ کسی طرح کسمپرسی کی حالت میں حبشہ ہی میں زندگی گذار رہی تھیں۔

حضور سے نکاح کی تفصیل

اسی دوران ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک خواب دیکھا جس کے بارے میں وہ خود فرماتی ہیں کہ ''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے "یا ام المؤمنین" کہہ کر پکار رہا ہے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اپنے عقد میں لیں گے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دین کی اس مخلص مجاہدہ، جنہوں نے دین اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا، کی پریشانیوں کو ختم کر کے انہیں سہارا بہم پہنچانے کے لیے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حبشہ کے شاہ نجاشی کے پاس بھیجا کہ وہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لیے پیام دیں اور نکاح کریں۔ بادشاہ نے اپنی لونڈی ''ابرہہ'' کو ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس

بھیجا۔ وہ اس سے قبل خواب میں دیکھ ہی چکی تھیں کہ کوئی شخص انہیں ''یا ام المؤمنین'' کہہ کر مخاطب کر رہا ہے۔ اب شاہ حبش کی لونڈی سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا پیام نکاح سن کر وہ بہت خوش ہوئیں وہ جتنی خوش ہوئی ہوگی اس کا اندازہ صرف انہیں کو ہے۔ انھوں نے اس پیام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور شکرانہ میں لونڈی کو اپنا کنگن اور چاندی کی انگوٹھی بطورِ انعام عطا کر دیا۔ اس کے بعد ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کہ حبشہ میں موجود تھے وکیل بنایا۔ نجاشی نے نکاح کی مجلس خود منعقد کی جس میں حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حبشہ کے دیگر مسلمان بھی شامل ہوئے۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا۔

الحمد للّٰه الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتبكر۔ أشهد أن لا اله الا الله و أشهد أن محمدا عبده و رسوله أرسله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و لوكره المشركون أما بعد فقد أجبت الىٰ مادعىٰ اليه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و قد اصدقتها اربع مأة ديناراً.

اس کے بعد دیناروں کو حاضرین کے سامنے ڈال دیا۔ پھر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وکیل تھے خطبہ پڑھا:

الحمد لله أحمده و أستعينه و أستغفر الله و أشهد أن لا اله الا اللّٰه وحده لاشريك و أشهد ان محمدا عبده و رسوله ارسله بالهدىٰ و دين الحق ليظهره علىٰ الدين كله و لوكره المشركون۔ اما بعد فقد اجبت الىٰ مادعىٰ رسول الله صلى الله

تعالیٰ علیه وسلم و زوجته أم حبيبة بنت أبی سفيان. فبارك الله لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم فيها.

اس کے بعد شاہ حبش نجاشی نے دیناروں کو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کیا۔ انھوں نے لے لیا پھر سب نے جانا چاہا لیکن نجاشی نے انہیں بیٹھا لیا اور یہ بیان کیا "ان من سنة الانبياء اذا تزوجوا ان يؤكل طعام علی التزويج" یعنی انبیائے کرام کی سنت سے ہے کہ جب شادی کرو تو ترویج پر (مجلس نکاح میں) کھانا کھلایا جائے۔ پھر اس نے کھانا منگایا اور جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا۔ مہر کی مقدار کتنی تھی اس سلسلے میں دو اقوال ملتے ہیں۔ پہلے قول کے مطابق چار سو دینار جب کہ دوسرا قول چار ہزار دینار کا ہے۔ ان دونوں اقوال میں پہلا انسب ہے۔ (سبل الهدیٰ والرشاد ج ۱۱، ۱۹۳ یہی مقدار اسد الغابة فی معرفة الصحابة میں بھی ہے ج ۷، ص ۱۱۶)

بہر کیف! ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان میں سے پچاس مثقال سونا نجاشی کی اس ابرہہ باندی کو بھیجا اور معذرت کی کہ اس روز جب کہ تم خوش خبری لائی تھی واقعہ کے مطابق انعام نہ دے سکی تھی۔ لیکن نجاشی نے ان زیوارت کو جنہیں ام المؤمنین نے خوشخبری دینے کے وقت باندی کو عطا کیا تھا اور اس پچاس مثقال سونا کو بھی دوبارہ ام المومنین کے پاس لوٹا دیا کہ آپ ان چیزوں کی مستحق ہیں کیوں کہ آپ اپنے شوہر کی خدمت میں جا رہی ہیں۔ نجاشی نے ان سے کہا کہ میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ بارگاہ رسالت میں میرا اسلام عرض کر دیں اور یہ عرض کر دیں کہ میں آپ کے صحابہ کے دین پر ہوں اور ہمیشہ درود و سلام بھیجتا رہتا ہوں۔ نجاشی کی عورتوں نے ام المومنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے عطر و خوشبو وغیرہ بھی بھیجیں۔

صحیح حدیث کے مطابق جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس عقد کے استحکام کی خبر پہونچی تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ لانے کے لیے بھیجا۔ نجاشی نے حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عزت و تکریم کے ساتھ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ بھیج دیا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان سے زفاف فرمایا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو نجاشی کے اسلام کی اطلاع ہوئی تو آپ نے جواب میں فرمایا ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲۔ ص ۴۲۳)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح مشہور قول کے مطابق ۷ھ میں ہوا تھا۔ جب کہ ایک قول ۶ھ کا بھی ہے۔ (ان دونوں قول کے راوی حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں)

اس شادی کے اثرات

اس نکاح کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان کے غم اور پریشانیوں کو دور فرمایا بلکہ اس نکاح سے بے شمار سیاسی فوائد بھی حاصل ہوئے۔ جی ہاں! ابوسفیان اور اس کا قبیلہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو نسب میں اپنے برابر سمجھتا تھا اس لیے اسے اس نکاح پر کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ ابوسفیان نے اس نکاح کی خبر سن کر لاکھ دشمنی کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ اس رشتے پر فخر و مباہات کا اظہار بھی کیا تھا۔ اگر ابوسفیان رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنے ہم پلہ نہیں سمجھتا تو اس کی دشمنی میں اور اضافہ ہو جاتا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک نئے جوش کے ساتھ حرکت میں آتا۔ لیکن اس کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نکاح کی وجہ سے ان کی دشمنی میں بہت کمی آگئی۔ یہی وجہ ہے کہ ابوسفیان اس کے بعد کبھی بھی اسلام کے خلاف کسی کارروائی کی قیادت نہیں کی۔ خیال رہے کہ قوم قریش کا نشان جنگ ابوسفیان کے گھر میں رہتا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو قوم کے ہر فرد کے اوپر آبائی ہدایات اور قومی روایات کی اتباع لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوری طور پر جمع ہو جائیں۔ اسلام کے خلاف اکثر جنگوں میں ابوسفیان ہی نے لشکر قریش کی قیادت کی۔ لیکن اس نکاح کے بعد اس نے قیادت نہیں کی تھی۔

ابوسفیان کا غرور چکناچور

امام اہل سیر حضرت ابن اسحٰق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان صلح حدیبیہ کے بعد تجدید صلح کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ اس دوران وہ اپنی بیٹی ام المومنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی ملنے کے لیے گیا، اس نے چاہا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھے، لیکن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جائز نہ جانا اور بستر کو فوراً لپیٹ دیا۔ ابوسفیان حیران رہ گیا۔ پوچھا بیٹی! کیا تم مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھتی یا تمہارا خیال ہے کہ یہ بستر میرے شایان شان نہیں؟ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ بستر طاہر و مطہر ہے اور تم نجاست شرک سے آلودہ ہو۔ اپنی لخت جگر کے دل مین اپنے سب سے بڑے دشمن کے تئیں یہ محبت دیکھ کر ابوسفیان کا سارا غرور چکنا چور ہو گیا۔ اس کے بعد وہ زیادہ عرصہ تک اسلام سے دور نہ رہ سکا اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس طرح اس نکاح نے پہلے کفار مکہ کی اسلام دشمنی کی شدت کو کم کیا۔ پھر اس نکاح کی برکت سے سردار قریش ابوسفیان کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور اس کے بعد لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل

ہوتے چلے گئے۔(ضیاء النبی، ج ہفتم، ص ۵۱۲)

آپ کی مرویات

ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کل 65 احادیث کریمہ مروی ہیں ان میں سے دو متفق علیہ ہیں، ایک صحیح مسلم شریف میں اور دیگر کتب احادیث میں۔62 احادیث مروی ہیں۔

ان سے ان کی بیٹی حبیبہ، ان کے بھائی معاویہ اور عتبہ، ان کا بھتیجا عبداللہ بن عتبہ بن ابوسفیان۔ ان کی بہن کا لڑکا ابوسفیان بن سعید بن مغیرہ بن اخنس ثقفی۔ ان کے غلام اور باندیاں۔ سالم بن سوال، ابوالجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ام سلمہ، عروہ بنت زبیر، ابوصالح السمان اور دوسرے لوگوں نے حدیثیں روایت کی ہیں۔(الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، ج ۸۔ص ۱۴۲)

اقارب

(۱) ابوسفیان صخر بن حرب ان کے والد گرامی ہیں جو ابتداء میں سب سے مشہور ومعروف دشمن اسلام اور جاہلیت میں قریش کے سب سے مشہور سردار تھے۔ غزوۂ احد میں بھی وہ کافروں کی فوج کے سردار تھے اور غزوۂ خندق میں بھی قریش اور خلفائے قریش اس کے ماتحت تھے۔ فتح مکہ مکرمہ سے ایک دو روز قبل وہ اسلام قبول کیے۔ پھر جنگ حنین اور طائف میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ حاضر ہوئے۔ جنگ یرموک میں نہایت استقامت و پامردی دکھائی اور رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو کمال دلیری سے آگے بڑھاتے رہے۔ ۹۶ سال کی عمر میں ۳۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(۲) ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سگے بھائی یزید بن ابوسفیان ہیں جو کہ یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ فتح مکہ کے دن حلقہ بگوش

اسلام ہوئے تھے اور عمدہ اسلام سے مشرف تھے۔ فتح شام کے لیے جن سرداروں کو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مامور فرمایا تھا ان میں یزید بن ابوسفیان بھی تھے۔ ان کا وصال ۱۹ھ میں ہوا۔ اس وقت پورے شام میں انہیں کی حکومت تھی۔

(۳) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ کی طرف سے بھائی ہوتے ہیں، ماں کی جانب سے نہیں۔ دونوں کی ماں الگ الگ تھیں۔ وہ شام میں ۲۰ ر سال تک ماتحت خلافت امیر رہے اور پھر ساڑھے انیس سال شام کی سلطنت کی۔ یہ سلطنت بنی امیہ کے بانی بھی تھے۔ بیاسی سال کی عمر میں ۲۲ ر جب المرجب ۶۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۴) حضرت حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی ہیں جو کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ربیبہ ہیں۔ یہ حبش سے اپنی والدہ کے ساتھ آئیں تھیں۔

وفات

ام المومنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاریخ وصال کے باب میں تین اقوال ملتے ہیں۔

☆ حضرت ابن سعد اور ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطابق ان کا وصال مدینہ منورہ میں ۷۷ھ میں ہوا۔

☆ ابن حبان اور ابن قانع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ ۴۲ھ میں ہوا۔

☆ اور حضرت ابن ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ۵۹ھ میں ہوا۔ یہ قول بعید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، ج ۸/ص ۱۴۲)

اہل سیر بیان فرماتے ہیں کہ جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے
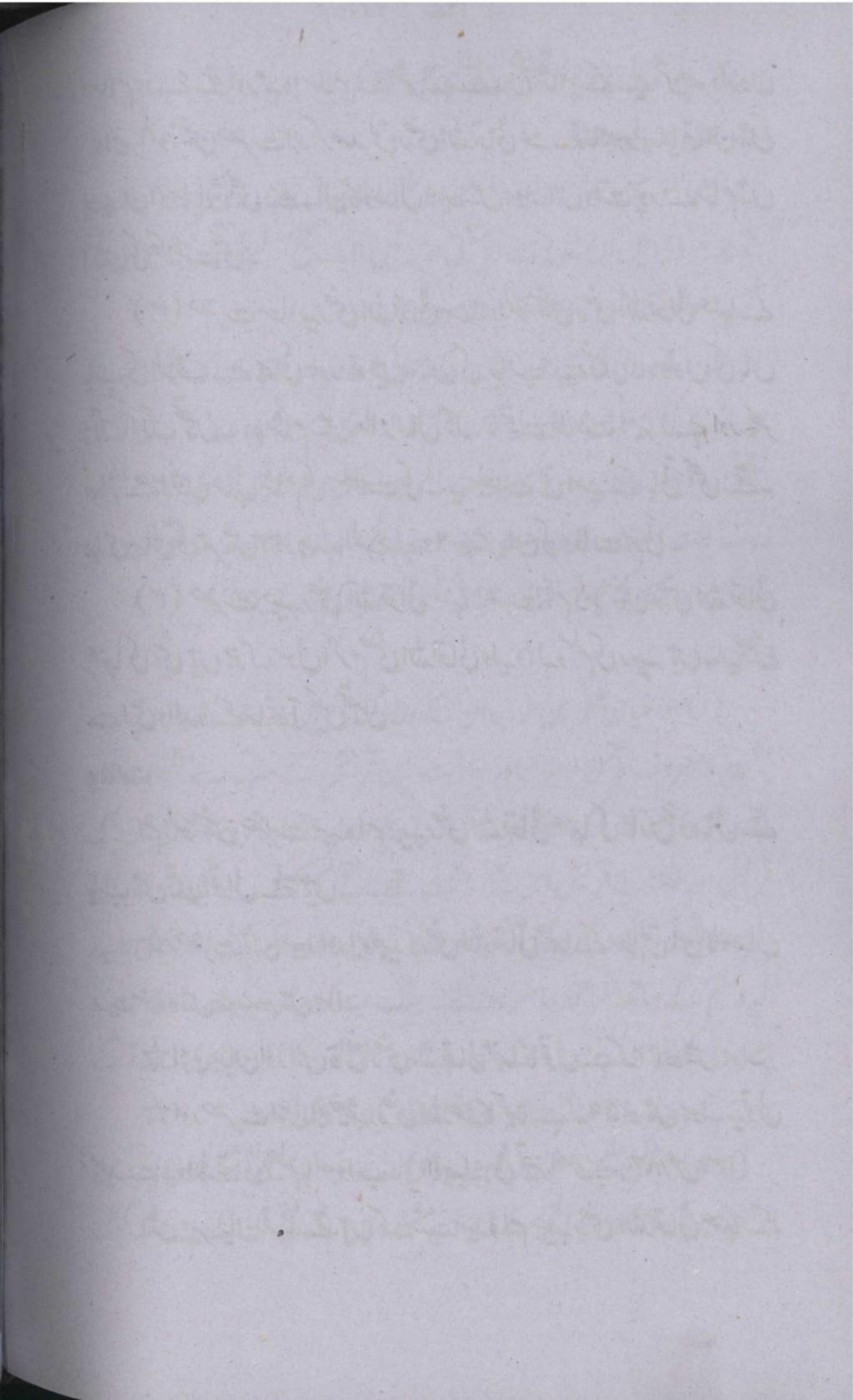
باب پنجم
سیدہ اُمّ سلمہ
حیات و خدمات

ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ (ہند) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب اس طرح ہے ام سلمہ بنت ابو امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابن یقظہ بن مرۃ بن کعب بن لوی، آپ بہت ہی راسخ الاسلام تھیں، انھوں نے اسلام کی خاطر ہر قسم کے حالات کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا تھا، جس کی تفصیل آنے والے سطور میں آرہی ہے۔

حضرت ام سلمہ کا پہلا نکاح

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قبل بدری صحابی حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کی زوجیت میں تھیں دونوں میاں بیوی کا سلسلۂ نسب عبداللہ بن عمرو مخزومی میں جاملتا ہے۔

حضرت ام سلمہ اور ان کے خاوند کا استقامت فی الدین

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالی عنہ قدیم الاسلام ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی قوی الاسلام اور راسخ الاسلام تھے۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت برہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند ہیں۔اس کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپس میں رضاعی بھائی بھی ہیں۔ حضرت ابوسلمہ اور ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں میاں بیوی نے اسلام کی خاطر اول ہجرت حبشہ کی تھی اور اسلام کی خاطر ہر سختی و پریشانی کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کیا تھا۔ ہر مشکل و پریشانی کی گھڑی میں ان کے صبر و استقامت پر قائم

رہنے کا بخوبی اندازا اس بات سے ہوتا ہے کہ جب دونوں میاں بیوی حبشہ سے مکہ واپس آ گئے اور پھر جب دوبارہ اپنے بچوں کے ساتھ مدینہ کی جانب ہجرت کے لیے نکلے تو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے ان کے بچے سلمہ کو یہ کہہ کر ان کے ساتھ جانے سے روک لیا کہ تم جہاں چاہے جا سکتے ہو۔ مگر بچے کو جو ہمارے خاندان کا ایک فرد ہے نہیں لے جا سکتے۔ اسی طرح ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر والوں نے بھی انہیں ان کے شوہر کے ساتھ جانے سے منع کر دیا یہ کہتے ہوئے کہ تم ہمارے خاندان کی لڑکی ہو۔ بیوی اور بچے کے چھن جانے کے باوجود حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے سفر ہجرت ترک نہ کیا اور جس مقصد سے نکلے تھے اس کو پورا کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ میں ہی رہیں۔ بچے کے الگ کر دیے جانے اور اپنے نیک خاوند کے تنہا ہجرت کرنے کی وجہ سے انہیں کافی تکلیف پہونچی تھی۔ وہ ان دنوں ایک روز بھی چین وسکون سے نہ رہیں۔ وہ روزانہ شام کے وقت اس مقام پر آ بیٹھا کرتی تھیں، جہاں وہ اپنے سرتاج سے علیحدہ کردی گئی تھیں۔ وہ وہاں بیٹھ کر خوب رویا کرتی تھیں۔ یہ سلسلہ ایک سال تک چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کے سنگ دل عزیزوں کو ان کی حالت زار پر رحم آ گیا۔ انہوں نے بچہ بھی واپس کر دیا اور ان کو سفر کی اجازت بھی دیدی۔ سفر کی اجازت ملنے کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدائے بزرگ و برتر کا شکر بجالائیں اور اپنے بچے کو ساتھ لے کر تن تنہا مدینہ کی جانب چل پڑیں۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اس وقت بیت الحرام کے کلید بردار تھے۔ وہ اگر چہ ابھی حلقہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے لیکن وہ بہت ہی نرم دل تھے۔ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تنہا جانا ان کو اچھا نہ لگا اس لئے وہ ان کے ساتھ ہو لئے۔ حضرت سیدہ ام سلمہ کو اونٹ پر سوار کراتے

اور خود اونٹ کو لے کر پیدل چلتے۔ جس کسی منزل پر پہنچتے تو ان سے دور جا کر ٹھہرتے اس طرح جب منزل بمنزل مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے اور نخلستان مدینہ کے درخت نظر آنے لگے تو انہوں نے حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا۔ دیکھو جس شہر میں تجھے جانا ہے وہ سامنے ہے۔ تم آگے بڑھو میں واپس جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر واپس مکہ چلے گئے اور حضرت سیدام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بچوں کے ساتھ اپنے خاوند سے جا ملیں۔

ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر حبشہ سے مدینہ واپس آئیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ پہلی عورت ہیں جو ہودج میں سوار ہو کر ہجرت کرتے ہوئے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئیں۔

غزوۂ احد میں حضرت ام سلمہ کی خدمات

غزوۂ احد کے موقع پر ام المومنین حضرت سیدام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے خاوند حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کے خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کے جوہر دکھائے اور ان کی عظیم اہلیہ مجاہدین کی خدمت میں مصروف رہیں۔ اس جنگ میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید طور پر زخمی ہو گئے۔ ان کا یہ زخم وقتی طور پر تو بھر گیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ ایک لشکر کے ساتھ کسی مہم پر گئے جب وہاں سے واپس آئے تو ان کا زخم تازہ ہو گیا اور وہ اس زخم کی تاب نہ لا کر ۴ھ یا ۳ھ میں باختلاف اقوال واصل بحق ہوئے۔ ان کے انتقال کے وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف فرما تھے۔ انتقال کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھیں بند کی تھیں اور ان کے

لیے مغفرت کی دعا بھی فرمائی تھی۔ انتقال فرمانے کے وقت حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر تھا۔ "اللھم اخلفنی فی اھلی بخیر" اے اللہ میرے کنبہ کی اچھی طرح نہگداشت فرمانا۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال فرما جانے کے بعد ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے چار بچوں حضرت زینب، سلمہ، عمرو اور درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ پریشان حال ہوگئیں۔ انھوں نے اپنے عظیم المرتبت خاوند کے وصال کے بعد یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ دوسری شادی کریں گی اس لیے کہ وہ خیال کرتی تھیں کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر مسلمانوں میں کوئی نہیں ہوگا۔ لیکن انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث پاک سن رکھا تھا۔

"مامن مسلم تصیبہ مصیبۃ فیسترجع ویقول : اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلفنی خیرامنھا الاخلف اللہ لہ خیر منھا (زوجات النبی المطاہرات)

ترجمہ: جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اس پر "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھتا ہے اور یہ دعا مانگتا ہے اے اللہ تعالیٰ اس مصیبت پر مجھے اجر عطا فرما اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما"

جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا۔ تو انہوں نے اس دعاء کو اپنا ورد بنالیا۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ فرماتی ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کہ میں اس دعاء کو اپنے خاوند کی وفات کی مصیبت میں پڑھتی تھی اور جب میں یہ کہتی کہ میرے لیے اس سے بہتر قائم مقام بناتو میں اپنے دل میں کہتی کہ ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر مسلمانوں میں کون ہوگا؟ لیکن چونکہ رسول اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ارشاد تھا اس لئے میں اسے پڑھتی رہی۔ آگے مزید فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا تھا کہ ''جو میت کے سرہانے موجود ہو وہ اچھی دعاء مانگے کیونکہ اس وقت جو بھی دعاء مانگی جاتی ہے۔ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!'' حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وصال فرماگئے۔ ان کی جدائی میں میں کیا کہوں؟ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہو "اللھم اغفرلی ولہ واعقبتی عقبۃ حسنۃ" اے خدا انہیں اور مجھے بخش دے اور میری عاقبت کو اچھی عاقبت بنا۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس دعا کو اپنا معمول بنالیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر عوض مجھے عطا فرمایا اور وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

حضور سے نکاح کی تفصیل

جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال فرماگئے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تعزیت کے لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور دعاء فرمائی کہ اے خدا ان کے غم کو تسکین بخش اور ان کی مصیبت کو بہتر بنا اور انہیں بہتر عوض عطا فرما۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعاء میں فرمایا تھا۔ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حاتب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس پیام لیکر بھیجا اور انہوں نے مجھے پیام دیا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اپنا اپنا

پیام بھیجا تھا لیکن حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے پیام کو قبول نہیں کیا تھا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پیام آیا تو کہا "مرحبا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" لیکن انہوں نے معذرت کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ میں معمر ہوں اور میرے ساتھ میرے یتیم بچے ہیں اور میرے جذبات رقابت بہت شدید ہیں اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میرا یہاں کوئی ولی نہیں ہے جو میری شادی کرائے'' ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ان باتوں کی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں اس سے زیادہ غصہ ہو گئے جتنا کہ وہ اپنے پیام کے ٹھکرا دیے جانے سے ہوئے تھے۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: میں تم سے عمر میں بڑا ہوں اور تمہارے یتیم بچوں کی پرورش اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذمہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بچے میرے بچے ہیں'' اور رہی بات تمہارے جذبات رقابت کے شدید ہونے کی تو میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ اس بات کو تم سے دور فرمائے اور وہ جو تم نے اپنے اولیاء کے متعلق ذکر کیا تو تمہارے اولیاء میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو مجھے ناپسند کرے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے لڑکے سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "زوّج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" میری شادی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرا دو۔ تو انہوں نے ان کی شادی کرا دی۔ یہ نکاح شوال المکرّم ۴ھ میں ہوا اور ان کا مہر ایسا سامان مقرر ہوا جس کی قیمت دس درہم سے کم تھی۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۷۶)

اس نکاح کے فوائد و مصالح

اس نکاح کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں ایک طرف اپنے ایک عظیم مرد مجاہد صحابی اور رضائی بھائی کے یتیم و بے سہارا بچوں اور ان کی بیوہ کو تحفظ و سہارا عطا فرمایا، وہیں دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عظیم مشن کے لئے جس قسم کی بلند ذہن و ہمت ور زوجات (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی ضرورت تھی ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے مطابق بالکل کھری ثابت ہوئیں۔

جی ہاں! ایک ایسا مشکل ترین مرحلہ آیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مشورہ فرمایا اور ان کے مشورے نے نہ صرف یہ کہ مسئلہ کو حل کردیا بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انتہائی کڑی آزمائش سے بھی بچالیا۔

ذی قعدہ ۶ھ کی بات ہے صلح حدیبیہ کے شرائط مسلمانوں کو اپنی توہین نظر آرہی تھی۔ وہ اس بات کو اپنے لیے ذلت ورسوائی کا باعث محسوس کررہے تھے کہ وہ بغیر عمرہ کئے مدینہ طیبہ واپس لوٹ جائیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حلق کرا کر احرام کھولنے کا حکم صادر فرمایا تو مسلمانوں نے اس پر عمل کرنے میں تھوڑی سی توقف کی۔ یہ گھڑی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بہت ہی نازک گھڑی تھی۔ جو لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اپنا تن من دھن نثار کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے بلکہ جنھوں نے متعدد مقامات پر بے مثال قربانیاں بھی دی تھیں، آج ان کی قربانیاں ضائع ہونے کے قریب تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں ایک کام کا حکم دے رہے تھے اور وہ اس پر عمل کرنے میں توقف سے کام لے رہے تھے۔ اس اہم اور نازک ترین مرحلہ پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خیمے میں تشریف لے گئے اوران سے فرمایا: لوگ ہلاک ہو گئے، میں انہیں حکم دے رہا ہوں اور وہ اس پر عمل نہیں کررہے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مسئلے کا حل فورا تلاش کرلیا۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ لوگوں کے سامنے خود حلق کرائیں۔ جب لوگ آپ کو ایسا کرتے دیکھیں گے۔ تو انہیں یقین ہوجائے گا کہ یہ خدائی فیصلہ ہے، اس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں تو آپ کی اقتدا میں وہ حلق کرانے میں ذرا برابر بھی توقف نہیں کریں گے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اندازہ بالکل صحیح اور آپ کا مشورہ بالکل فٹ اور صائب نکلا۔ جونہی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور حجام کو حکم دیا کہ وہ آپ کے سر کے بال کاٹے تو مسلمانوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں ایک دوسرے سے مسابقت شروع کردی اور حلق کرا کر احرام کو کھول دیا (ضیاء النبی ج ہفتم ص ۵۰۹)

جن حالات میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمایا کوئی بھی انصاف پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس شادی مقصد کا ایک بیوہ اور چار یتیم بچوں کی ماں کی دلجوئی کرنے اور انہیں تحفظ وسہارا فراہم کرنے کے علاوہ کچھ اور تھا۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حبالۂ عقد میں آئیں تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کو جو کہ اس زمانہ میں وفات پا گئی تھیں۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ کے رہنے کے لیے مقرر فرمایا اور جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس میں داخل

ہوئیں تو ایک چھوٹا گھڑا دیکھا جس میں تھوڑے سے جو تھے اور ایک پتھر کی ہانڈی اور ایک چکی دیکھی۔ چکی میں تھوڑا سا جو ڈال کر آٹا پیسا اور میدہ تیار کیا جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بطور ولیمہ یہی کھانا پیش کیا (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۱۷)

آپ کی مرویات

کتب متبداولہ میں ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین سو اٹھہتر حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے تیرہ حدیثیں متفق ہیں یعنی بخاری ومسلم شریف میں ہیں۔ جبکہ صرف بخاری شریف میں تین اور مسلم شریف میں تیرہ حدیثیں اور باقی دیگر کتابوں میں ملتی ہیں۔

آپ کے اقارب

ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو بیٹے اور تین بیٹیا تھیں، جن کے اسماء بالترتیب ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں:

(۱) حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۲ھ میں پیداء ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں فارس اور بحرین کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ ۸۱ برس کی عمر شریف میں ۸۳ھ میں ان کا وصال ہوا۔ حضرت سعید ابن میسّب حضرت ابوامامہ بن سہل اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔

(۲) حضرت سلمہ بن ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امامہ بنت امیر حمزہ کی شادی کردی تھی۔ عبدالملک کے زمانے میں ان کا انتقال ہوا۔ حدیث کی روایت ان سے جاری نہیں ہوئی۔

(۳) حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ

بن زمعہ بن الاسود الاسدی کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ اپنے زمانہ میں سب عورتوں سے زیادہ فقیہہ تھیں۔ ان کی پیدائش حبش میں ہوئی تھی۔ جب ان کے والدین ہجرت کر کے مکہ سے حبش گئے تھے۔

زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب وہ بچی ہی تھیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غسل فرما رہے تھے۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچ گئیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پیار سے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے پھینکے، جس کی یہ برکت ہوئی کہ انکے چہرے کی رونق اور تازگی پوری زندگی جوانی جیسی ہی قائم رہی۔

حضرت زینب بن ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو بیٹے تھے وہ دونوں بیٹے یوم الحرہ میں مارے گئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" خدا کی قسم ان دونوں کا مرنا میرے لیے بہت بڑی مصیبت ہے۔ لیکن ایک کی مصیبت دوسرے کی مصیبت سے بڑھ کر ہے۔ پہلا تو گھر میں رہا۔ اس نے جنگ سے اپنے آپ کو روکا اور مظلوم مارا گیا۔ میں کہتی ہوں کہ اسے جنت نصیب ہوگی۔ دوسرے لڑکے نے ہاتھ نکالا اور مارا گیا۔ اب میں اس کے بارے میں کبھی نہیں کہہ سکتی کہ اس کا حشر کیا ہوگا اور یہی وہ بات ہے جسے میں بہت بڑی مصیبت تصور کرتی ہوں۔

۴) حضرت ام کلثوم بنت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نجاشی کی موت اور اپنی مرسلہ ہدایا کی واپسی کی پیشن گوئی فرما دی تھی۔

۵) حضرت درہ بنت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر صحیح بخاری شریف میں اس طور پر ہے کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ کیا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درّہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح کرنے والے ہیں؟ فرمایا اگر درہ میری ربیبہ نہ بھی ہوتی تو بھی وہ میرے لیے حلال نہ ہوتی اس لیے کہ اس کا باپ ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو میرا دودھ کا بھائی تھا۔

(۶) زہیر، عامر، عبداللہ اور مہاجر ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی اور عبداللہ و معبد بھتیجے اور عبداللہ بن زمعہ ان کے بھانجے ہیں۔

(۷) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی سخت دشمنی تھی لیکن عام الفتح کو فتح مکہ سے قبل اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مدینہ کو روانہ ہوئے اور راستہ ہی میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کر حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں جو کچھ بھی انہوں نے گستاخیاں کی تھیں انہیں معاف کر دیا گیا۔ فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں شامل ہوئے اور طائف ہی میں تیر کھا کر شہید ہو گئے۔

۸) حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں۔

۹) حضرت مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے برادر شقیق ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یمن کے شاہ حارث بن عبد کلال حمیری کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا اور پھر صدقات کنندہ اور صدف کا عامل بھی بنا دیا تھا اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو یمن کی حکومت پر بھیجا تھا۔ حضر موت میں قلعۂ بخیر انہوں نے ہی فتح کیا تھا۔

۱۰) حضرت ولید بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی ہیں، حضرت ام المؤمنین نے ان کے وصال پر یہ اشعار پڑھی تھیں۔

۱) یا عین فابکی الولید ابن الولید بن المغیرة
۲) قدکان غیثا فی السنین ورحمة فینا وهیره
۳) صخم اله سعیه ماجداً یسموا الی طلب الوتیرة
٤) مثل الولید بن الولید الی الولید کفی العشیرة

ولید ابن ولید خالد بن ولید، حشام بن ولید اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دادا ایک ہی ہیں (یعنی مغیرہ) (رحمۃ اللعالمین ص ٦۔۱٦۵)

آپ کی وفات

ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاریخ وفات کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں کے مطابق ان کا انتقال ٦۲ھ میں یزید بن معاویہ کے زمانے میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ہوا جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا وصال ۵۹ھ میں ہوا۔ لیکن ٦۲ھ والے قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے، جو حضرت امام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک انصاری کی بیوی حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی دیکھا کہ آپ رو رہی ہیں۔ میں نے کہا کس بات نے آپ کو رلایا ہے؟ اے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! انہوں نے کہا: میں نے ابھی ابھی: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کا سر مبارک اور آپ کے محاسن شریف گرد آلود ہیں اور آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم ! کیا بات

ہے کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟ فرمایا: جہاں حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کیا گیا ہے، میں وہاں موجود تھا۔ ظاہر حدیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت زندہ تھیں۔ نیز اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبران تک پہنچی تو انہوں نے اہل عراق پر لعنت بھیجی، جنہوں نے انہیں شہید کیا تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

مدفن

بہرکیف! ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ وہ چوراسی سال کی طویل عمر پائیں۔ کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوگروہ تھے۔ ایک گروہ کی سردار ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، اس گروہ میں ام المومنین حضرت سیدہ حفصہ، حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ اور حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں۔ جبکہ دوسرا گروہ جس میں دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھیں، کی سربراہی ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی للہ تعالیٰ عنہا کررہی تھیں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۷۔۸۱۶)

☆
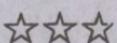
باب ششم

سیّدہ سودہ بنت زمعہ

حیات وخدمات

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ بن زمعہ بن قیم بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قریشیہ عامریہ امہات المومنین میں سے ہیں، آپ کی ماں شموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن خداس بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار انصاریہ ہیں۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۷/ص ۱۵۶)

پہلا نکاح

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اوائل بعثت ہی میں مکہ مکرمہ میں مشرف باسلام ہوئیں اور یہ پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت سکران بن عمرو بن عبد شمس کے نکاح میں تھیں (جو کہ سہیل بن عمرو کے بھائی ہیں) وہ حضرت سودہ کے ساتھ ایمان لائے۔ ان سے ایک لڑکا تھا جن کا نام عبد الرحمٰن ہے۔ حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت ثانیہ کی تھی۔ (اسد الغابۃ ۷/۱۵۶)

موسیٰ بن عتبہ اور ابو معشر کا قول ہے کہ حضرت سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال حبشہ ہی میں ہوگیا تھا مگر محمد بن اسحٰق اور واقدی کہتے ہیں کہ وہ حبش سے مکہ مکرمہ واپس آ گئے تھے اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ طبری اور ابن اثیر نے اپنی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ سے پھر حبش واپس چلے گئے اور عیسائی ہو کر مرے۔ بلاذری نے ابن اسحاق اور واقدی کے قول کی توثیق کی ہے اور خود ابن

اثیر نے اپنی کتاب اسد الغابہ میں تصریح کی ہے کہ وہ اپنی وفات کے وقت تک مسلمان تھے۔(اسد الغابہ ۷/۵۶)

حضرت سودہ کا ایک عمدہ خواب

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس ہوئیں تو خواب میں دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور قدم اقدس ان کے گردن پر رکھا ہے۔ یہ خواب انہوں نے اپنے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم سچ کہتی ہو تو میں بہت جلد مر جاؤں گا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں چاہیں گے۔ پھر انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ وہ ٹیک لگائے ہوئے ہیں اور آسمان سے چاند ان کے اوپر گر رہا ہے۔ اس خواب کو بھی اپنے شوہر سے بیان کیا ان کے شوہر نے کہا کہ اگر تم سچ کہتی ہو تو عنقریب میں وفات پاؤں گا اور تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں گے۔ اسی دن سے حضرت سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ خستہ حال ہو گئے اور چند ہی روز کے بعد وفات پا گئے۔ ان کی وفات کی وجہ سے حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تہی دامن ہو گئیں۔ یہاں تک کے نبوت کے دسویں سال سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا اور 400 درہم ان کا مہر مقرر ہوا۔

حضور سے نکاح کی تفصیل

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سکران رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد بے یار و مددگار ہو گئیں تھیں ادھر ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک پریشان کن مسئلہ یہ پیدا ہو گیا تھا کہ گھر میں صرف دو کم عمر صاحبزادیاں یعنی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا رہ گئیں تھیں۔ جن کا دیکھ بھال کرنے کے لئے کوئی نہیں تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خطرناک صورت حال میں رسالت کے فرائض ادا کرنے کے لیے باہر تشریف لے جاتے تو یہ صاجبزادیاں گھر میں تن تنہا اور بے سہارا رہ جاتیں۔ اس طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی ایک ایسی تجربہ کار خاتون کی ضرورت تھی جو دونوں صاجبزادیوں کی صحیح تربیت کرتی۔ اس کام کے لیے حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ پوری طرح فٹ تھیں۔ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے چند روز بعد ہی ان کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ نکاح رمضان شریف ۱۰ بعد بعثت میں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد ہوا تھا۔

سبل الھدی والرشاد میں ہے کہ حضرت خولہ بنت حکیم زوجہ عثمان ابن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اشارہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سلسلہ میں سودہ سے بات کرو، حضرت خولہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت سودہ کے پاس گئی اور کہا کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ میں تجھے نکاح کا پیام دوں۔ حضرت سودہ نے جواباً کہا کہ مجھے پسند ہے لیکن میرے والد گرامی کے پاس جاؤ اور ان سے تذکرہ کرو۔ فرماتی ہیں کہ میں ان کے پاس گئی اور وہ ایک معمر شخص تھے۔ میں نے انہیں زمانہ جاہلیت کے انداز میں سلام کیا اور کہا صبح بخیر تو انہوں نے کہا تم کون ہو؟ تو میں نے کہا خولہ۔ تو انہوں نے میرا استقبال کیا اور کہا جو چاہو کہو، تو میں نے کہا کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب آپ کی لڑکی کے خاستگار ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ تو اچھے کفو ہیں تمہاری سہیلی (سودہ) کا کیا خیال ہے؟ فرماتی ہیں حضرت خولہ کہ

میں نے کہا کہ وہ انہیں پسند کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جاؤ ان کو بلالاؤ۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت سودہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ شادی کے بعد حضرت سودہ کا بھائی عبداللہ بن زمعہ جب آیا اور اسے جب شادی کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے غصّہ میں اپنے سر پر مٹی رکھ لی۔ پھر جب وہ اسلام لے آیا تو اپنے اس عمل پر شرمندہ ہوا اور کہا کہ: "انی لسفیه یوم أحثو التراب علی راسی أن تزوج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اختی" میں اس دن بیوقوف تھا کہ میں نے اس بات پر اپنے سر پر مٹی ڈال لی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بہن سے شادی کی ہے۔ (رواہ الطبرانی برجال ثقات والامام احمد عن عائشۃ بسند جید) (سبل الہدی والرشاد ج ۱۱ ص ۹۔۱۹۸)

اس شادی کے مقاصد

اس نکاح کے ذریعہ جہاں ایک طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو پریشانیوں کو دور کرنا مقصود تھا وہیں دوسری جانب اپنے ایک جاں نثار صحابی کی بیوہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی پناہ گاہ مہیا کرنا مقصود تھا، کیونکہ حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت سودہ بے یارو مددگار رہ گئیں تھیں۔ ایسے میں اگر وہ اپنے قبیلہ واپس جاتیں تو اہل قبیلہ ان کی زندگی کو اجیرن بنادیتے اور دولتِ دین کی حفاظت ان کے لیے مشکل ہو جاتی۔ اس وقت ان کی عمر پچپن سال تھی یہ وہ عمر تھی جس میں یہ امکان بہت کم ہی تھا کہ کوئی ان سے شادی کر کے انہیں پناہ گاہ مہیا کرتا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین کی اس مجاہدہ کی حالات کا جائزہ لیا۔ ان کے ایثار و استقلال اور ثبات قدمی کو دیکھا اور خدا کی اس نیک بندی کو دنیا اور دین کے فتنوں سے بچانے کے لیے اسے اپنی زوجیت میں لینے کا فیصلہ فرمایا۔ اس

طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے نکاح میں لے کر ان کو پناہ گاہ مہیا فرمایا، ان کی قربانیوں اور ثبات واستقلال پر ان کو خراج تحسین پیش کیا، دشمنان دین سے ان کی جان کی بھی حفاظت فرمائی اور ان کے دین کی بھی اور اپنے اس عمل کے ذریعہ انسانیت وہمدردی کی ایک عظیم مثال بھی قائم کی، جس کی تاثیر سے کئی لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

اگر انسان کی نیت میں فتور نہ ہوتو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح میں آپ کی بے نظیر عظمتوں کا مظاہرہ کرے گا، لیکن اسلام اور پیغمبر دشمن مستشرقین کی نیت اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھتے ہوئے صاف نہیں رہتی، یہی وجہ ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شادی میں بھی جنس پرستی کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اگر بات وہی ہوتی جو مستشرقین کہتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد کسی حسین وجمیل دوشیزہ سے شادی فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بیوہ اور معمر خاتون سے شادی کرنا اور ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی تک کا زمانہ اسی ایک عمر دراز خاتون کے ساتھ گذارنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کا مطلب جنسی جذبات وخواہشات کی تسکین نہ تھا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر وہ عظیم انسانی مقاصد تھے جن کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو انسان کو حیوان ناطق سے بھی زیادہ کچھ تسلیم کرتے ہیں۔ (ضیاء النبی ج ۷ ص ۴۹۵)

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کر کے آئیں اور جب ان پر بڑھاپے نے غلبہ کیا تو ہجرت کے آٹھویں سال رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دیدی۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ ان کو طلاق دینے کا

ارادہ فرمایا، جیسا کہ منقول ہے کہ ایک رات حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گذرگاہ میں آکر بیٹھ گئیں۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جلوا افروز تھے، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں آپ سے کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتی اور اب میری شہوت کی آرزو بھی نہیں رہی ہے۔ لیکن میں چاہتی ہوں اور میری تمنا ہے کہ کل بروز قیامت آپ کی ازواج مطہرات میں حشر کی جاؤں اور اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سونپتی ہوں۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ ترک فرمادیا یا باختلاف اقوال رجعت فرمالی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے فرمایا: یہ حجۃ الاسلام تھا جو گردنوں سے اتر گیا۔ اس کے بعد اپنے بستروں کو غنیمت جانو اور اپنے گھروں سے باہر نہ نکلو۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حج کو گئیں مگر ام المؤمنین حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ اور حضرت زینت بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ گئیں اور یہ فرمایا کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سواری پر سوار نہ ہوں گے جیسا کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے۔

اقارب

(۱) عبدالرحمٰن (۲) اور عبد، ابنائے زمعہ باپ کی طرف سے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہیں اور قرظہ بن عبد عمروان کا بھائی ماں کی جانب سے ہے۔ مالک بن زمعہ ان کے برادر شقیق ہیں۔ وہ قدیم الاسلام ہیں۔ انہوں

نے بھی اپنی زوجہ عمرہ بن السعدی العامریہ کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ام المؤمنین کے درجہ پر فائز ہونے کا سبب اصلی ان کا اور ان کے خاندان کا قدیم الاسلام ہونا اور اسلام کے لیے حبشہ کی جانب ہجرت کرنا تھا۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا طویل القامت اور فربہ وجسیم تھیں۔ محاسن اخلاق اور مکارم افعال میں ابتدا ہی سے مشہور ومعروف تھیں۔

آپ کی مرویات

کتب متداولہ میں ام المؤمنین حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پانچ حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے ایک بخاری شریف میں اور باقی سنن اربعہ میں ہیں۔

وفات

آپ کی وفات کے سلسلے میں دو اقوال ملتے ہیں۔ سب سے مشہور قول یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں مدینہ منورہ میں وفات پائیں اور ابن سعد نے واقدی سے روایت کی ہے کہ ان کی وفات امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ۵۴ھ میں ہوئی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۱۱، ص ۲۰۰، الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ج ۸، ص ۱۹۷)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم تعالیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کا جنازہ رات میں اٹھاؤ اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ عورتوں کے لیے پردہ دار مسہری (نعش) بناتے ہیں۔ تو انہوں نے ان کے لیے ویسی ہی نعش تیار کی جب اسے حضرت عمر فاروق رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دعا دی اور فرمایا سترتھا سترك الله تم نے ان کو پردے میں ڈھانپا اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ پوشی فرمائے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ پردہ دار مسہری (نعش) ام المؤمنین حضرت سیدہ زینت بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے تیار کی گئی (کذافی روضۃ الأحباب) اور یہ متحقق ہے کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نعش بنانا، حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے تھا اور سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات مقدم ہے۔ لہٰذا وہی پہلی ہستی ہیں جن کے لیے نعش بنائی گئی ہو۔ (مدارج النبوۃ ج دوم ص ۸۰۱ تا ۸۰۲)

☆☆☆
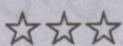
گزارش

دینی مدارس کی معلمات، طالبات اور
دیگر باذوق خواتین اس کتاب کا مطالعہ
کریں اور امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ
عنہن کی مبارک سیرت کے مطابق زندگی
گزارنے کی کوشش کریں۔

باب ہفتم

سیّدہ زینب بنت جحش

حیات و خدمات

ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش بن ایاب بن یعمر بن صبیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن خزیمہ الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ پہلے ان کا نام برہ تھا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل فرما کر زینب رکھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔ نام کی یہ تبدیلی یا تو تزکیۂ نفس کے ابہام کی بناء پر اس کراہت کی بناء پر کی گئی کہ کوئی کہے کہ برّہ کے پاس سے آئے ہیں یا کوئی یہ کہے کہ اس گھر میں برّہ نہیں ہے۔ واضح رہے کہ برّہ کے معنی نیکی اور احسان کے ہیں۔ ان کی کنیت ام الحکم تھی۔ مگر اس کنیت کی وجہ معلوم نہیں ہوئی ممکن ہے کہ صرف توصیفی کنیت ہو۔) (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۸۱۷)

پہلا نکاح

پہلے وہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو طلاق دے دی اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا چونکہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مطلقہ تھیں جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے اور عربوں کے نزدیک منہ بولے بیٹے کی بالکل وہی حیثیت ہوا کرتی تھی جو حقیقی بیٹے کی تھی۔ ان کے نزدیک منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کرنا حقیقی بیٹے کی مطلقہ کے ساتھ

شادی کرنے کی طرح ہی ناپسندیدہ تھی۔ اس لئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی پر اس دور کے یہودیوں، منافقوں اور دوسرے اسلام و پیغمبر اسلام دشمن عناصر نے خوب اعتراضات کیئے کہ یہ کیسا مصلح ہے جو خود اپنے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کرنے سے باز نہیں آتا، جب کہ اس شادی کو اس قدر اہمیت حاصل تھی کہ اس کے اہم گوشوں پر قرآن کریم نے خود روشنی ڈالی ہے۔

دراصل اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس شادی کا حکم دے کر اس دور جاہلیت کی ایک نہیں بلکہ کئی ناپسندیدہ رسموں کو توڑا تھا۔ برسوں سے آرہی ان رسموں کو توڑنے کے خلاف جس قدر زبردست سماجی ردعمل کا خطرہ لاحق تھا اس کا مقابلہ ایک زبردست شخصیت ہی کرسکتی تھی اس لئے اللہ عزوجل نے ہونے والے اس سماجی ردعمل کا مقابلہ کرنے کے ذمہ داری اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے قریب ترین لوگوں کو سپرد کی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی پھر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ ان کو طلاق دیئے جانے اور اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وسلم کا خود حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے حبالۂ عقد میں لینے کی تفصیلات میں جانے سے قبل اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون تھے۔

حضرت زید بن حارثہ کا اجمالی تعارف:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آبائی وطن شام تھا۔ ان کا نسب پیدری قضاعہ تک پہنچتا ہے اور ان کی ماں کا نسب بھی معن میں ''طی'' تک منتہی ہوتا ہے۔ اس طرح گویا کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نجیب الطرفین تھے۔ ابھی ان کے لڑکپن کا ہی دور تھا کہ تہامہ کے ایک گروہ کا ادھر سے گذر ہوا۔ اس

گروہ نے ان کو پکڑ کر اپنے ساتھ عرب لائے اور سوق حباشہ میں جو کہ مکۃ المکرّمہ کے قریب ہی سالانہ منڈی لگا کرتی تھی، انہیں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام بن خویلد نے جو ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے تھے، انہیں خرید لیا اور اپنی پھوپھی صاحبہ کو بطور تحفہ پیش کر دیا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا تو انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ اُدھر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین اور گھر کے دوسرے افراد ان کے گم ہونے کے وقت سے ہی مسلسل ان کی تلاش میں تھے۔ وہ پتہ لگاتے لگاتے مکہ معظّمہ پہنچ گئے۔ آخر کار ان کی محنت رنگ لائی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ ناز میں ان کا لڑکا انہیں مل گیا۔ ان کے والد گرامی حارثہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درخواست کی کہ: اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ لوگ بیت اللہ کے پڑوسی ہیں۔ آپ مصیبت میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ میرا بیٹا آپ کے پاس ہے۔ آپ ہم پر احسان کریں اور ہمارے بچے کو زر فدیہ لے کر آزاد فرما دیں۔ آپ فدیہ کے طور پر جتنی رقم کا مطالبہ کریں گے ہم وہ رقم ادا کر دیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے سامنے ایک تجویز رکھتا ہوں جو تمہارے مطالبے سے کہیں بہتر ہے۔ حارث نے پوچھا وہ تجویز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں زید کو اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو تم فدیہ کی رقم ادا کئے بغیر اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اگر وہ میرے ساتھ رہنا پسند کرے تو تم اسے یہیں رہنے دو۔ حارثہ نے عرض کیا۔ آپ نے بڑی اچھی بات کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا: زید کیا تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟ انھوں نے

اثبات میں جواب دیا اور عرض کیا: یہ میرے والد ہیں۔ یہ میرے چچا ہیں اور یہ میرے بھائی ہیں۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ان کو پہچان لیا ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے اگر تم ان کے ساتھ جانا چاہو تو جا سکتے ہو اور اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو تم جانتے ہو میں کون ہوں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میں کبھی کسی شخص کو آپ پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ ہی مرے لئے باپ اور چچا کے قائم مقام ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ باتیں سن کر ان کے والد نے کہا زید! کیا تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو؟ انھوں نے جواباً فرمایا: میں اس عظیم ہستی کو کسی حال میں نہیں چھوڑوں گا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اس خلوص کو ملاحظہ فرمایا تو فرمایا: "أشهدوا أنه حر و أنه إبني يرثني وارثه." "تم لوگ گواہ رہو یہ آزاد ہے۔ اب یہ میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث بنے گا اور میں اس کا وارث بنوں گا۔" (زوجات النبی الطاہرات، ص ۶۱)

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد چچا اور ان کے بھائی نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پدرانہ شفقت و محبت اور ان کا یہ حسن سلوک دیکھا تو انہیں یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ ان کا بیٹا اس گھر میں غلامی کی حالت میں نہیں ہے بلکہ فرزندانہ تربیت میں ہے تو وہ بھی مطمئن ہو کر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چھوڑ کر چلے گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفقت و محبت دیکھ کر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زید بن محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خطاب مل گیا اور وہ اسی خطاب سے پکارے جانے لگے۔ یہاں تک کہ بعثت کے بعد بھی ان کو اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس نسب پر انہیں جس قدر فخر تھا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت سے ان کو جتنی خوشی حاصل ہوتی رہی ہوگی اس کا اندازہ خود انہیں کو ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا اور

عربوں کے ہاں دستور یہ تھا کہ منہ بولا بیٹا تمام معاملات میں حقیقی بیٹے کی طرح ہی ہوا کرتا تھا۔ عربوں کے یہاں یہ ایک رسم تھی اور اس رسم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی عظمت و بلندی بخشی۔ لیکن اس رسم میں متعدد سماجی قباحتیں بھی تھیں۔ اس رسم سے وراثت اور مصاہرت کے قوانین بری طرح متاثر ہوتے تھے۔ اسلام چونکہ زمانۂ جاہلیت کی جملہ غلط اور نقصان دہ رسوم و رواج کو ختم کرنے کے لئے جلوہ گر ہوا تھا۔ اس لئے اسلام نے اس بات کا حکم دیا کہ ہر آدمی کو اس کے حقیقی باپ ہی سے منسوب کر کے پکارا جائے اور آدمی کو منہ بولے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارنے کی رسم کو ختم کر دیا جائے، چنانچہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

"ادعوهم لابائهم هو أقسط عند الله فإن لم تعلموا أبائهم فإخوانكم فى الدين و مواليكم." (سورۃ الاحزاب، ۵/۲۱)

ترجمہ: بلایا کرو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے۔ یہ زیادہ قرین انصاف ہے اللہ کے نزدیک اگر تمہیں علم نہ ہو ان کے باپوں کا تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں۔ (کنزالایمان)

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس حکم کے بعد حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زید بن محمد کہنا چھوڑ دیا گیا اور زید بن حارثہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔ یہ اللہ عزوجل کے حکم کی وجہ سے ہوا اس لئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قربانی بخوشی پیش کر دی لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسی عظیم ہستی سے ان کو جو نسبت حاصل تھی اس نسبت سے محروم ہونے پر یقینی طور پر انہیں صدمہ پہنچا ہوگا۔ ظاہری بات ہے کہ کل تک جس گھر میں وہ زید بن محمد کے نام سے یاد کئے جانے پر اپنے آپ کو گھر کا ایک فرد سمجھتے تھے آج اسی گھر میں زید بن حارثہ کے نام سے پکارے جانے پر انہیں اجنبیت اور وحشت کا احساس ضرور ستایا ہوگا۔ لیکن اللہ عزوجل اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منشا کچھ اور ہی

تھا۔ ایک طرف دور جاہلیت کی ایک رسم کو توڑنے کے لئے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عظیم ہستی کی نسبت سے محروم کیا گیا تو دوسری طرف عالم بالا میں اس دور کی ایک اور رسم کو توڑنے کے ذریعہ انہیں نئے اعجاز سے سرفراز کرنے کی راہ ہموار کی جا رہی تھی۔ عربوں کے یہاں ایک انسان کی قدر و منزلت اس کے نسب سے مقرر کی جاتی تھی۔ اعلیٰ نسب والا انسان چاہے وہ اخلاق اور کردار کے اعتبار سے گھٹیا ہی کیوں نہ ہو معزز شمار کیا جاتا تھا جب کہ کمتر نسب والا ہر طرح کی اخلاقی خوبیوں سے آراستہ ہونے کے باوجود بھی بے وقار شمار ہوتا تھا۔ انسان کی قدر و منزلت کا یہ معیار اور یہ معاشرتی طرز عمل انسانیت کی توہین اور تذلیل تھی۔ یہ طرز عمل صرف عربوں تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ پوری دنیا کے تمام مہذب قوموں کے یہاں اسی طرز عمل کا دور دورا تھا۔ حد تو یہ ہے کہ یہ طرز عمل اسی دور تک ہی محدود نہ رہا بلکہ یہ طرز عمل آج بھی موجود ہے۔ مغرب میں کالے رنگ والوں سے گوروں کی منافرت سے سبھی واقف ہیں۔ یہودی اپنے آپ کو خدا کی سب سے بہتر مخلوق اور دوسری قوموں کو کمتر مخلوق سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہٹلر جرمنوں کو دنیا کی بہترین قوم گردانتے نہ تھکتا تھا یہی وجہ ہے کہ اس نے لاکھوں کو موت کا جام پلا دیا تھا۔ اسلام اس معاشرتی طرز عمل کو قطعی طور پر برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے اس نے نسل، علاقہ، زبان۔ رنگ اور وطن کی بنیاد پر کی جانے والی منافرت کو یکسر ختم کردیا اور انسانی قدر و منزلت اور وقار و تمکنت کا معیار تقویٰ و پرہیزگاری کو قرار دیا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

"یا أیها الناس إنا خلقنكم من ذكر و أنثى و جعلنكم شعوبا و قبائلا لتعارفوا ط إن اكرمكم عند الله اتقكم إن الله عليم خبير." (سورۃ الحجرات: ۱۳/۲۶)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے اور

بنادیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔تم میں سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ علیم اور خبیر ہے۔(کنزالایمان)

اسلام نے انسان کی کرامت و بزرگی کا معیار تقویٰ کو قرار دیا اور اس طرح انسانی مساوات اور برابری کا ایک بہترین اصول پیش کیا لیکن اس اصول کو عربوں کی زندگی میں عملی طور پر نافذ کرنے کے لئے بہت بڑی قربانی کی ضرورت تھی۔رسول اکرم صلی علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے اس قربانی کے لئے یہ تجویز فرمائی کہ اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردی۔رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقیقت میں یہ تجویز اس لئے فرمائی تھی تاکہ غلامی کے عارضی خطاب کی حقارت ہمیشہ کے لئے ختم کردی جائے اور کوئی شخص کسی شخص کو اس کے جائز انسانی حقوق سے محض اس لئے محروم نہ ٹھہرائے کہ وہ کبھی بیچا یا خریدا گیا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے نکاح کا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کا پیغام بھیجا۔لیکن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا چونکہ قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتی تھیں جو عرب کا معزز ترین قبیلہ شمار ہوتا تھا۔اس پر مستزاد یہ کہ وہ فخر قریش حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کی نواسی تھیں۔اس لئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رشتہ کو قبول کرنے سے انکار کردیا کیونکہ قریش کی معزز ترین خاتون کا ایک آزاد کردہ غلام سے نکاح کرنا یہ اس زمانہ کے دستور کے مطابق ان کی توہین وتذلیل تھی۔لیکن اللہ عزوجل کے یہاں یہ فیصلہ اٹل ہو چکا تھا، اس لئے ان کے انکار سے ٹل نہیں سکتا تھا۔چنانچہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

"و ما كان لمؤمن و لا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله أمرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم و من يعص الله و رسوله فقد ضل ضلا لا مبينا." (سورۃ الاحزاب:۳۶/۲۲)

ترجمہ: نہ کسی مؤمن مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔ (کنز الایمان)

حضرت زید کے ساتھ نکاح کے مقاصد

اس حکم کے نازل ہونے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی دونوں نے فوراً حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح پر اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہو کہا کہ ہم اس رشتہ کے لئے راضی ہیں ہماری کیا مجال کہ ہم اپنے اختیار کو درمیان میں لائیں اور معصیت کا ارتکاب کریں۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کا نکاح کردیا۔ اس نکاح کے پس پردہ کئی ایک مقاصد کارفرما تھے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبنّیٰ ضرور تھے لیکن انہیں اس بات کا شدید احساس رہا ہوگا کہ وہ ایک آزاد کردہ غلام ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن سے ان کا نکاح کر کے ان کے اس احساس کی تلخی کو کم کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نکاح کے ذریعہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ زخم بھی بھر گیا جو انہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے محروم ہونے کے سبب لگا تھا۔ یہ نکاح اس بات کی جانب واضح اشارہ تھا کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آزاد کردہ غلام ضرور ہیں لیکن اس کے باوجود ان کا سماجی و معاشرتی مقام و مرتبہ کسی سے کم نہیں ہے بلکہ وہ قبیلۂ قریش کے کفو ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف اس نکاح کے ذریعہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو عظیم اعزاز بخشا تھا اور ان کی حوصلہ افزائی کی تھی، وہیں دوسری جانب اس نکاح کے ذریعہ غلاموں کا معاشرتی وسماجی مقام ومرتبہ بھی بلند ہو گیا تھا۔ ایک طرف یہ نکاح حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اعزاز کا سامان تھا تو دوسری طرف یہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان گھر والوں کے لئے ایک بڑا امتحان بھی تھا لیکن وہ اور ان کے گھر والے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے تھے اس لئے انھوں نے خوشی خوشی اپنے جذبات واحساسات اور اپنی مصلحتوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر نثار کر دیا، کیوں کہ وہ لوگ اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے اچھی طرح واقف تھے۔ "فعسی ان تکرھوا شیئا و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا" (سورۂ نساء:۱۹) تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بھلائی رکھے۔ (کنز الایمان)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی اپنی پھوپھی زاد بہن کو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں ضرور دیدیا لیکن یہ نکاح چونکہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلی رضامندی سے نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ان کی ازدواجی زندگی خوشگوار طریقے سے نہ گذر سکی۔ وہ ایک سال یا کچھ زیادہ عرصہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس بات کا علم دیا کہ ہمارے علم قدیم میں ایسا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ سے نکاح ہو۔ چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب سے تلخی شروع ہو گئی، وہ ایسا رویہ اختیار کرنے لگیں، جس سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقار مجروح ہوتا تھا۔ دراصل حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی نسبی شرافت پر حد درجہ فخر تھا جو ان کی ازدواجی زندگی کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس صورت حال سے بہت پریشان تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

ساتھ ان کے لئے رہنا بھی ممکن نہیں تھا اور چونکہ یہ نکاح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکم خاص سے ہوا تھا اس لئے وہ طلاق بھی نہیں دے سکتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس صورت حال سے اچھی طرح واقف تھے اگر وہ چاہتے تو اس معاملہ کو آسانی کے ساتھ حل فرما دیتے کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب ان کے حکم پر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کر لی تھیں تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں اپنے رویہ میں تبدیلی لانے کا حکم دیتے تو وہ اس پر عمل نہیں کرتیں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے یہ طریقہ نہیں اپنایا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ سب کچھ اللہ عز وجل کی مرضی اور اس کے منشاء کے مطابق ہو رہا ہے اور بعد میں جو کچھ ہونے والا تھا اس سے بھی بخوبی واقف تھے۔ یہ بات حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے بھی معلوم ہوتی ہے:

"أوحی اللّٰہ تعالیٰ ما أوحی اللّٰہ تعالیٰ به أن زینب سیطلقها زید و تتزوجها بعده علیه الصلوٰة و السلام إلی هذا ذهب اهل التحقیق من المفسرین کالزهری و بکر بن علاء و القشیری و القاضی ابوبکر بن العربی و غیرهم." (روح المعانی قرطبی بحوالۂ ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۶۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ وحی فرمائی تھی کہ حضرت زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے نکاح کریں گے۔ اسی بات کی طرف مفسرین اہل تحقیق مثلاً زہری، بکر بن علاء، قشیری اور قاضی ابوبکر بن عربی وغیرہم گئے ہیں۔

صورت حال اس قدر خراب ہو گئی تھی کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنے حلم و بردباری اور تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے ام ایمن جیسی بیوی کے

ساتھ (جو عمر میں ان سے کچھ بڑی تھی۔ نیز بیوہ اور حبشی الاصل تھی) خوش خوش زندگی بسر کر رہے تھے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بسر نہ کر سکے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ صورت حال سے تنگ آ کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شکایت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا ارادہ ہے کہ میں زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو طلاق دے دوں کیونکہ وہ میرے ساتھ بہت تند خوئی سے پیش آتی ہیں اور اپنی زبان دراز کرتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ اللہ عزوجل کے یہاں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ زید صورت حال سے تنگ آ کر طلاق دیں گے اور اس کے بعد آپ کی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی ہوگی، لیکن اس کے ساتھ ہی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بات سے بھی واقف تھے کہ زید کے طلاق دینے کے بعد جب آپ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے زینب سے نکاح کریں گے تو حالات بہت ناسازگار ہو جائیں گے۔ مخالفین کو ایک اہم حربہ مل جائے گا اور وہ خوب شور شرابہ کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کرنے سے منع فرمایا ہے اور اب خود ایسا کر کے اپنے قانون کو اپنے ہاتھوں توڑ رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے قانون کو بھی توڑا ہے اور سماج میں جو رسم صدیوں سے رائج تھی اس کو بھی توڑا ہے۔ مخالفین اس شادی کو لے کر آپ کے کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان خدشات کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "أمسك عليك زوجك و اتق الله." اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو اور اللہ سے ڈرو۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے روکنے کا حکم دینے

میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختیار اور ان کا امتحان مقصود تھا تا کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ زید کے دل میں زینب کی محبت باقی ہے یا ان سے بالکل ہی متنفر ہو گئے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوبارہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ ناز میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو طلاق دے دی ہے۔ اس وقت یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی:

"و إذ تقول للذی أنعم اللّٰه علیه و أنعمت علیه أمسك علیك زوجك و اتق اللّٰه و تخفی فی نفسك ما اللّٰه مبدیه و تخشی الناس و اللّٰه أحق أن تخشه. ط" (سورۂ احزاب:۳۷)

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو! جب تم فرماتے تھے اسے جسے اللہ نے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے (لائق ہے) کہ اس کا ڈر رکھو۔ (کنز الایمان)

حضرت زینب کو حضرت زید کی طلاق

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلات سے تنگ آ کر آخر کار طلاق دے ہی دی، لیکن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان کے والدین اور ان کے خاندان پر اس طلاق کا کیا اثر ہوگا؟ ہر کوئی اس کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ وہ لوگ تو پہلے ہی سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس شادی کا اہل ہی نہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے ان سے شادی کے لئے راضی نہ تھے۔ انھوں نے جو کچھ کیا تھا۔ اپنے پسند و اختیار اور جذبات و احساسات کو بالائے طاق رکھ کر صرف اور صرف اللہ عزوجل اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وسلم کے حکم پر عمل کیا تھا۔ انھوں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے حکم پر عمل کرتے ہوئے زینب کو طلاق کی ذلت بھی اٹھانی پڑے گی اور انھیں مخالفین کا یہ طعنہ بھی برداشت کرنا پڑے گا کہ اس میں شوہر کی اطاعت کی اہلیت نہیں ہے اسی لئے طلاق دے دی گئی لیکن اس طلاق کے پس پردہ کیا حکمت و مصلحت کارفرما تھی اس سے اللہ عزوجل اور بذریعہ وحی اس کے بتانے سے اس کے رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم ہی واقف تھے۔

دراصل لوگوں کو ان کے منہ بولے باپوں کی طرف منسوب کرنے کی رسم کے ختم ہونے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کے ذریعہ نسلی فخر ومباہات کے رواج کے ختم ہونے کے بعد ایک انتہائی قبیح رسم کو ختم کرنا باقی تھا۔ وہ رسم یہ تھی کہ عربوں میں منہ بولے بیٹوں کی بیوی کو بالکل وہی حیثیت اور مقام ومرتبہ حاصل تھا جو حقیقی بیٹے کی بیوی کا مقام ومرتبہ ہوا کرتا تھا۔ اہل عرب جس طرح اپنے حقیقی بیٹے کے مطلقہ یا بیوہ سے شادی کرنا ناجائز سمجھتے تھے ٹھیک اسی طرح منہ بولے بیٹے کی بیوہ یا مطلقہ سے بھی شادی کو ناجائز سمجھتے تھے۔ یہ رسم متعدد مسائل کا سبب بنتی تھی۔ اس رسم کی وجہ سے کئی ایسی عورتوں کے ساتھ نکاح ناجائز قرار پاتا تھا، جن کے ساتھ حقیقت میں نکاح جائز ہوا کرتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قبیح رسم کو ختم کرنے کا ارادہ فرمایا چونکہ اس رسم کی جڑ اس قدر مضبوط ہو چکی تھی، عربوں کے دل ودماغ میں اس قدر رچ بس چکی تھی کہ وہ اس کو ختم کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے آسانی کے ساتھ اس کو ختم کرنا بھی ممکن نہیں تھا بلکہ اس کے لئے بھی ایک بڑی قربانی کی ضرورت تھی۔ یہ قربانی بھی کوئی عام قسم کی قربانی نہیں تھی کہ ہر کوئی اس کو دے دے۔ یہ قربانی اسی شخص سے لی جا سکتی تھی، جس میں ہر طرح کے طعن وتشنیع اور بھبیتوں کے مقابلہ کی طاقت ہو۔ اس قربانی کے لئے اس عظیم ہستی کی ضرورت تھی جس کی ہمت پر زمانہ کو ناز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کے لئے اس

عظیم شخصیت کا انتخاب فرمایا جس نے سیکڑوں بتوں کی پرستش کرنے والوں کو خدائے واحد کی عبادت کرنے کی دعوت دینے کی جرأت کی تھی۔ جسے ایسا کرنے سے نہ دشمنوں کے مظالم اور ان کی سختیاں روک سکی تھیں اور نہ ہی ان کی پھبتیوں سے ان کے قدم ڈگمگائے تھے۔ اس ہستی نے اہل مکہ، طائف کے باشندوں اور عرب کے میلوں میں جمع ہونے والے قبیلوں کے سامنے ان کے بتوں کی بے بسی کا برملا اعلان کیا تھا اور ہر طرح کے ردعمل کا مردانہ وار مقابلہ کیا تھا۔ جس نے اپنے چچا کے سامنے، جب انھوں نے کفار و مشرکین مکہ کے اصرار کرنے پر آپ کو دین اسلام کی دعوت کے بارے میں اپنے رویے میں تبدیلی کے لئے کہا تھا تو آپ نے یہ تاریخی جملے کہتے تھے۔

"یا عم واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی و القمر فی یساری علی أن أترك هذا الأمر حتی یظهره الله او أهلك فیه ما ترکته." (ضیاء النبی ج ۲، ص ۲۷۵)

ترجمہ: اے چچا اگر وہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کریں کہ میں دعوت حق کو ترک کر دوں گا تو یہ ممکن نہیں ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ اس دین کو غلبہ دے دے گا، یا میں اس کے لئے جان دے دوں گا۔ اس وقت تک میں اس کام کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔

وہی ہستی جس نے کفار و مشرکین کی ہر طرح کی مخالفتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا صرف وہی اس متذکرہ بالا انتہائی قبیح رسم کو ختم کرنے کے لئے قربانی دے سکتی تھی۔ (ضیاء النبی ج ۷، ص ۵۲۴)

حضور سے نکاح کی تفصیل

منقول ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جاؤ

اور زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو میرے لئے پیام دو۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کام کے لئے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حکمت و مصلحت کے تحت خاص فرمایا تھا تا کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ یہ شادی زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی رضاو خوشی کے بغیر زبردستی کی گی ءہے اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اب زید کے دل میں زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی کوئی رغبت اور خواہش نہیں ہے اور وہ اس شادی کے لئے راضی ہیں۔ نیز حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت پر ثابت قدم رکھنا اور اللہ عزوجل کے حکم سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راضی رکھنا بھی ثابت فرمانا مقصود تھا کیونکہ یہ محل انتہائی نازک ہوا کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جب زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر پہنچا تو وہ میری آنکھوں میں ایسی بزرگ خاتون معلوم ہوئیں کہ میں ان کی طرف نظر تک نہ اٹھا سکا۔ پھر میں گھر کی طرف پشت کر کے الٹے قدم ان کے پاس گیا اور میں نے کہا زینب تمہیں خوشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں آپ کے لئے تمہیں پیام دوں۔ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا: "ما کنت لأحدث شيئا حتى أو امر ربي عزوجل" میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی یہاں تک کہ میں اپنے رب عزوجل سے مشورہ نہ کرلوں۔ اس کے بعد وہ اٹھیں اور مصلی پر پہنچیں اور سر کو سجدہ میں رکھا اور بارگاہ خدا میں عرض و نیاز کی۔ بعض روایتوں کے مطابق دو رکعت نماز پڑھ کر سجدے میں گئیں اور بارگاہ بے نیاز میں یہ عرض کی کہ اے خدا! تیرا نبی میری خواستگاری فرماتا ہے۔ اگر میں ان کی زوجیت کے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں دیدے۔ چنانچہ اسی وقت ان کی دعا کو اللہ عزوجل نے قبول فرمالیا

اور یہ آیت کریمہ نازل فرمایا:

"فلما قضی زید منها وطرا زوجنکها لکی لایکون علی المؤمنین حرج فی أزواج أدعیائهم إذا قضوا منهن وطرا." سورۂ احزاب:۳۵/۲۲)

ترجمہ: پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی (یعنی طلاق دینے کی خواہش پوری ہوگئی) تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی تا کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کی بی بیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے۔ (یعنی جب وہ انہیں طلاق دیدیں) اور اللہ کا حکم ہو کر رہنا ہے۔ (کنز الایمان)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی کے آثار ظاہر ہوئے۔ چند لمحہ کے بعد تشریف لائے اور مسکرا کر فرمایا کون ہے جو زینب کے پاس جائے اور انہیں خوشخبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو میری زوجیت میں دے دیا ہے اور مذکورہ آیت مقدسہ کی تلاوت فرمائی۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں دوڑیں اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خوشخبری دی اس خوشخبری کے سنانے پر حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے وہ سارے زیورات عطا فرما دئے جو انھوں نے خود پہن رکھی تھیں اور سجدۂ شکر بجالائیں اور نذر مانیں کہ دو مہینے کے روزے رکھوں گی۔

مروی ہے کہ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر اجازت حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے جب کہ وہ برہنہ سر تھیں۔ (اس وقت تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا) اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے خطبہ اور بغیر گواہ کے فرمایا: الله المزوج و جبریل

الشاھد" اللہ نکاح کرنے والا ہے اور جبرئیل (علیہ السلام) گواہ ہیں۔اس طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ ولیمہ کے کھانا کے طور پر روٹی اور گوشت تیار کیا اور لوگ خوب شکم سیر ہو کر کھائے۔ایسا ولیمہ ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ کے لئے نہیں کیا تھا۔ یہ قصہ اسی طرز پر جو کہ مذکور ہوا محققین اہل سیر کے نزدیک معتبر اور ثابت ہے۔ بعض اہل سیر اور اہل تفسیر و تواریخ اس قصہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں جو نہ حقیقت اور واقع کے مطابق ہے اور نہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عالی کے مناسب ہے۔ محققین اس کو مفسرین کی لغزشوں اور غلطیوں میں شمار کرتے ہیں۔اس قصہ کے علاوہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ کہ وہ زلیخا کے ساتھ خلوت میں گئے۔اسی طرح حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا اوریا کے ساتھ قصہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے گم ہونے کا قصہ۔ یہ تمام قصے محققین کے نزدیک متروک ہیں اور ادب سے دور ہیں۔(المدارج النبوۃ ج۲،ص ۸۲۱)

شادی کی تاریخ

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کس سن میں شادی کی۔اس سلسلہ میں کئی اقوال ملتے ہیں۔ حضرت ابن ابی خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت معمر بن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔فرماتے ہیں:

"تزوجها رسول الله تعالیٰ علیه وسلم سنة ثلاث من الهجرة بالمدينة، و قيل: سنة أربع و قيل: سنة خمس هي يومئذ بنت خمس و ثلاثين سنة." (سبیل الہدیٰ والرشاد، ج۱۱، ص ۲۰۱)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے (حضرت زینب رضی

اللہ تعالیٰ عنہا سے) مدینہ منورہ میں ۳ ھ میں شادی کی اور کہا گیا ہے کہ ۴ ھ میں اور کہا گیا ہے کہ ۵ ھ میں اور اس وقت حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۳۵ سال تھی۔

اس شادی پر مخالفین کی نکتہ چینی اور وحی کے ذریعہ اس کا جواب

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے جس مقصد کے تحت حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا کو اپنی زوجیت میں لیا تھا وہ مقصد پورا ہو گیا تھا، یعنی اس نکاح کے ذریعہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کے ساتھ نکاح کی حرمت ختم ہوگئی تھی لیکن اس رسم کو توڑنے کی وجہ سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفین کو واویلا مچانے کے لئے ایک اہم حربہ ہاتھ آ گیا تھا۔ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف آسمان سر پر اٹھالیا اور کہنے لگے کہ:

"حرم محمد نساء الولد و قد تزوج إمرأة إبنه." (المواهب اللدنیہ، ج ۲، ص ۸۷)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے لڑکے کی بیوی کو حرام قرار دیا ہے اور خود اپنے لڑکے کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخالفین کی اس قسم کی باتوں کا بھی خود جواب دیا اور یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی:

"ما كان محمد ابا أحد من رجالكم و لكن رسول الله و خاتم النبيين ط و كان الله بكل شئ عليما" (سورہ احزاب: ۲۲/۴۱)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول

ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت مقدسہ کے ذریعہ جہاں ایک طرف مخالفین کی ہرزہ سرائیوں کا جواب دیا کہ میرا محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے، وہیں دوسری جانب یہ بھی بتایا کہ وہ میرے رسول ہیں۔ دراصل مردوں میں سے کسی کے باپ ہونے کی نفی اور اللہ کے رسول ہونے کے اثبات میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ اے لوگو! سن لو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ تو زید کے باپ ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے مرد کے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا تمہارے ساتھ تعلق کمزور ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا جو تمہارے ساتھ رشتہ اور تعلق ہے وہ باپ بیٹے کے باہمی تعلق سے بھی کہیں گہرا اور مضبوط ہے۔ وہ تعلق یہ ہے کہ وہ تماری طرف اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور تم ان کی امتی ہو۔ بلاشبہ باپ اپنی اولاد پر بڑا مہربان اور شفیق ہوتا ہے لیکن رسول کا جو تعلق اپنی امت کے ہر فرد کے ساتھ ہوتا ہے اور اپنے غلاموں پر وہ جو مہربانیاں اور لطف وکرم فرماتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں باپ کی تمام مہربانیاں کم تر اور ہیچ ہوا کرتی ہیں۔ کیونکہ باپ کی شفقتیں اولاد کی جسمانی اور مادی زندگی تک ہی محدود ہوتی ہیں جب کہ رسول کی نظر عنایت سے امتی کا جسم اور روح، ظاہر اور باطن، دل اور عقل سب مستفید ہوتے ہیں۔ ایک اہم فرق یہ بھی ہے کہ باپ کی مہربانیاں روز محشر کام نہیں آئیں گی بلکہ سارے دنیوی رشتے اس دن ٹوٹ جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس تعلق سے فرمایا:

"یوم یفر المرء من أخیه و أبیه و صاحبته و بنیه."

(سورۂ عبس: ۳۰/۳۵-۳۴)

ترجمہ: اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو (بیوی) اور بیٹوں سے۔ (کنزالایمان)

لیکن رسول کے لطف وعنایت سے دنیا اور آخرت دونوں میں اس کا امتی شادکام ہوتا ہے۔(ضیاء القرآن ج ۴، ص ۶۵-۶۶)

قرآن کریم نے ام المومنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی کے اس واقعہ کے تمام اہم پہلوؤں کو اچھی طرح بیان کر دیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ قرآن کریم نے اس کو بھی خدا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ قرار دیا ہے۔ قرآن کریم نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طلاق دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح خود کر دیا ہے۔ اس نکاح کے پس پردہ کیا حکمت کارفرما تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی واضح فرما دیا ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ نکاح ہم نے اس لئے کیا ہے تاکہ یہ نکاح مسلمانوں کے لئے رحمت بن جائے اور اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے طلاق کے بعد نکاح نہ کرنے کی جو قبیح رسم چلی آ رہی تھی وہ ختم ہو جائے۔ اس مشکل ترین حکم کے نفاذ کے وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل میں مخالفین کے ردعمل کے تعلق سے جو خدشات پیدا ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ظاہر فرمایا۔ اس قدر وضاحتوں کے بعد مخالفین کو اپنی زبانیں بند کر لینی چاہئے تھیں لیکن جن کے دل مریض ہوں، جن کے رگ وپے میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی سرایت کر چکی ہو ان پر ان وضاحتوں کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟ ان دریدہ دہنوں نے ان واضح حقائق کو اپنے من کے مطابق معنی پہنائے اور اس واقعہ کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کردار کشی کے لئے جم کر استعمال کیا۔ مستشرقین نے اس عمل میں بڑی دلچسپی لی ہے اور اس مبارک واقعہ کو افسانوی طرز سے بیان کر کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان

اقدس میں گستاخی کی ہیں اوراس واقعہ سے کچھ ایسی باتیں جوڑ دی ہیں، جو صرف انہیں کی گڑھی ہوئی ہیں، حقیقت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہاں پر اس بات کی بھی وضاحت بے جا نہ ہوگی کہ بعض مسلمانوں کی غیر محتاط تحریروں سے بھی اس سلسلے میں مستشرقین کو کافی حوصلہ ملا ہے۔ ایسی تحریروں کے سلسلے میں محققین علمائے کرام کا کیا فیصلہ ہے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

"ذکر ابن ابی حاتم وابن جریر ههنا عن بعض السلف آثارا أحببنا ان نضرب عنها صفحا لعدم صحتها فلا نوردها."

ترجمہ: بعض علما نے یہاں کئی روایتیں نقل کی ہیں لیکن وہ صحیح نہیں، اس لئے ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔

علامہ ابن حیان اندلسی لکھتے ہیں کہ:

"لبعض المفسرين كلام في الآية يقتضى النقص من منصب النبوة ضربنا عنه صفحا."

ترجمہ: یعنی بعض مفسرین نے یہاں ایسی باتیں لکھیں ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی شان اقدس کے منافی ہیں، اس لئے ہم نے ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے:

"أما ما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم هوى زينب إمرأة زيد و ربّما أطلق بعض المجان لفظ عشق فهذا إنما يصدر عن جاهل لعصمة النبى صلى الله عليه وسلم على مثل هذا او مستخف بحرمته." (قرطبی)

ترجمہ: یہاں جو افسانہ گڑھا گیا ہے یہ ان لوگوں کی طرف سے ہے

جنہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عصمت کا علم نہیں یا انھوں نے دانستہ طور پر شان نبوت کو گھٹانے کی کوشش کی ہے۔ حضرت علامہ آلوسی کی بھی یہی رائی ہے۔ (ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۶۴)

جن روایتوں کے متعلق علمائے محققین کے فیصلے کا تذکرہ ہوا، ان روایتو سے حوصلہ پا کر مستشرقین نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس شادی کے واقعہ کو اس طرح افسانوی رنگ میں رنگنے کی کوششیں کیں کہ جس کو بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے لیکن مستشرقین کے الزامات و اتہامات کو رد کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یہاں پر ان الزامات کی ہلکی سی جھلک بھی پیش کی جائے تا کہ انصاف پسند قارئین سمجھ سکیں کہ مستشرقین کس قسم کی غیر منصفانہ تحقیق کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ مستشرقین کے الزمات نقل کئے جائیں۔ اس بات کو ملاحظہ کیا جائے کہ عیسائی اس شادی پر معترض کیوں ہیں۔

عیسائی اس شادی پر معترض کیوں ہیں؟

عیسائی اس شادی پر معترض کیوں ہیں؟ کیا توریت نے تبنیت کو حق ٹھہرایا ہے؟ کیا حضرت عیسیٰ مسیح اللہ علیہ اسلام نے تبنیت کو جائز تسلیم کیا ہے؟ اور کیا ایک حرف بھی اس کے جواز میں کہا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ عیسائیوں کو اس واقعہ سے رنج ہے؟

دراصل رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس مبارک شادی سے کافروں کی رسم تبنیت ہی کا بطلان نہیں ہوا بلکہ اس شادی کے ذریعہ تثلیث کا نظریہ بھی باطل ہو گیا کیونکہ جب اسلام نے یہ ثابت کر دیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا، ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان خون کا رشتہ نہ ہو بالکل جھوٹ اور افتراء و بہتان کے سواء کچھ نہیں ہے۔ تب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ایک انسان کو اللہ عزوجل کا بیٹا کہنا یقینی طور پر باطل ہے۔ کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی

مشابہت ہی نہیں ہے۔ یہ جسم اور روح سے مرکب انسان جو سینکڑوں انسانی ضرورتوں کا محتاج ہے۔ جو ایک دن ہوا ہے اور اس سے پہلے نہ تھا۔ جو ایک دن مرجائے گا کیوں کر اس حی القیوم زندہ خدا کا فرزند ہوسکتا ہے، جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اول اور ابد سے بھی آخر ہے۔ پس یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے عیسائی اس واقعہ سے ناراض رہتے ہیں اور اس پر معترض ہیں۔ (رحمۃ للعلمین، ۱۶۹)

مستشرقین کی ہرزہ سرائیوں کی ایک جھلک

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس مبارک نکاح کے واقعہ، ولیم موریہ افسانوی رنگ دیتے ہوئے لکھتا ہے:

Mohammad was now going on to three-score years, but weakness for the sex seemed only to grow with age, and the attractions of his increasing harem were insuffcient to prevent his passion from- wandering beyond its ample limits.

Happening one day to vistit the dwelling of his adopted son Zeid, he found him absent. As he knocked, Zeinab, wife of Zeid, started up in the confusion to array herself decently for the prophet's reception. But the charms had already through the half-Opened door, unveiled themselves too freely before his admiring gaze, and Mohammad, smitten by the sight. exclaimed, "Gracious Lord! Good Heaverts! How thou dost turn the hearts for men!. "The words, uttered as he turned to go, were

overheard by Zenab, and she, proud of her conquest, was nothing loth to tell her husband of it. Zeid went at once to Mohammad, and offered to divorce his wife for him, Keep thy wife to thysedlf. "he answered and feel God. But the words tell from unwilling lips" (Mohammad and Islam P. 126)

ترجمہ: ''محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر اب ساٹھ سال کے قریب تھی لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ عمر میں اضافے کے ساتھ ساتھ جنس کے معاملہ میں ان کی کمزوری میں اضافہ ہورہا تھا اوران کے بڑھتے ہوئے حرم کی کششیں ان کو اپنی وسیع حدود سے تجاوز سے باز رکھنے کے لئے کافی نہ تھیں۔ ایک روز وہ اپنے منہ بولے بیٹے زید سے ملنے ان کے گھر گئے لیکن وہ گھر پر موجود نہ تھے۔ انھوں نے دستک دی۔ زید کی بیوی زینب رسول خدا کا مہذبانہ استقبال کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے لگیں لیکن ان کا حسن نیم دروازے کے راستے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مشتاق نگاہوں کے سامنے اپنے آپ کو منکشف کر چکا تھا۔ اس منظر سے مغلوب ہو کر انھوں نے بے ساختہ کہا ''سبحان اللہ! اے اللہ! تو لوگوں کے دلوں کو کیسے پھیر دیتا ہے'' وہ الفاظ جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے واپس جاتے ہوئے اپنی زبان سے ادا کئے تھے، وہ زینب نے سن لئے۔ وہ اپنی فتح پر نازاں تھیں اور انھوں نے یہ واقعہ اپنے خاوند کے سامنے بیان کرنے میں ذرا بھی جھجک محسوس نہ کی۔ زید یہ سن کر فوراً محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ان کی خاطر اپنی زوجہ کو طلاق دینے

کی پیشکش کی۔ انھوں نے کہا خدا سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو۔ یہ الفاظ بے دلی سے ان کی زبان پر آئے تھے۔"

ولیم میور اسی طرح اس واقعہ کو افسانوی طرز میں آگے بڑھاتا ہے اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دیئے جانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی شادی کو افسانوی رنگ میں یوں لکھتا ہے:

Even in Arabia to marry the divorced wife of an adopted son was a thing unheard of and he foresaw the scandal it would create. But the Flame would not be stifled and so casting his scruples to the winds, he resolved at last to have her (1) (Mohammad & Islam P. 136)

ترجمہ: "اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی ایسی بات تھی جو عرب جیسے ملک میں بھی نئی تھی۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ اس نکاح سے ان کی بڑی بدنامی ہوگی لیکن محبت کا شعلہ بجھنے والا نہ تھا۔ انھوں نے ضمیر کی ہر خلش کو جھٹک دیا اور ہر قیمت پر زینب کو حاصل کرنے کا تہیہ کرلیا۔"

ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی حکم خداوندی سے ہوئی تھی۔ اس حقیقت کو ولیم مور اپنے مخصوص انداز میں یہ معنی پہناتا ہے:

،"The Marriage Coused no small obloguy, and to save his reputation Mohammad fell back upon his oracle. a passage was promulgated which purorts on the part of the Almighty not noly to

sanctio the union, but even reprehend the prophet for hisitating to consumate it, prom the fear men" (Mohammd & Islam P. 127)

ترجمہ: اس نکاح سے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کچھ بدنامی نہ ہوئی۔ اپنی شہرت کو محفوظ رکھنے کے لئے انھوں نے وحی کا سہارا لیا۔ ایک آیت کی تشہیر کی گئی جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ صرف اس شادی کو جائز قرار دیا گیا تھا بلکہ اس بات پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تنبیہ کی گئی کہ انھوں نے لوگوں کے خوف سے اس شادی کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیوں کیا۔''

ولیم میور نے اس کے بعد اس پوری آیت کا ترجمہ لکھا ہے، جس میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کا تذکرہ ہے۔ پھر اس نے قرآنی آیات کے متعلق یہ تبصرہ کیا ہے:

"Could the burlesque of inspiration be Carried father? yet this verses well as the revelation chiding him because he did not marry Zeiban, and the other passages on the prophet's relations with his household-are all incorporated in the coren, and to this day are gravely recited in dus course, as a part of the word of God, in every mosque throughout Islam" (Mohamad & Islam P. 129-30)

ترجمہ: کیا وحی کے مزاح کو اس سے آگے لے جانا ممکن ہے؟ اس کے باوجود یہ آیت اور وہ وحی جس میں زینب سے شادی نہ کرنے پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تنبیہ کی گئی ہے، اور دیگر آیات جن

میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اہل خانہ کے ساتھ تعلقات کا ذکر ہے، وہ سب قرآن کا حصہ ہیں اور آج تک دنیائے اسلام کی ہر مسجد میں کلام اللہ کے طور پر ان کی تلاوت ہوتی ہے"

علامہ پیر کرم شاہ ازہری کا تبصرہ

اس اقتباس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت علامہ پیر کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"گویا ولیم میور یہ کہہ رہے ہیں کہ خدا کی طرف سے جو قانون نازل ہو اس میں انسانوں کی خانگی زندگی کے متعلق کوئی لفظ نہ ہو، کسی الہامی کتاب میں خانگی معاملات پر گفتگو ان کے نزدیک وحی کے ساتھ مذاق ہے۔ حالانکہ ولیم میور ایک پکے عیسائی ہیں۔ بائبل ان کے پاس موجود ہوگی اور وہ اس کا مطالعہ بھی کرتے ہوں گے بائبل میں خدا کے مقدس نبیوں اور رسولوں کی طرف جو ننگ انسانیت حرکتیں منسوب ہیں۔ وہ تو ولیم میور کو وحی کے ساتھ مذاق نظر نہیں آئی اور قرآن حکیم اگر انسانوں کی خانگی زندگی کو منظّم کرنے کے لئے قانون اور ضابطے مقرر کرے تو ان کے نزدیک یہ وحی سے مذاق بن جاتا ہے۔ اسلام دین فطرت ہے انسانی فطرت کا خالق خود خداوند قدوس ہے۔ فطرت کے جو تقاضے قدرت نے پیدا کئے ہیں۔ ان کو کچل دینا انسانیت نہیں۔ بلکہ انسانیت یہ ہے کہ ان تقاضوں کو منظّم کیا جائے۔ اسلام نے یہی کام کیا ہے، عیسائیت نے ان تقاضوں کو کچلنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا نتیجہ انہیں آج دنیائے عیسائیت کے گلی کوچوں میں دندناتی ہوئی فحاشی اور بدکاری کی شکل میں دیکھ لینا چاہئے۔ (ضیاء النبی، ج ہفتم، ص ۵۳۳)

جس طرح ولیم میور نے ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی کو افسانوی طرز میں پیش کیا ہے۔ ٹارانڈ رائے نے بھی اس واقعہ کو اسی طرز میں بیان کرنے کی ناپاک کوشش

کی ہے بلکہ وہ تو اس واقعہ کو زیادہ دلچسپ بنانے کے لئے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حسن و جمال اور غرور و افتخار کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بڑی پاکباز تھیں، لیکن اس کے خیال میں اس پاکبازی کا تعلق ان کی عمر کے آخری حصے سے ہوگا۔ (محمد، دی مین اینڈ ہز فیتھ، ص ۱۵۳)

Fiedenzio (فدنزیو) نے اس شادی کو مزید دلچسپ بنانے کے لئے تاریخ کے سارے حقائق سے صرف نظر کرتے ہوئے محض اپنے مفروضے پر اعتماد کر کے یوں لکھتا ہے:

> ''اس علاقے میں سیدروس نامی ایک شخص رہتا تھا جس کی بیوی کا نام زینب تھا، یہ زمانے کی حسین ترین عورت تھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس کے حسن و جمال کا شہرہ سنا اور ان کے دل میں اس کی محبت نے ڈیرہ لگالیا۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس عورت کو دیکھنے کا ارادہ کیا اور خاوند کی عدم موجودگی میں اس کے گھر گئے۔ انھوں نے عورت سے اس کے خاوند کے متعلق پوچھا۔ عورت نے کہا یارسول اللہ آپ کیسے ہمارے گھر تشریف لائے؟ میرا خاوند تو اپنے کام پر گیا ہے۔ عورت نے اس ملاقات کی خبر اپنے خاوند سے پوشیدہ نہ رکھی۔ خاوند نے اس سے پوچھا کیا رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تھے؟ اس نے جواب دیا ہاں! وہ یہاں تشریف لائے تھے۔ اس نے پوچھا کیا انھوں نے تمہارا چہرہ دیکھا تھا؟ اس نے کہا ہاں! انھوں نے میرا چہرہ دیکھا تھا اور دیر تک اسے دیکھتے رہے تھے۔ اس پر اس عورت کے خاوند نے کہا۔ اس کے بعد میرا تمہارے ساتھ رہنا ممکن نہیں ہے'' (المستشرقون و الإسلام، ص ۲۳۵)

ر۔ف۔بودلے نے بھی اس واقعہ کواسی طرح افسانوی طرز میں پیش کیا ہے۔اس نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار کوبھی خصوصی طور پر مسخ کرنے کی کوشش کی ہے اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوایسی عورت ثابت کی ہے، جواس افسانے کی کہانی سے مناسبت رکھتی ہو۔(ایضا،ص ۳۳۶)

علامہ پیر کرم شاہ ازہری کا تبصرہ:

حضرت علامہ پیر کرم شاہ ازہری نور اللہ مرقدہ اس موقع پر فرماتے ہیں:

''مستشرقین غیر جانبدار محقق سمجھے جاتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ تاریخ اور افسانے میں فرق ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ کوافسانوی رنگ میں لکھنے کی سازش جان بوجھ کرکی ہے۔ اگر وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے واقعات کوتاریخ نویسی کے اصولوں کے مطابق پرکھیں تو انہیں آپ کی زندگی میں کوئی چیز ایسی نہیں مل سکتی جس کے ذریعے وہ آپ کے کردار کو داغدار کرکے لوگوں کو آپ کے دین سے متنفر کرسکیں۔ چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کچھ لکھنے سے ان کا اصل مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ آپ کے کردار کو مشکوک کرکے دین اسلام کی بنیادیں کمزور کریں، اس لئے یہ اصل مقصود ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتا ہے اور کسی مقام پر بھی ان کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا۔ لیکن مستشرقین اس معاملہ میں سخت غلط فہمی کا شکار ہیں۔ وہ خواہ افسانہ لکھیں یا ڈرامہ، جس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے ہر خامی سے پاک رکھا ہے، اس کے دامن پر دشمنوں کی طرف سے لگایا جانے والا کوئی دھبہ ٹھہر نہیں سکتا، کیونکہ باطل میں اتنی طاقت کبھی نہیں ہوتی کہ وہ حق کو مغلوب کرسکے۔ روشنی کا ایک کرن اندھیروں کا سینہ چیر دیتی ہے اور شب دیجور کی تاریکیاں ایک چراغ کی روشنی کو مدھم نہیں کرسکتیں۔''

علامہ مرحوم مستشرقین سے سوالیہ انداز میں آگے لکھتے ہیں:

''ہم یہاں مستشرقین سے صرف ایک سوال کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہمیں یہ بتائیں کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت کا جو افسانہ تراشا ہے، اس قسم کے افسانے کے مرکزی کردار سے زندگی میں کسی عظیم کارنامے کی توقع کی جاسکتی ہے؟ جو شخص ساٹھ سال کی عمر میں بھی اپنے جذبات پر کنٹرول نہیں کرسکتا، صنف نازک کی کشش سے وہ رشتوں کے تقدس کو بھی بھول جاتا ہے، اپنی شہرت اور اپنے وقار کو بھی نظر انداز کردیتا ہے اور خواہشات کی تکمیل کے لئے ایسے کام کرتا ہے جو خود اس کے اصولوں کے بھی خلاف ہوں اور اس کے وقار کے لئے تباہ کن ہوں، کیا یہ ممکن ہے کہ ایسا شخص جب عنفوان شباب میں تھا تو اس وقت اس کے جذبات کنٹرول میں ہوں گے اور وہ جذبات سے آزاد ہوکر انسانیت کی خدمت میں مگن ہوگا؟ اس بات کو نہ عقل تسلیم کرتی ہے اور نہ ہی انسانی تجربہ۔ ساٹھ سال کی عمر جذبات کی طغیانی کی عمر نہیں اس عمر میں انسان کے عقل اس کے جذبات پر غالب ہوتی ہے، جس شخص کی حالت ساٹھ سال کی عمر میں یہ ہو، لامحالہ وہ اپنے دور شباب میں اپنی خواہشات کے ہاتھوں ایک کھلونا بنا ہوگا اور ایسے شخص سے کسی عظیم کام کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ لیکن مستشرقین جس ہستی کو اس افسانے کا مرکزی کردار بتاتے ہیں اس کے کارناموں کا انکار کرنے کی جرأت کوئی دشمن بھی نہیں کرسکتا کیونکہ یہ وہ ہستی ہے جس نے تاریخ کے دھارے کا رخ بدل دیا تھا۔ جس نے زمانے کی نس نس میں رچی ہوئی رسموں کے بت ریزہ ریزہ کردیئے تھے، جس کی تاریخ اور زندگی کے کارناموں کا مطالعہ کرنے کے لئے لاکھوں یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں۔ جس کی لائی ہوئی کتاب کے یورپی زبانوں میں سینکڑوں ترجمے اس کے دشمنوں نے کئے ہیں۔ جس نے قیصر و کسریٰ کی اکڑی

ہوئی گردنیں جھکادی تھیں۔''

موصوف فیصلہ کن انداز میں آگے تحریر فرماتے ہیں:

''اب ایک غیر جانبدار محقق کے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو اس ہستی کے ان کارناموں کا انکار کردے جو تاریخ کے ایک ایک صفحے پر بکھرے پڑے ہیں یا پھر یہ فیصلہ کرے کہ جن لوگوں نے مذکورہ افسانے کے ذریعہ اس عظیم ہستی کے کردار کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ پرلے درجے کے بدنیت ہیں۔ تاریخ کا انکار کرنے کی کسی میں جرأت نہیں، اس لئے یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ مستشرقین نے اس افسانے کے ذریعہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس رنگ میں دکھانے کی کوشش کی ہے، آپ کا دامن اس سے پاک ہے۔ آپ اسی قسم کے انسان تھے جس قسم کا انسان آپ کو وہ لوگ سمجھتے تھے جو صبح وشام آپ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ اس قسم کے انسان نہ تھے جس قسم کا انسان آپ کو مستشرقین قرار دیتے ہیں۔'' (ضیاء النبی ج ہفتم، ص ۵-۵۳۴)

مستشرقین رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر انتہائی دلیری کے ساتھ یہ الزام تراشتے ہیں کہ انھوں نے ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حسن و جمال کو یکا یک دیکھا تو ان کی محبت میں گرفتار ہو گئے حالانکہ ان کا یہ الزام سراسر غلط اور بالکل بے بنیاد ہے حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے پلی بڑھی ہیں، ایسے میں ان کی شکل وصورت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی تھی؟ خاص طور پر ایسی صورت حال میں کہ جب پردے کا حکم بھی ابھی نہیں نازل ہوا تھا مزید یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر ان سے شادی کرنا چاہتے تو کوئی انکار نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اصرار کر کے ان کی شادی اپنے

آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی تھی۔ دوسری بات یہ کہ عرب جیسے گرم ملک میں جہاں عورتوں کا شباب جلد ہی ڈھل جاتا ہے۔ یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ۳۵ رسالہ عورت کے حسن و جمال کو دیکھ کر یک بیک مائل ہو گئے ہوں۔ ان سارے حقائق کے ہوتے ہوئے رسول اللہ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر اس قسم کا الزام لگانا سراسر عناد اور دشمنی ہے۔

حضرت امام ابو بکر بن عربی کی جانب سے ان الزامات کا رد

حضرت امام ابوبکر بن عربی اس الزام کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إنه باطل لا يصح النظر إليه فانه كان معها فى كل وقت و موضع و لم يكن هناك حجاب يمنعها منه فكيف تنشأ معه و ينشأ معها و ينظرها فى كل ساعة و لا تقع فى قلبه إلا إذا كان لها زوج و قد وهبته و نفسها و كرهت غيره فلم يخطره ذلك بباله فكيف يتجدد الهوى بعد العدم حاشا لذلك القلب المطهر من هذه العلاقة الفاسدة." (زوجات النبى الطاهرات، ص ٦٤)

ترجمہ: "یہ قصہ باطل ہے۔ اس کی طرف دیکھنا بھی صحیح نہیں ہے۔ حضرت زینب ہر وقت اور ہر جگہ آپ کے ساتھ رہیں۔ ان کے درمیان حجاب نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو دیکھ نہ سکتے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دونوں نے ایک ساتھ پرورش پائی ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دیکھتے رہے ہوں لیکن ان کی محبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل میں پیدا نہ ہوئی ہو اور جب ان کی شادی ہو چکی ہو اور وہ اپنے خاوند کے ساتھ رہ رہی ہوں تو اچانک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل میں ان کی محبت پیدا ہو گئی ہو۔ حالانکہ حقیقت

یہ ہے کہ انھوں نے اپنی جان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہبہ کی تھی اور کسی دوسرے کو پسند نہ کیا تھا لیکن ان تمام باتوں کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پرواہ نہیں کی تھی، تو وہ محبت جو اتنا عرصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل میں پیدا نہ ہوئی تھی وہ اچانک کیسے پیدا ہوگئی۔ یقیناً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب اطہر اس قسم کی چیزوں سے قطعاً پاک ہے"

چند یہودی محققین کی جانب سے مستشرقین کے الزامات کا رد

عجب اتفاق ہے کہ ولیم میور، فدنزیو اور "ر۔ف بودلے" جیسے اسلام دشمن عناصر نے تو ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی کے واقعہ کو افسانوی رنگ دے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کردار کو مسخ کرنے کی ناپاک جرأت و جسارت کی لیکن خود انہیں کی صفوں میں سے ہی کئی ایسے لوگ سامنے آئے جنہوں نے اس افسانے کی تردید کردی۔ انھوں نے مستشرقین کے اس افسانے کا جب تاریخی حقائق کی روشنی میں جائزہ لیا تو اس کو بے بنیاد اور ناقابل تسلیم قرار دیا۔ منٹگمری واٹ ان لوگوں میں سے ہے جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی موقع تلاش کرتے رہتے ہیں، لیکن یہ افسانہ اس کو بھی بے بنیاد اور ناقابل تسلیم نظر آیا ہے اور اس نے اس افسانے کے متعلق ایسے تاثرات کا اظہار کیا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس اوچھے الزام سے بری ثابت کرتے ہیں۔ منٹگمری واٹ لکھتا ہے:

"Despite the Stories, then, it is unlikely that he was swept off his feet by the physical attractiveness of Zaynab. the other wives are said to have feared her beauty' but her age

when she married Muhammad was thirty-five, or perheps rather thinrty-eight, which is fairly advanced for an Arab woman" (محمد ایٹ مدینہ، ص ۳۳۱)

ترجمہ: ''ہر قسم کی کہانیوں کے باوجود یہ بات ناممکن ہے کہ زینب کی جسمانی کشش کی وجہ سے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے قدم ڈگمگائے ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی دوسری بیویاں زینب کے حسن سے خائف تھیں۔ لیکن محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ شادی کے وقت ان کی عمر ۳۵ بلکہ اڑتیس سال تھی۔ ایک عرب عورت کے لئے یہ عمر بڑی عمر شمار ہوتی ہے۔

منٹگمری واٹ ایک اور مقام پر اس افسانے کے متعلق یہ تبصرہ کرتا ہے:

"It is most unlikely that at the age of fifty-six such a man as he should have benn carried away by a passion for a woman of thirty-five or more." (محمد پرافٹ اینڈا سٹیٹسمین، ص ۱۵۸)

ترجمہ: ''یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جیسا ایک چھپن سالہ شخص ایک ایسی عورت کے متعلق جذبات کی رو میں بہ گیا ہو جس کی عمر پینتیس سال یا اس سے بھی زیادہ تھی۔''

منٹگمری کی نظر میں اس شادی کی حکمت

منٹگمری واٹ ام المومنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ کی شادی کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"The criticism of Muhammad, then was based on a pre-islamic idea that was rejected by Islam, and one aim of Muhammad in contracting the marrage was to break the hold of the old idea over men's conduct. How

important was this aim compared with others which he might have had" (محمد ایٹ مدینہ، ص ۳۳۰)

ترجمہ: ''زینب بنت جحش سے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شادی کے وقت، ان پر جو تنقید ہوئی تھی اس کی وجہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جس کو اسلام نے ختم کر دیا تھا۔ اس شادی سے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کے رویے پر اس پرانی رسم کا جو غلبہ تھا، اس کو ختم کیا جائے۔ اس شادی کا یہ مقصد اس کے دیگر ممکنہ مقاصد کے مقابلے میں کتنا اہم تھا؟''

منٹگمری واٹ کے متذکرہ بالا اقتباس کے پیش نظر یہ بات بلاخوف و خطر کہی جاسکتی ہے کہ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسری تمام شادیاں خواہشات کی تسکین کے لئے نہیں کی تھی بلکہ ان شادیوں کے پس پردہ عظیم تر سیاسی، سماجی اور علمی مقاصد کار فرما تھے ٹھیک اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی اپنے حبالۂ عقد میں انہیں عظیم مقاصد کے تحت لیا تھا اور اس نکاح سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کردار مجروح نہیں ہوتا بلکہ اس سے بھی آپ کی عظمت و کرامت ہی ثابت ہوتی ہے۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل اور مناقب بہت ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے دست کاری کرتی تھیں اور بہت زیادہ صدقہ و خیرات دیتی تھیں اور بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ:

"ما رأيت قط خيرا فى الدين من زينب، و أتقى الله، و أصدق حديثا و اوصل للرحم و أعظم أمانة و صدقة." (اسد الغابة

فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۷، ص ۱۲۸)

ترجمہ: میں نے زینب سے زیادہ کسی عورت کو دین کے معاملہ میں بہتر، اللہ سے ڈرنے والی، سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے، امانت دار اور صدقہ کرنے والی نہیں دیکھا۔

مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کی خبر جب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچی تو فرمایا: "ذھبت حمیدۃ مفیدۃ مفروعۃ الیتامی و الأراحل" پسندیدہ خصلت والی، فائدہ دینے والی، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرنے والی دنیا سے چلی گئی۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہیں کی وجہ سے آیت حجاب: "یا ایھا الذین اٰمنوا لاتدخلوا بیوت النبی" (الاحزاب: ۵۳) نازل ہوئی ایک دوسری خصویت یہ بھی ہے کہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ان کے گھر والوں نے کرایا جب کہ ان کا نکاح اللہ عزوجل نے کرایا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں اور فرماتی تھیں: "زوجکن أھلوکن و زوجنی اللہ تعالیٰ من فوق سبع سموات." "تم لوگوں کی شادی تمہارے گھر والوں نے کرائی ہے اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر سے کرائی ہے۔ (سبل الہدی والرشاد، ج ۱۱، ص ۲۰۱)

خود حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے چند فضیلتیں ایسی حاصل ہیں جو کسی اور زوجہ میں نہیں ہے۔ ایک یہ کہ میرے دادا اور تمہارے دادا ایک ہیں، دوسرے یہ کہ میرا نکاح آسمان میں ہوا، تیسرے یہ کہ اس قصہ میں جبریل سفیر و گواہ تھے۔"

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات ستودہ صفات اسلامی تعلیمات کے اظہار اور قبیح رسوم و رواج کو باطل کرنے میں بڑی بابرکت ثابت ہوئی۔ اسی لئے ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی شان میں برابر فرمایا کرتی تھیں۔

"لم یکن أحد من نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسامینی فی حسن المنزلة عنده إلا زینب بنت جحش" (اسد الغابة، ج۷، ص۱۲۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے سوائے زینب بنت جحش کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حسن مقام کے اعتبار سے میری ذات کے برابر کوئی نہیں تھی۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وجہ سے کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی سخت بات کہی تھی، درشت کلامی کی اور کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس طرح بات کرتی ہو؟ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کچھ نہ کہو "إنها لأوّاهة" یہ بہت خشیت رکھنے والی ہے۔ ایک مرد وہاں موجود تھا اس نے پوچھا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الأوّاه"؟ یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اوّاہ کیا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "الخاشع فی الدعاء و التضرع إلی اللہ." دعاء میں خشوع کرنے والا اور اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑانے والا ہے۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت مقدسہ تلاوت کی: "إن إبراهیم لأوّاه حلیم." بے شک ابراہیم بردبار اور بہت زیادہ آہیں کرنے والا ہے۔ گویا کہ رسول اکرم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خشوع و خضوع اور گڑگڑانے میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والتسلیم کے مرتبہ ومقام کے ساتھ خاص فرمادیا۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۸۲۱)

سبل الھدی والرشاد ج ۱۱، ص ۲۰۳ میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے ہے۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا: "أوّلكن لحقا بی اطولکن یداً" تم میں سے جس کے ہاتھ دراز ہیں وہ مجھ سے ملنے میں تم سب سے پہلے سبقت کرنے والی ہے۔ (یعنی اس دنیا سے میرے جانے کے بعد تم میں سب سے پہلے اس کی وفات ہوگی) حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم تمام ازواج نے اپنا اپنا ہاتھ ناپا تا کہ یہ معلوم کریں کہ کس کے ہاتھ سب سے دراز ہیں۔ فرماتی ہیں کہ: "وكانت أطولنا يداً زينب، انها كانت تعمل بيدها و تتصدق" اور ہم میں سے زینب ہاتھ کے اعتبار سے سب سے دراز تھیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے دست کاری کرتی تھیں اور صدقہ دیتی تھیں۔ اور بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں:

"فكن إذا اجتمعنا فی بيت احدنا بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم نمدأ يدينا فی الجدار نتطاول فلم نزل نفعل ذلك حتى توفيت زينب بنت حجش و كانت المرأة إمرأة قصيرة و لم تكن بأطولنا فعرفنا حينئذ أن النبی صلى الله عليه وسلم انما أراد طول اليد بالصدقة." (بخاری ج ۳، ص ۲۲۶، مسلم ۲۴۵۲)

ترجمہ: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم میں سے ایک

زوجہ کے گھر میں اکٹھا ہوئے تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو دیوار پر دراز کیا تاکہ جانیں کہ کس کے ہاتھ دراز ہیں۔ فرماتی ہیں کہ ہم ایسے ہی برابر کرتے رہے یہاں تک کہ سیدہ زینب نے وفات پائی اور وہ ایک چھوٹے قد کی عورت تھیں ہم سے لمبی نہیں تھیں تو اس وقت ہم نے جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درازی ید سے صدقہ وخیرات مراد لیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور نظر حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وفات کا وقت قریب ہو گیا تو انہوں نے فرمایا کہ: "إني قد أعددت كفني و إن عمر سيبعث إلى بكفن فتصدقوا بأحدهما، ان استطعتم أن تتصدقوا بحقوى فافعلوا"

ترجمہ: میں نے اپنا کفن تیار کر رکھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی میرے پاس کفن بھیجیں گے۔ تو ان میں کسی ایک کو صدقہ کر دینا اگر تمہیں استطاعت ہو کہ تم میرے حق میں صدقہ کرو تو کر دینا۔ (الاصابہ ج ۸، ص ۱۵۴)

اسد الغابہ ج ۷، ص ۱۲۸ پر ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں ۱۲ ہزار درہم بھیجا جیسا کہ انھوں نے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے وظیفہ مقرر کر رکھا تھا، تو انھوں نے اس عطیہ کو لے لیا اور سب کو رشتہ داروں اور یتیموں میں تقسیم کر دیا۔ پھر فرمایا: "اللهم لا يدركني عطاء لعمر بن الخطاب بعد هذا." اے اللہ اس کے بعد عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا کوئی عطیہ مجھے نہ ملے۔ یہی بات اصابہ ج ۸، ص ۱۵۵ پر اس طرح ہے: "اللهم لا يدركني هذا المال من قابل فانه فتنة" اے اللہ آئندہ یہ مال مجھے نہ ملے کیونکہ یہ

فتنہ ہے۔(الاصابۃ:ج ۸/۱۵۵)

آپ کی مرویات

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں۔ان میں سے متفق علیہ دو ہیں اور بقیہ نو تمام دیگر کتابوں میں ہیں۔

آپ کے اقارب

ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین بھائی (۱) عبد اللہ (المجدّ ع فی اللہ) (۲) ابو احمد عبد اللہ (۳) عبید اللہ اور تین بہنیں (۱) زینب (۲) حمنہ اور (۳) ام حبیبہ ہیں۔

(۱) عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ انھوں نے حبشہ اور مدینہ منورہ دونوں جانب ہجرت کیں۔رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۲ھ میں ان کو بطن نخلہ کی جانب ۱۲/مہاجرین پر افسر بنا کر بھیجا اور امیر المؤمنین کے عظیم خطاب سے سرفراز فرمایا۔۔ جنگ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور احد ہی میں شہید ہو کر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کی قبر میں دفن کئے گئے۔حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ احد سے پہلے مجھ سے عبداللہ نے کہا:"آؤ ہم خدائے تعالیٰ سے اپنی اپنی آرزوؤں کی دعا کریں" میں نے کہا اچھا۔ہم ایک طرف ہو گئے۔پہلے میں نے دعا کی۔الٰہی جب کل دشمن سے میرا مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ میں بھی سخت ہو اور مدافعت میں بھی پورا ہو، میں اور وہ لڑیں، میرا لڑنا تیرے لئے ہو، پھر مجھے فتح ہو، میں اسے قتل کروں اور اس کا سامان لے لوں۔ میری اس دعا پر عبداللہ نے کہا، آمین پھر عبداللہ نے اپنے لئے دعاء کی۔

"اللهم ارزقنی غدا رجلا شدیدا باسه شدید أحروه أقاتله فیك و یقاتلنی فیقتلنی ثم یأخذنی فیجدع أنفی و أذنی فإذا

لقيتك قلت يا عبد الله فيم جدع انفك و أذنك فأقول فيك و فى رسولك فتقول صدقت."

ترجمہ: الٰہی کل ایسے مرد سے میرا مقابلہ ہو جو حملہ اور مدافعت میں کامل ہو۔ ہم دونوں لڑیں میرا لڑنا تری راہ میں ہو۔، پھر وہ مجھے قتل کر ڈالے۔ پھر مجھے پکڑے اور میرے کان اور ناک کو کاٹ ڈالے۔ پھر جب میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو تو دریافت فرمائے کہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے۔ تب میں عرض کروں کہ تیری راہ میں تیرے رسول کی راہ میں۔ تب تو فرمائے کہ ہاں! تو سچ کہتا ہے:

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عبد اللہ کی دعاء میری دعاء سے بہتر تھی چنانچہ وہ اسی کیفیت سے شہید ہوئے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بلند خیال شاعر بھی تھے، چنانچہ بطن نخلہ کے متعلق ان کے اشعار یہ ہیں:

تعدّون قتلا فى الحرام عظيمة — و أعظم منه لو يرى الرشد، أرشد

صدو كمو عما يقول محمد — و كفر به و الله راء و شاهد

و إخراجكم من مسجد الله أهله — لئلا يرى لله فى البيت ساجد

فإنا و إن عيّر تمونا بقتله — و أرجف بالاسلام باغ و حاسد

سقينا من ابن الحضرمى رماحنا — بنخلة لما اوقد الحرب واقد

ترجمہ: ☆ حرمت کے دنوں میں قتل کو بہت بڑا سمجھتے ہو لیکن اگر عقل والا غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قتل سے بڑھ کر یہ ہے۔

☆ کہ تم لوگوں کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم سے روکتے ہو اور خود کفر پر اڑے ہوئے ہو۔ خدا تمہاری حالتوں کو دیکھ رہا ہے۔ (وہاں قتل سے بھی بڑھ کر تمہارا یہ فعل ہے)

☆ کہ تم نے مسلمانوں کو بیت اللہ سے اس لئے نکال دیا ہے کہ خدا کو سجدہ

کرنے والا ایک شخص بھی نظر نہ آئے۔ (یعنی ایک قوم کی آزادی مذہب کو ختم کر دینا قتلِ واحد سے بھی زیادہ سخت ہے)

☆ اگر چہ تم اس قتل پر ہم کو الزام لگاتے ہو اور اسلام کے متعلق ہر ایک باغی اور حاسد نے بہت کچھ بکواس بھی کی ہے۔

☆ لیکن بات یہ ہے کہ جب (خواہ مخواہ) جنگ کرنے والے نے جنگ کی آگ کو سلگایا تب ہم نے نخلہ میں اپنے نیزے کو ابن الحضرمی کے خون سے سیراب کیا۔

نوٹ: آخری شعر کے الفاظ "لما أو قد الحرب واقد" پر غور کرنے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کی ابتداء مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ قریش کی طرف سے ہوئی تھی۔

۲۔ ابو احمد عبد اللہ شاعر تھے۔ وہ بھی حبشہ اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت سے مشرف ہوئے تھے۔ وہ نابینا تھے۔ فارعہ بنت ابوسفیان اموی ان کے گھر میں تھیں۔ ۲ھ میں اپنی بہن ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد ان کی وفات ہوئی۔

ہجرت کے تعلق سے ان کے اشعار یہ ہیں:

لما رأتني أم أحمد غاديا	بذمة من أخشى بغيب و أرهب
تقول فأما كنت لابد فاعلا	فيم بنا البلدان و لتنأ يثرب
فقلت لها بل يثرب اليوم وجهنا	و ما يشاء الرحمن فالعبد يركب
إلى الله وجهي و الرسول و من يقم	إلى الله يوما وجهه لا يخيب
فكم قد تركنا من حميم مناصح	و ناصحة تبكي بدمع و تندب
ترى أن و ترا فائتا عن بلادنا	و نحن نرى أن الرغائب نطلب
دعوت بني غنم لحقني دمائهم	و للحق لما لاح للناس ملحب

أجاب بحمد الله لما دعا هموا	إلى الحق داع و النجاح فأوعبوا
و كنا و أصحا بالنا فارقو الهُدٰى	أعانوا علينا بالسلاح و أجلبوا
كفوجين أما منهما فموفق	على الحق مهدى وفوج معذب
طغوا و تمنوا كذبة و أزلّهم	على الحق إبليس و خابوا و خيّبوا
و رعنا إلى قول النبى محمد	فطاب ولاة الحق منا و طيّبوا
تمت بأرحام إلينا قريبة	و لاقرب بالأرحام إذ لا تقرب
فأى بنت أخت بعدنا يا مننكم	و أية صهر بعد صهرى مرقب
ستعلم يوما أينا اذا تزايلوا	و زيّل أمر الناس للحق أصوب

ترجمہ: ☆ جب میری بیوی ام احمد نے دیکھا کہ میں خدا کے بھروسے پر سفر کو تیا رہوں۔ وہ خدا جس سے میں بغیر دیکھے ڈرتا ہوں۔

☆ تب اس نے کہا کہ اگر یہاں سے جانا ہی ہے تو ہمیں کسی اور شہر میں لے چل اور یثرب[1] کا خیال چھوڑ دے۔

☆ تو میں نے کہا کہ اب تو یثرب ہی ہمارا مقصود ہے اور عبد اللہ تو ادھر ہی جائے گا جدھر رحمٰن چاہتا ہے۔

☆ میرا رخ خدا اور رسول کی جانب ہے اور جس نے آج اپنا رخ خدا کی جانب کرلیا وہ خسارے میں نہ رہے گا۔

☆ ہم نے بہت سے گرم جوش خیر خواہ دوستوں کو چھوڑا اور خیر خواہ بیوی روتی اور چلاتی سے منہ موڑا ہے۔

☆ جو سمجھتی تھی کہ ہمارا شہر سے جانا تباہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کی تلاش میں جا رہے ہیں۔

☆ میں نے بنی غنم سے کہا کہ خون ریزی سے بچو یہ سچی بات تھی جو سیدھی

۱۔ مدینہ منورہ کو "یثرب" کہنے کی ممانعت ہے یہ اشعار ممانعت سے پہلے کے ہیں۔

سڑک جیسی ہے۔

☆ الحمد للہ کہ جب حق اور نجات کے لئے داعی نے ان کو بلایا تو انھوں نے کہنا مان لیا اور وہ سب ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔

☆ اب ہم اور ہمارے وہ پرانے ساتھی جو ہدایت سے دور پڑ کر ہمارے خلاف ہتھیار اور جماعت فراہم کر رہے ہیں۔

☆ دو جماعتیں بن گئی ہیں جن، میں سے ایک تو حق پر ہدایت یافتہ اور توفیق یافتہ اور دوسری گمراہ مخزول اور معذب ہے

☆ انھوں نے سرکشی کی اور خوب جھوٹ کے طوفان باندھے اور شیطان نے ان کو حق سے پھسلایا یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

☆ ہم تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودے پر جھک پڑے ہیں اور ان کے فدائیوں کے حالات اور افعال پاک بن گئے ہیں۔

☆ ہم نے قریب کی رشتے داریوں سے توسل ڈھونڈا مگر رشتہ داری کب کام آتی ہے جب رشتہ دار ہی قریب نہ آئیں۔

☆ بتاؤ کہ ہمارے بعد اب کون سا بھانجا ہوگا جو تم پر بھروسہ کرے گا اور کون سا داماد ہوگا جو تم سے کامیابی کی امید کرے گا۔ (کیونکہ میں تو بھانجا بھی تھا اور داماد بھی اور تم نے میرا لحاظ نہ کیا)

☆ عنقریب اس روز جب مومن اور مشرک کی الگ الگ جماعت بندی کی جائے گی اور ہر ایک کی حالت نمایاں کی جائے گی۔ یہ دشمن جان لیں گے کہ ہم میں سے حق پر کون تھا۔ (منقول از: حسن الصحابہ: مطبوعہ قسطنطنیہ ۱۳۲۴ھ)

۳۔ عبید اللہ بن جحش ام المؤمنین حضرت سیدہ زیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی تھا جو اپنے بھائیوں کے ساتھ حبش چلا گیا تھا۔ بڑا شرابی تھا، عیسائی ہو گیا اور وہیں مر گیا۔

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہنیں

(۴) ام حبیبہ بنت جحش جو زید بن حارثہ کے گھر میں تھیں۔

(۵) حمنہ جو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المقری الانصاری کے گھر میں تھیں جب وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو طلحہ بن عبید اللہ سے ان کا نکاح ہوا محمد اور عمران ان کے صاحبزادے ہیں۔ (رحمۃ للعلمین، ص ۳-۲-۱-۱۷۰)

وفات

حضرت واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "تزوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم و هي بنت خمس و ثلاثين سنة و ماتت سنة عشرين و هي بنت خمسين." رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی جب کہ ان کی عمر ۳۵ سال تھی اور وہ ۲۰ ھ میں وفات پائیں اور ان کی عمر ۵۰ رسال تھی۔ ایک دوسرا قول حضرت عمر بن عثمان الجحی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ ۵۳ سال عمر پائیں۔ (الاصابۃ ج ۸، ص ۱۵۵) ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ ۲۱ ھ میں وفات پائیں۔ (المواہب اللدنیہ ج ۲، ص ۸۸)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اعلان کرایا کہ اہل مدینہ اپنی ماں کی نماز میں حاضر ہوں ان کو حضرت اسامہ بن زید اور حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش اور حضرت عبد اللہ بن ابی احمد بن جحش رحمہم اللہ عزوجل نے قبر میں اتارا اور وہ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ (اُسد الغابۃ ج ۷، ص ۱۲۸)

کہا گیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ایسی پہلی خاتون ہیں جن کا جنازہ تیار کیا گیا۔ واضح رہے کہ یہ اولیت صرف ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی جانب نسبت کرتے ہوئے ہیں ورنہ تو حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلی عورت ہیں جن کے جنازہ کو ڈھکا گیا۔ (المواہب اللدینہ ج ۲، ص ۸۸)

باب ہشتم
سیّدہ میمونہ
حیات وخدمات

ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ بنت الحارث بن بجیر بن محرم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث حماطہ بن جرش قبیلۂ حمیر سے تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ قبیلۂ کنانہ سے تھیں۔ ام المومنین حضرت سیدہ زینت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح ان کا نام بھی "برّہ" تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر میمونہ رکھا۔

پہلا نکاح

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے قبل کس کے نکاح میں تھیں اس سلسلے میں کئی اقوال ملتے ہیں۔ حضرت زہری ابن اسحاق اور حضرت ابوعبیدہ معمر بن مثنی رضی اللہ عنہم کے قول کے مطابق وہ پہلے ابورہم بن عبدالعزیٰ بن عبدود بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی عامری کی زوجیت میں تھیں۔ جبکہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ پہلے فروہ بن عبدالعزی بن اسد بن غُنم بن دودان کے نکاح میں تھیں۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ وہ سنجرہ بن ابورہم کے یہاں تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حویطب بن عبدالعزی کے نکاح میں تھیں (سبل الھدیٰ والرشاد ج

۱۱ص ۸۔۲۰۷)

حضور سے نکاح کی تفصیل

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۷ھ میں غزوۂ خیبر سے فارغ ہونے کے بعد ماہ ذیقعدہ میں عمرۂ قضاء کے غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور اسی موقع پر ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مقام سرف میں جو کہ مکہ معظّمہ سے محض دو میل کے فاصلہ پر ہے نکاح فرمایا۔ یہ نکاح کس طرح عمل میں آیا اس سلسلے میں دو طرح کے اقوال ملتے ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعفر بن ابوطالب کے ذریعہ جن کے نکاح میں حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن اسماء بنت عمیس تھیں، ان کے پاس نکاح کا پیام بھیجا۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ معاملہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے سپرد کر دیا اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح کا پیام نہیں بھیجا بلکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

ان میمونہ بنت الحارث قد تأیمت من أبی رُھم بن عبدالعزیٰ، ھل لك أن تزوّجھا؟ فتزوجھا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم. (اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۶۳)

ترجمہ: میمونہ بنت حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ابورہم بن عبدالعزیٰ سے بیوہ ہو چکی ہیں۔ کیا آپ ان سے شادی کر سکتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ان سے شادی کرلی۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایسی زوجہ مطہرہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے آپ کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بخش دیا تھا جبکہ ان کے پاس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیام پہنچا تھا۔ منقول ہے کہ وہ اونٹ پر سوار تھیں۔ انہوں نے کہا: "البعیر وما علیہ للہ ولرسولہ" اونٹ اور جو کچھ اونٹ پر ہے سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ وامرأة مومنة انّ وهبت نفسها للنبى

اور یہ بات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے جیسا کہ آخر آیت کریمہ میں فرمایا: خالصة لك من دون المؤمنين۔

ایک قول کے مطابق وہ زوجہ مطہرہ جس نے اپنے آپ کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہبہ کیا۔ وہ ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے نکاح کو آسمان پر اللہ تعالیٰ کا منعقد فرمانے کا مطلب اپنے آپ کو ہبہ کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہبہ سے مراد مہر کا لازم نہ ہونا ہے۔ یہ بات اس قول میں ہے جو ام المؤمنین سیدہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی عامر کی ایک عورت تھی جو ام شریک قریشیہ عامریہ تھی۔ اس کا نام غزیّہ بنت جابر بن عوف بن عامر بن لوی تھا اور بعض دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ بنت داؤد بن عوف تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے سواء کئی عورتیں ہیں جنہوں نے خود کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہبہ کیا مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو قبول نہ فرمایا اور نہ نکاح میں لائے (واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب) (مدارج النبوۃ ، ج ۲ / ص ۸۳۳)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکاح کے وقت حالت احرام میں تھے یا بغیر احرام کے تھے اس باب میں تین طرح کی روایتیں ملتی ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالت احرام میں نکاح کیا۔ جبکہ حضرت یزید بن اصم اور حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق یہ نکاح حالت حلال میں ہوا۔ خود ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: تزوجني رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن حلالان بسرف " مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمائی اور ہم دونوں مقام "سرف" میں بحالت حلال تھے۔ حضرت ام المومنین سے اس قول کی روایت حضرت ابن ابی خیثمہ اور حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کی ہے۔ ایک تیسرا قول یہ بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نکاح بحالت حلال کیا اور اس کی شہرت حالت احرام میں ہوئی۔ اس وجہ سے یہ معاملہ مشتہر ہو گیا (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۱ / ص ۲۰۹ ۔ اسد الغابہ ج ۷ / ص ۲۶۳)

اس شادی کے اثرات

ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس شادی نے اسلام کی نشر و اشاعت میں بہت اہم رول ادا کیا، کیونکہ اس شادی کے ذریعہ کئی لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتۂ مصاحرت میں آ گئے تھے اور عربوں کے ہاں ایسے تعلقات بڑی اہمیت کا حامل حامل ہوا کرتے تھے۔ حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آٹھ بہنیں تھیں،

جوعرب کے بہت ہی اہم لوگوں کے نکاح میں تھیں۔اس طرح اس نکاح کے ذریعہ ان تمام لوگوں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلقات قائم ہوگئے جن کے آپ کی تبلیغی ودعوتی سرگرمیوں پر بڑے مثبت اثرات مرتب ہوئے۔دو جملوں میں اس کو یوں کہا ہے جاسکتا ہے کہ اس شادی کا مقصد بیوگی کی زندگی بسر کررہی ایک معمر خاتون کے لیے سہارا بننا اوراس کے رشتہ داروں کواسلام کی طرف مائل کرنا اوران سے دعوت وتبلیغ کی گراں مایہ خدمات لینا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کے جس حصے میں یہ نکاح کیا،اس عمر میں شادی کے وہ مقاصد نہیں ہوا کرتے جو دریدہ دہن مستشرقین کونظرآتے ہیں۔

حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری زوجہ تھیں۔یعنی وہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جن سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مباشرت فرمائی ان میں آخری زوجہ تھیں(سبل الھدی والرشاد ج ۱۱ص ۲۰۹)

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مشہور یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا آخری زوجہ ہیں) (مدارج النبوہ ج ۲ص ۸۳۲)

ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے،وہ فرماتی ہیں کہ میری باری کی ایک رات تھی،رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے میں نے اٹھ کر دروازہ بند کرلیا۔تھوڑی دیر کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا لیکن میں نے نہیں کھولا۔رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے قسم دے

کرفرمایا کہ دروازہ کھولو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میری باری کی رات میں دوسری ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ میں قضائے حاجت کے لیے گیا تھا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''مدارج النبوۃ'' ج دوم میں فرماتے ہیں کہ

''اس حدیث پاک سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قسم اوراس کی رعایت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرواجب تھی کیونکہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے طلب کیا تھا اوروہ رنجیدہ تھیں اوررسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عذرخواہی فرمائی جیسا کہ مذہب شافعی میں مشہور ہے اورمذہب حنفیہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاقسم کی رعایت فرمانا بطور کرم وتفضّل تھااوراس میں اتنی رعایت اورکرم فرماتے کہ گویاواجب ہے۔(مدارج النبوہ ج۲ص۸۳۲)

حضرت ام المؤمنین اور میدان جنگ

سیرت نبوی کی مشہورومعروف کتاب ضیاءالنبی ج ہفتم ص ۵۱۷ پرزوجات النبی الطاہرات کے حوالہ سے ہے:

''حضرت شیخ محمد محمود صوّاف لکھتے ہیں کہ حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) غزوۂ تبوک میں شریک ہوئی تھیں اوروہاں زخمیوں کی مرہم پٹی اوران کوپانی پلانے کی خدمات انجام دیتی رہی تھیں۔علامہ موصوف مزید آگے لکھتے ہیں کہ ''حضرت میمونہ (رضی اللہ عنہا) وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے میدان جنگ میں زخمیوں کی دیکھ بھال اورمرہم پٹی کے لیے خواتین کی ایک جماعت تیار

کی تھی۔ دوران جہاد ان کو ایک تیر بھی لگا تھا جس سے وہ شدید طور پر زخمی ہوگئی تھیں'' (زوجات النبی الطاہرات ص ۸۲)

آپ کے اقارب

ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کل آٹھ بہنیں تھیں۔ ان میں سے چار حقیقی ہیں اور چار ماں کی طرف سے ہیں۔

حقیقی بہنیں

(۱) ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ اور مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں۔

(۲) لبابۃ الصغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ اسلام کے عظیم سپہ سالار حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔

(۳) عصماء یہ حضرت ابی ابن خلف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زوجیت میں تھیں۔

(۴) عزّہ یہ زیاد بن عبداللہ بن مالک الھلالی کے گھر میں تھیں۔

ماں شریک بہنیں

(۱) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ پہلے حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح میں تھیں۔ان سے عبداللہ، محمد اور عوف (رضی اللہ عنہم) پیدا ہوئے، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا نکاح خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہو، ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے (رضی اللہ عنہما) ان کے وصال فرمانے کے بعد ان کی شادی خلیفۂ چہارم حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی ان سے حضرت یحیٰی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

(۲) حضرت سلمی بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ پہلے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زوجیت میں تھیں۔ ان سے حضرت امۃ اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح شدّ اد اسامہ الہادلیثی سے ہوا، ان سے حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

(۳) سلافہ بنت عمیس یہ عبداللہ بن کعب بن منبہ الخشمعی کی زوجہ ہیں۔

(۴) حضرت زینب بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی زوجیت میں تھیں۔ ان سے عمارہ بنت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئیں۔ جن کی پرورش کا حق حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کیا گیا تھا کیونکہ ان کی خالہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہیں کی زوجیت میں تھیں۔ (سبل الھدی والرشاد ج ۱۱ ص ۲۰۷۔ مدارج النبوۃ ج ۲/۸۳۱)

آپ کی مرویات

ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کل چھہتر حدیثیں مروی ہے۔ جو اس طرح ہیں۔

متفق علیہ	۷
صحیح مسلم میں	۱
صحیح بخاری میں	۱
دیگر کتب احادیث میں	۶۷
مجموعی تعداد	۷۶

وفات

ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سنِ وفات کے سلسلے میں کئی اقوال ملتے ہیں۔ان میں سے مشہورتر قول کے مطابق آپ کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی اور باقوال مختلفہ ۶۱ھ یا ۶۲ یا ۶۳ھ بھی بتایا گیا ہے۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ۳۸ھ میں امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں ہوئی۔ان کی نماز جنازہ ان کے بھانجے مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھائی اور یہ اور دوسرے بھانجوں نے ان کو قبر میں اتارا۔(مدارج النبوہ ج ۲ ص ۸۲۳)

☆☆☆

باب نہم
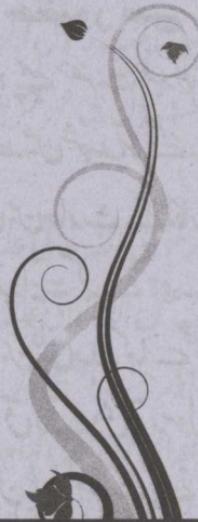
سیّدہ زینب بنت خزیمہ

حیات و خدمات

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہلالیہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہما میں سے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں ان کو ام المساکین کہا جاتا تھا کیونکہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلاتی تھیں اور ان پر بڑی مہربان تھیں۔

ان کے نکاح اول اور حضور سے نکاح کی تفصیل

زہری نے کہا ہے کہ وہ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں، وہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔ حضرت قتادہ ابن امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ پہلے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ طبرانی نے حضرت ابن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ حصین یا طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ ابن کلبی نے کہا ہے کہ وہ طفیل بن حارث کی زوجیت میں تھیں انہوں نے ان کو طلاق دے دی تو رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب نے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا جب وہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن جحش اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو پیام نکاح دیا۔ بعض اہل سیر اس قول کو ترجیح دیتے ہیں جیسا

کہ روضۃ الاحباب میں ہے۔ حضرت علامہ احمد ابن محمد القسطانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قول کو اصح قرار دیا ہے۔ بہر کیف! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک ۳ھ میں ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ (اسد الغابہ ج ۷، ص ۱۳، الاصابہ ج ۸، ص ۱۵۷)

حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ کا صبر واستقامت

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام کی مخلص مجاہدہ تھیں اور ہمیشہ صبر واستقامت سے کام لیتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دو سرتاج حضرت عبداللہ ابن جحش اور عبیدہ ابن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما بالترتیب غزوۂ احد اور غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے لیکن وہ تھیں کہ شکوہ اور شکایت کی بجائے صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتی رہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صبر واستقامت کی وجہ سے ہی ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنے نکاح میں لیا اس وقت ان کی عمر شریف ۶۰ سال کے قریب تھی (زوات النبی الطاہرات، ص ۴۹)

نکاح کے بعد وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بہت کم عرصہ رہیں یہاں تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری ہی میں ربیع الآخر ۴ھ میں وفات پائیں اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ واضح رہے کہ جنت البقیع میں ایک قبہ تھا جس کو قبہ ازواج النبی کہا جاتا تھا اس قبہ کو ابن سعود ملعون نجدی نے شہید کرادیا اور جنت البقیع کے تمام مزارات کو کھدوا دیا۔ ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کتنی مدت رہی ہیں اس سلسلہ میں کئی اقوال ہیں، بعض اہل

سیر دو مہینہ، بعض تین مہینہ، بعض چھ مہینہ، اور بعض آٹھ مہینہ بتاتے ہیں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۱۱، ص ۸-۲۷)

حضرت زینب بنت خزیمہ کے ساتھ حضور کی شادی کا مقصد

مستشرقین اس شادی کے ذریعہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خواہش پرستی کا الزام تراشتے ہیں، حالانکہ کوئی بھی انصاف پسند آدمی مستشرقین کے اس الزام کو تسلیم نہیں کرسکتا ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر اپنی خواہش پرستی مقصود ہوتا تو کسی حسین وجمیل دوشیزہ سے نکاح فرماتے نہ کہ ۶۰ سال کی بیوہ عورت سے۔ حق بات تو یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے شادی کرنا آپ کی شان رحمۃ للعالمینی کا مظاہرہ کرنا ہے۔

جی ہاں! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شادی کے ذریعہ ایک طرف حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ عامریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زخموں پر مرہم رکھا ان کو ڈھارس بندھائیں تو دوسری طرف مجاہدین اسلام کو یہ یقین دلایا کہ ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ دین اسلام کی آبیاری کی خاطر ان کی شہادت کے بعد ان کے اہل وعیال یونہی بے یارومددگار نہیں چھوڑ دیئے جائیں گے بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر ان کا ساتھ دیا جائے گا اور ان کی ہر طرح کی پریشانی حل کی جائے گی۔

وفات

ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ربیع الآخر ۴ھ میں وفات پائیں اور دیگر امہات المؤمنین کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ یہ ماں کی جانب سے حضرت ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن ہیں۔ (زرقانی: ۲۴۹/۳)

باب دھم

سیّدہ جویریہ

حیات و خدمات

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث الخزاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ان کا اصلی نام ''برہ'' تھا۔رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کا نام برہ سے بدل کر جویریہ رکھا۔حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ کوئی یہ کہے کہ برہ کے پاس سے نکل آئے۔(سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۱۱، ص ۲۱۰)

حضور سے نکاح کی تفصیل

ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زوجیت میں آنے سے پہلے مسافح بن صفوان مصطلقی کے نکاح میں تھیں۔وہ غزوۂ مریسیع جو کہ ماہ شعبان المعظم ۵ ھ میں ہوا، قتل کر دیا گیا۔اس غزوہ میں بنو مصطلق قبیلے کے کئی لوگ قید کر کے غلام بنے گئے تھے۔ان میں قبیلے کے سردار کی بیٹی یعنی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں، وہ ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں۔ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی شیریں، ملیح اور صاحب حسن و جمال عورت تھیں، جو کوئی اسے دیکھتا فریفتہ ہو جاتا تھا۔جنگ اور

مال غنیمت وسبایا کی تقسیم کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایک چشمہ کے کنارے میرے پاس تشریف فرما تھے کہ اچانک سیدہ جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نمودار ہوئیں۔ فرماتی ہیں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آتش غیرت کے غلبہ کی وجہ سے مجھے ایسا لگا کہ مبادا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ وسلم ان کی طرف توجہ خاص مبذول نہ فرمائیں اور انہیں اپنی زوجیت میں لے لیں۔ جب سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں تو انھوں نے سب سے پہلے یہ بات کہی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مسلمان ہوکر حاضر ہوئی ہوں۔ أشهد لا اله الا الله و أنك رسوله اور میں حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں جو اس قبیلہ کا سردار اور پیشوا تھا۔ اب لشکر اسلام کے ہاتھوں میں قید ہوں اور ثابت بن قیس کے حصہ میں آگئی ہوں اور اس نے مجھے اتنے مال پر مکاتب بنایا ہے کہ میں اسے ادا نہیں کرسکتی۔ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں تا کہ کتابت کی رقم ادا کرسکوں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: فهل لك الى ما هو خير؟ کیا یہ ٹھیک نہیں کہ تیرے لیے اس سے بھی بہتر سلوک کیا جائے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا کہ میں زر کتابت بھی ادا کروں گا اور تجھے حبالہ عقد میں لے کر زوجیت کا شرف بخشوں گا۔ حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خوشی سے مان لیا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کا زر مکاتبت ادا کر کے انہیں اپنے نکاح میں لے آئے اور چار سو درہم ان کا مہر مقرر فرمایا۔ ایک قول ہے کہ ان کا مہر بنی مصطلق کی قیدیوں کی آزادی کو بنایا۔ اس وقت حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر بیس سال تھی۔ (المدارج النبوۃ ج۲ ص۸۲۵)

اس شادی کا مقصد

اس زمانے کے عربوں بلکہ ساری دنیا کا یہ دستور تھا کہ جنگی قیدی غلام اور لونڈیاں بنا لیے جاتے تھے اور باضابطہ طور پر ان کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔ عیسائیت اور یہودیت وغیرہ مذاہب نے اس انسانیت کش رسم کو بدلنے کے لیے کچھ نہ کیا تھا، لیکن چوں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ذلت کی پستیوں میں کراہتے ہوئے انسانوں کو انسانی عظمت و رفعت سے روشناس کرانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ انسانوں کو انسانوں اور دوسری مخلوق کی بندگی سے آزاد کرا کر خدائے واحد کی بندگی پر جمع کرنے کے لیے مبعوث کئے گئے تھے۔ آپ اس لیے تشریف نہیں لائے تھے کہ معزز لوگوں کو ذلت و خواری کی پستیوں میں ڈھکیل دیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رحمت عالم بن کر تشریف لائے تھے اس لیے آپ نے ایک ایسی سنت قائم کی کہ جس کے ذریعہ شکست خوردہ دشمن کے لیے ذلتوں کے نہیں بلکہ رفعتوں کے راستے کھل گئے۔ آپ نے ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زر مکاتبت ادا کر کے انہیں اپنے نکاح میں لینے کے بعد انہیں وہ بلند مقام و مرتبہ عطا فرمایا کہ جس کے بارے میں کبھی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ پہلے وہ صرف ایک قبیلے کے لیے محترم تھیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زوجیت میں آنے کے بعد اب وہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کی ماں بن گئیں اور وہ تمام مسلمانوں کے لئے ان کی اپنی ماؤں سے بھی محترم و معظم ہو گئیں۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اس نکاح کے ذریعہ مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اگر کسی عارضی سبب سے کوئی انسان ذلت و خواری کے گڑھے میں آ جائے تو تمہارا کام اس پر خوش ہونا نہیں بلکہ اس

بدنصیب انسان کو ذلت کے اس گڑھے سے نکال کر اسے عزت دینے کی کوششیں کرنا تمہارا قومی فریضہ ہے۔ (ضیاء النبی، ج ہفتم ص ۳-۵۱۲)

اس شادی کے اثرات

اس مقدس رشتہ کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس کی برکت سے بنو مصطلق قبیلہ کے تمام قیدیوں کو رہائی ملی کیوں کہ جب صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس بات کی خبر ہوئی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا ہے تو انھوں نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ بنو مصطلق کے قیدی جو کہ اب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مصاہر سے ہیں وہ قید میں رہیں اس لیے انھوں نے سب کو آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد اس نکاح کی برکت سے تمام قبیلہ والوں نے اپنی گردن سے بتوں کی بندگی کا طوق بھی اتار کر پھینک دیا اور خدائے واحد کی بندگی کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ خود ام المومنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اس سلوک کا اتنا اثر ہوا تھا کہ ان کا باپ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: سردار قوم کی بیٹی کو لونڈی بنانا اچھی بات نہیں اس لیے آپ میری بیٹی کو آزاد فرما دیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اسے اختیار ہے چاہے تو تمہارے ساتھ چلی جائے اور چاہے تو میرے ساتھ رہے۔ لیکن جب اس نے اپنی بیٹی سے بات کی تو انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔ (زوجات النبی الطاہرات۔ ص ۷۵)

حضرت جویریہ کا ایک عمدہ خواب

ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی

ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بارگاہ میں حاضر ہونے سے قبل میں نے اپنے قبیلہ میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گویا یثرب (مدینہ) کی جانب سے چاند چلتا آرہا ہے یہاں تک کہ وہ میرے آغوش میں آاترا ہے۔ میں نے اس واقعہ کو کسی سے بیان نہ کیا جب میں اپنے خواب سے بیدار ہوئی تو میں نے خود ہی یہ تعبیر لی جو الحمد للہ پوری ہوئی۔

حضرت جویریہ کا فضل و کمال

ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت ہی بابرکت خاتون تھیں۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

فما رأينا امرأة كانت أعظم بركة علىٰ قومها منها۔ (ابوداؤد ۲/۵۴۸)

ترجمہ: میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے زیادہ بڑھ کر برکت والی ہو۔

اس خوبی کے علاوہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عبادت گذار اور ذاکرہ خاتون تھیں۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نماز صبح کے بعد ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے وہ اپنے مصلے پر ہی بیٹھی عبادت میں مشغول تھیں اس لئے حضور اس وقت لوٹ آئے لیکن چاشت کے وقت پھر ان کے حجرہ میں تشریف لائے تو وہ اس وقت بھی مصلے پر تشریف فرما تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تم صبح سے اسی طرح عبادت میں مشغول ہو؟ عرض کیا ہاں! تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے یہاں سے جانے کے بعد چار کلمات زبان سے ادا کئے ہیں اگر ان کلمات کو

ان سے موازنہ کیا جائے جو تم نے پڑھی ہے تو یہ کلمات تمہارے اوراد سے بھاری نکلیں)۔

وہ کلمات یہ ہیں:

سبحان الله و بحمده عدد خلقه و رضى نفسه وزنة عرشه و مداد كلماته

گویا مقصود اصلی اس کیفیت کی تعلیم فرمانا تھا کہ وہ اپنے ذکر میں اسے بھی شامل کرلیں اور اس بات پر خبردار کرنا تھا کہ ان کلمات کی کیفیت یہ ہے کہ اس کمیت پر اس کا مدلول زیادہ ہے جو جویریہ نے اب تک پڑھا ہے۔ ورنہ اس میں شک نہیں کہ عمل کا ثواب مشقت کی مقدار سے ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کہے کہ "اللهم صل علىٰ سيدنا محمد الف مرة" اور دوسرا شخص ہزار مرتبہ اللهم صل على سيدنا محمد پڑھے تو بلاشبہ اس دوسرے شخص کا ثواب اس سے زیادہ ہوگا۔ البتہ اگر کوئی خاص کامل کیفیت ہو اور غایت مبالغہ میں شامل ہو اور قائل پر اس کی حقیقت واضح ہوگئی ہو اور وہ حقیقت کے اعتبار سے کہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا تو یہ دوسری بات ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ: سبحان الله و الحمد لله بين السمٰوات و الأرض. کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر حق تعالیٰ کی تنزیہہ و تقدیس اور تحمید کی حقیقت منکشف ہوگئی کہ ان کلمات نے آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیا۔ محض زبان و اظہار و بیان نہیں ہے۔ خدا کا فضل بھی وسیع ہے۔ اگر محض ان لفظوں سے ہی اتنا ثواب بخش دے تو وہ اس پر قادر ہے۔

(المدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۹۲۳)

ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سبب امت کو نفلی روزے کے متعلق بھی ایک حکم ملا تھا۔ الاصابة فى تميز الصحابة میں صحیح

بخاری شریف کے حوالے سے ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ روزے سے تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا "أصمت أمس؟" کیا تم نے کل بھی روزہ رکھا تھا، حضرت جویریہ نے کہا کہ نہیں۔ رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "فتصومين غداً؟" کیا آئندہ کل تم روزہ رکھو گی؟ عرض کیا نہیں۔ اس پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فأفطري" تو پھر آج بھی روزہ افطار کردو۔ (الاصابة فی تمیز الصحابة، ج ۸، ص ۷٤)

ترجمہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صرف جمعہ کے دن اکیلا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک اور حدیث سے بھی اس حکم کی وضاحت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا:

لایصوم أحدکم یوم الجمعة الا ان یصوم قبله او بعده۔

ترجمہ: صرف جمعہ کے دن کا روزہ تم میں سے کوئی نہ رکھے مگر یہ کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد کے دن کے بھی روزے رکھے۔ (ضیاء النبی، ج ۷۔ ص ۵۱۴)

بعض علمائے کرام اس کی توجیہ کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ تاکہ روزہ رکھنے سے بدن کمزور اور قوت زائل نہ ہو جائے اور وہ جمعہ کے اوراد و وظائف سے باز نہ رہ جائے۔ جس طرح کے کمزوروں کے لیے عرفہ کے دن کے روزہ کے افطار کی اجازت ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ ضعیف و کمزور ہے اور پہلے یا بعد کے ساتھ روزہ رکھنے میں کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ مسلسل دو دن روزہ رکھنا تو اور زیادہ کمزور کرنے کا موجب ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس نقصان کی تلافی کے لئے ہے، جو وظائف و اوراد میں واقع ہوا ہو اور دیگر اعمالِ خیر کے

ساتھ بھی اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگرچہ جمعہ کے دن کو بہت ہی فضیلت وعظمت والا قرار دیا گیا ہے لیکن ان عظمتوں کے باوجود محتاط رہنے کے لئے لازم ہے کہ شریعت میں جس قدر حکم واقع ہوا ہے اس پر اپنی طرف سے زیادتی میں مبالغہ نہیں کرنا چاہیے۔ تا کہ ہمہ وجوہ فضیلت سے محروم نہ رہ جائے اور حد سے تجاوز ہونے کا سبب نہ بنے اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت کا موجب نہ ہو جائے، کیوں کہ وہ معین دن کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہ معین دن ہفتہ اور اتوار ہیں۔ نیز روز جمعہ، روز عید ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔ لہذا اس دن روزہ مناسب نہ ہوگا اور تخصیص نامناسب تر ہے۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''المدارج النبوۃ'' میں فرماتے ہیں کہ:

اس ممانعت میں اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ بندہ کو ہمیشہ مولیٰ کی عبادت میں مشغول رہنا چاہیے اور شب جمعہ کے قیام کو خاص کر لینے کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے ایسے علمائے کرام کو نہ پایا جو اس کے قائل ہوں کہ جمعہ کے دن تنہا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس باب میں صحیح حدیثیں وارد ہوئیں ہیں۔ اگر وہ تمہیں نہیں پہنچیں تو ہم کیا کریں۔ اس کی نفی و ممانعت میں صحیح حدیثیں وارد ہونے کے باوجود اعتبار نہیں رکھتے۔ (المدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۵۔۸۲۴)

آپ کی مرویات

ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کتب احادیث میں کل سات حدیثیں مروری ہیں۔ ان میں سے دو صحیح بخاری شریف

میں، دو صحیح مسلم شریف میں اور بقیہ تین احادیث دیگر کتب احادیث میں ہیں۔ ان سے ابن عباس، جابر، ابن عمر اور عبید ابن سباق رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم نے روایت کی ہے۔

آپ کے اقارب

(۱) ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عبد اللہ ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، یہ اپنی قوم کے قیدیوں کی رہائی کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے گفتگو کرنے آئے تھے۔ ان کے ساتھ چند مادہ شتر اور ایک حبشی لونڈی تھی۔ یہ ان سب کو پہاڑ کی گھاٹی میں چھپا کر چھوڑ گئے تھے۔ جب انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں گفتگو کی تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں۔ لونڈی کدھر گئی؟ جسے تم فلاں جگہ چھپا کر آئے ہو۔ یہ سننے کے بعد عبد اللہ بن حارث کافی حیران ہوا۔ اس نے عرض کیا: میرے ساتھ اور کوئی بھی شخص نہ تھا اور مجھ سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس ادھر سے اور کوئی بھی نہیں آیا۔ میں اسلام لاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: لك الهجرة حتى تبلغ برك الغماد. (برک الغماد ایک مقام کا نام ہے جو مکہ سے پانچ منزل دور ہے۔ (منتہی الارب)

(۲) ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوسرے بھائی عمرو بن الحارث ہیں۔ ان سے یہ حدیث روایت کی گئی۔

تا اللہ ماترك رسول اللہ صلى اللہ تعالىٰ عليه و آله وسلم عند موته ديناراً او درهماً و لاعبداً و لا أمة و لاشيئاً الا بغلة

البیضاء و سلاحه و أرضاً ترکها صدقة۔

ترجمہ: خدا کی قسم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے وقت نہ اشرفی چھوڑی نہ روپیہ نہ غلام، نہ لونڈی نہ کوئی اور چیز صرف ایک سفید رنگ کا خچر تھا، اور ہتھیار تھے اور کچھ زمین تھی جسے آپ نے صدقہ فرمادیا ہے۔

(۳) ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن کا نام عمرہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے جو کہ حدیث: "الدنیا خضرة حلوة" دنیا شاداب وشیریں لگتی ہے، کی راوی ہے۔ (کتاب الاستیعاب)

وفات

ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاریخ وصال کے سلسلے میں دو اقوال ملتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کا وصال ۵۶ سال کی عمر میں ربیع النور ۵۰ھ میں ہوا اور یہی صحیح قول ہے۔ جب کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی وفات ۵۶ھ میں ہوئی اور امیر مدینہ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔ (سبل الہدیٰ الرشاد، ج۱۱، ص۲۱۱)

مناجات

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیِ دیدار حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے سارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دارو گیر
امن دینے والے سارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر
سید بے سایہ کے ظل لوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حسابِ خندۂ بیجا رُلائے
چشم گریانِ شفیع مرتجیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط
آفتاب ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائیں نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمین ربنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضا خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث رضا بریلوی

باب یازدھم

سیّدہ صفیہ بنت حیی

حیات و خدمات

ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

ام المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ بنت حی بن اخطب بن سعیۃ ابن ثعلبہ بن عبید بنی اسرائیل سبط ہارون بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام، قبیلۂ بنی نضیر سے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام برّہ بنت سموال ہے۔ آپ بہت ہی عاقلہ فاضلہ اور بردبار تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت فرماتی تھیں، جس کی تفصیل آنے والے سطور میں آرہی ہے۔

حضرت صفیہ کا پہلا نکاح

ان کی پہلی شادی سلام بن مشکم سے ہوئی تھی جب ان میں جدائی ہوگئی تو ان کا دوسرا نکاح کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق سے ہوا۔ کنانہ غزۂ خیبر میں محرم الحرام ۷ھ کو قتل ہوگیا۔ اس کے بعد جب حضرت صفیہ فتح خیبر میں اسیران جنگ کے ساتھ قبضہ میں آئیں تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو اپنے لئے خاص فرمالیا اور آزاد کر کے شوال المکرّم ۷ھ میں ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔

حضور سے نکاح کی تفصیل

منقول ہے کہ حضرت دحیہ کلبی نے فتح خیبر کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ مجھے ایک لونڈی مل جائے۔ رسول

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لینا چاہا، جس کی وجہ سے اختلاف ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ (حضرت) صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حی بن اخطب کی بیٹی ہیں اور سالم بن مشکم کے نکاح میں رہ چکی ہیں اور یہ لوگ یہودیوں کے سردار تھے اس لیے صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے نسبی مقام کا تقاضہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اسے اپنے لیے خاص فرمالیں۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم نے اسے آزاد فرمایا اور اپنے نکاح میں لینے سے پہلے انہیں یہ اختیار دیا کہ اگر تم دین یہودیت پر قائم رہنا چاہو تو میں آزاد کرتا ہوں اور تمہیں تمہارے قبیلے والے کے پاس بھیج دیتا ہوں اور اگر تم اسلام قبول کرلو تو میں تمہیں آزاد کر کے تمہارے ساتھ نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں نے آپ کی تصدیق آپ کی دعوت سے پہلے ہی کی ہے اب جب کہ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو مجھے کفر و اسلام کا اختیار دیا جاتا ہے، خدا کی قسم خدا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اپنی آزادی اور اپنی قوم کے ساتھ ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لیا۔ (المدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۸۲۹) زوجات النبی الطاہرات، ص ۸۔۷۷)

''محمد رسول اللہ'' صفحہ ۲۸۲ میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پسند فرمانے کی وجہ اس طرح ہے "انہ أخذ صفية لانها بنت ملك من ملوكهم" یہودیوں کے بادشاہوں میں سے وہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھیں اس لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے لیے پسند فرمایا اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزادی کو ان کے لیے مہر قرار دیا۔ حضرت ام سلیم رضی

اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں آپ کے لیے آراستہ کیا اور رات میں آپ کے پاس رخصت کر دیا۔ آپ نے دولہے کی حیثیت سے ان کے ساتھ صبح کی اور کھجور گھی اور ستو سان کر ولیمہ کھلایا اور راستہ میں تین دن تک شبہائے عروسی کے طور پر ان کے پاس قیام کیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۱۱، ص ۲۱۳)

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ جب ام المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں لایا گیا تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا انہیں خیمہ میں لے جاؤ، اس کے بعد خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خیمہ میں تشریف لائے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو انہوں نے تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو کھڑی ہو گئیں اور وہ بستر مبارک جو وہاں تہہ کیا رکھا تھا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بچھا دیا اور خود زمین پر بیٹھ گئیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اے صفیہ! تمہارے باب نے ہمیشہ میرے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھی ہے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے وہ فیصلہ کر دیا'' انھوں نے کہا ''حق تعالیٰ کسی بندے کے گناہ کے بدلے کسی دوسرے کو نہیں پکڑتا'' اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوچ کا ارادہ فرمایا اور سواری لائی گئی تا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر سوار ہوں تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پائے مبارک راحلہ پر رکھا تا کہ صفیہ اپنے پاؤں کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ران پر رکھ کر سوار ہو جائیں۔ صفیہ نے ادب کا لحاظ رکھا اور اپنے زانوں کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ران پر رکھ کر سوار ہو گئیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

نے ان کو اپنا ردیف بنالیا اور پردہ باندھا۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ نے ٹھوکر کھائی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں زمین پر آرہے لیکن کسی ایک شخص کی بھی نظر نہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی اور نہ حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر پڑی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب ام المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زفاف فرمایا تو صحابۂ کرام سے فرمایا جس کے پاس جو توشہ موجود ہو لائے۔ پھر سب نے حیس تیار کیا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعجاز سے تمام لوگ شکم سیر ہو گئے۔ حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بڑی عزت وشان والا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ بڑی عنایت اور کرم گستری فرماتے تھے۔

حضرت صفیہ کے ساتھ حضور کی کرم گستری

مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب ام المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کے دن ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ عرض کیا میرے پاس حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آکر مجھے تکلیف پہنچاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم صفیہ سے بہتر ہیں کیوں کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کی شرافت حاصل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم نے کیوں نہیں کہا کہ تم کیوں کر مجھ سے بہتر ہو۔ حالاں کہ میرے باپ ہارون

ہیں اور میرے چچا موسیٰ ہیں (علیہما السلام)۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۸۲۹)

یہی بات اسد الغابۃ فی معرفۃ اور الاصابۃ فی تمیز الصحابہ میں اس طرح ہے:
حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ کی روایت سے فرمایا: حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے حفصہ اور عائشہ سے کچھ تکلیف پہنچی تھی تو میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "ألا قلت: و كيف تكونان خيرا مني، و زوجي محمد و أبي هارون و عمي موسىٰ؟" تم نے کیوں نہیں کہا کہ تم دونوں کیوں کر مجھ سے بہتر ہوسکتی ہو جب کہ میرے شوہر محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میرے باپ ہارون اور چچا موسیٰ (علیہما السلام) ہیں۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۷۔ ص ۱۶۹) (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج ۸۔ ص ۲۱۱)

منقول ہے کہ ایک دن ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ام المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو تو صفیہ ہی کافی ہیں کہ وہ ایسی ہیں ویسی ہیں، مطلب یہ کہ پستہ قد و قامت رکھتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اے عائشہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے دریا میں ڈالیں تو اس کا رنگ بدل جائے"۔

حضرت صفیہ کا ایک عمدہ خواب

ایک روز حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے پہلے خاوند کنانہ بن ابی الحقیق کو اپنا ایک خواب سنایا کہ آسمان کا چاند میری گود میں آ گرا ہے۔ جب اس نے یہ خواب سنا تو غصہ سے بے قابو ہو گیا اور کہنے لگا:

"ما هذا الا أنك تمنين ملك الحجاز محمداً" السيرۃ النبویۃ ج ۳، ص ۳۷۴۔

ترجمہ: اس سے پتہ چلتا ہے کہ تیری تمنا یہ ہے کہ تو حجاز کے بادشاہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ملکہ بنے۔

غصہ کی وجہ سے اس نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرہ پر تھپڑ بھی مارا جس کی وجہ سے ان کی آنکھ سبز ہوگئی۔ شب زفاف جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ ناز میں حاضر ہوئیں تو حضور نے دریافت کیا کہ یہ سبز داغ کیا ہے؟ تو انھوں نے سارا واقعہ من وعن عرض کیا۔ (ضیاء النبی، ج ۴، ص ۲۴۶)

یہی واقعہ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ میں اس طرح ہے: ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ چاند ان کی گود میں آگرا۔ اس کا تذکرہ انہوں نے اپنی والدہ سے کیا تو ان کی والدہ نے ان کے چہرہ پر طمانچہ مارا اور کہا "انك لتمدّين عنقك الیٰ ان تکونی عند ملك العرب" تم ضرور اپنی گردن کو بڑھاؤ گے یہاں تک کہ تم عرب کے بادشاہ تک پہونچ جاؤ۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج ۸، ص ۲۱۰)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امہات المومنین میں سے اگرچہ کسی سے زیادہ اور کچھ کم محبت فرماتے تھے لیکن حق بات میں کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنا) کا اونٹ تھک کر چلنے سے رہ گیا۔ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس ایک اونٹ زیادہ تھا، رسول اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا کہ صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا اونٹ تھک گیا ہے۔ اسے اونٹ دے دو تا کہ وہ منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کیا، میں اس یہودیہ کو کوئی چیز نہیں دوں گی۔ حضرت زینب کے اس جواب کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر غصہ فرمایا اور ذی الحجہ اور محرم دو مہینے یا تین ماہ تک ان سے ترک تعلق رکھا اور اتنے عرصہ تک ان کے پاس نہیں گئے۔ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش فرماتی ہیں کہ "حتی ئیست منه" یہاں تک کہ میں حضور سے ناامید ہوگئی۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۸۳۰)

حضرت صفیہ کا حسن جمال

حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عطاء بن یسار کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ جب ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خیبر سے مدینہ منورہ میں حارث بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر لائی گئیں تو انصار کی عورتیں چوں کہ ان کے حسن و جمال اور خوبصورتی کا شہرہ پہلے ہی سن رکھا تھا انہیں دیکھنے کے لیے آئیں۔ ان کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی نقاب اوڑھے ہوئے آئیں تا کہ وہ بھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہچان لیا۔ جب وہ باہر نکلیں تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے پیچھے باہر تشریف لائے اور پھر فرمایا "کیف رأیت یا عائشۃ؟ اے عائشہ تم نے صفیہ کو کیسا دیکھا۔" قالت: رأیت یهودیة" انھوں نے کہا کہ میں نے ان کو ایک یہودیہ دیکھا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لاتقولی ذلك" فانها أسلمت وحسن اسلامها" (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج ۸۔ ص ۲۱۱)

ترجمہ: تم ایسا نہ کہو وہ مسلمان ہو چکی ہیں اور ان کا اسلام حسن قبول بن گیا ہے۔

حضور سے حضرت صفیہ کی محبت

حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسند حسن حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، انھوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے مرض الموت کے زمانہ میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو (ام المؤمنین) صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کیا: انی و اللہ یا نبی اللہ لو ددت أن الذی بك بی "میں چاہتی ہون کہ یہ مرض مجھے ہو جائے۔ اس پر تمام ازواج مطہرات نے ایک دوسرے کے ساتھ آنکھوں آنکھ اشارہ کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے اس عمل کے بارے میں علم ہوا تو آپ کو ناخوشی ہوئی اور اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا: و اللہ انہا لصادقۃ۔ خدا کی قسم صفیہ اپنے دعویٰ میں صادق ہے"۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج ۸، ص ۲۱۲ (المدارج النبوۃ ج ۲، ص ۸۳۰)

حضرت صفیہ کا فاضلانہ جواب

حضرت ابو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عاقلہ فاضلہ اور نہایت ہی بردبار تھیں۔ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک لونڈی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں آئی اور ان کی شکایت کرتی ہوئی عرض کی:

"ان صفية تحب السبت و تصل اليهود"

ترجمہ: صفیہ سبت کی عزت کیا کرتی ہیں اور یہود کو عطیات دیا کرتی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بلایا اور دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ:

اما السبت فانی لم أحبه منذ أبدلنی الله به الجمعة و اما

الیھود فانی لی فیھم رحماً فانا أصلھا.

ترجمہ: جب سے اللہ تعالیٰ نے سبت کے بدلے مجھے جمعہ عطا کیا ہے میں نے اسے کبھی پسند نہیں کیا۔ رہے یہودی تو ان سے میری قرابت کے تعلقات ہیں اس لیے میں ان کو ضرور دیتی رہتی ہوں۔ پھر ام المؤمنین نے اپنی لونڈی سے پوچھا کہ اس شکایت کرنے کا کیا سبب ہے۔ لونڈی نے کہا کہ مجھے شیطان نے بہکایا، ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ: اذھبی فانت حرۃ. جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، ج۱۱،ص ۲۱۷۔ انظر السیر ج۔۲/۲۳۲)

آپ کی مرویات

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دس حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک متفق علیہ ہے اور باقی نو دیگر کتابوں میں۔ (مدارج النبوۃ)

وفات،

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاریخ وفات کے سلسلہ میں کئی اقوال ملتے ہیں۔ حضرت ابن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ وہ ۳۶ھ میں وفات پائیں۔ واقدی نے کہا ہے کہ ۵۰ھ میں، حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ بنت ابوقیس الغفاریہ کی حدیث سے تخریج کی ہے کہ ان کا وصال حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ۵۲ھ میں ہوا اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ۵۵ھ میں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا وصال امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ہوا اور حضرت امیر المؤمنین ہی نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ج ۸،ص ۲۱۲۔ مدارج النبوۃ ج ۲،ص ۷۳۰)

صاحب بدایہ ونہایہ ابو الفداء حافظ ابن کثیر دمشقی نے فرمایا ہے کہ واقدی کا قول اصح ہے۔ (البدایۃ والنھایۃ۔ ج ۸/ ۷،۴۹)

خودنوشت

پیدائشی نام : محمد ممتاز عالم
قلمی نام : ممتاز عالم مصباحی
ولدیت : جناب حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم
ماں کا نام : محترمہ رقیہ خاتون صاحبہ

تاریخ پیدائش: دیہات کے عامیانہ ماحول میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ ہونے کے باعث کوئی حتمی تاریخ تو معلوم نہیں ہوسکی۔ البتہ ایک اندازہ کے مطابق ۱۹۷۹ء سن ولادت قرار پایا ہے۔ ہاں! دن اور مہینہ حتمی طور پر معلوم ہے اور وہ یہ ہے شب جمعرات بوقت فجر، محرم الحرام نویں تاریخ کی صبح۔

جائے پیدائش:

جے نگر، پوسٹ جے نگر، ضلع روتہٹ، نیپال۔ اس بستی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ پورے ضلع میں یہی ایک ایسی بستی ہے جس کے سارے مسلمان سنی صحیح العقیدہ ہیں۔ اس میں ایک درجن سے زائد علماء قراء اور حفاظ ہیں، جو ملکی اور غیر ملکی سطح پر اپنے اپنے طور پر گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہاں ایک مدرسہ بھی ہے جس میں تقریباً نصف صدی سے کئی اساتذہ تعلیم دے رہے ہیں۔ مقامی طلبہ کے علاوہ وقت اور حالات کے مطابق کبھی کم اور کبھی زیادہ تعداد میں بیرونی طلبہ بھی پرائمری کے علاوہ حفظ وقرأت اور درس نظامیہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

تعلیم وتربیت:

میں نے ابتدائی تعلیم اپنے محلہ ہی میں واقع ادارہ جامعہ حنفیہ رضویہ میں حضرت علامہ قاضی ظفیر احمد مصباحی اور حضرت مولانا مجاہد حسین مصباحی صاحبان دام ظلہما سے حاصل کی۔ اس کے بعد عالمیت تک کی تعلیم جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، یوپی میں حاصل کی۔ پھر اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ازہر ہند جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں داخل ہوا اور وہاں سے ۲۰۰۰ء میں فضیلت اور قرأت بروایت حفص کی سندیں حاصل کی پھر اس کے بعد حضرت علامہ ارشد القادری نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے قائم کردہ ادارہ ''جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء'' ذاکر نگر نئی دہلی میں داخلہ لیا اور وہاں کا ''الاختصاص فی الأدب والدعوۃ'' کا دوسالہ کورس امتیازی نمبرات کے ساتھ مکمل کیا۔

مشہور اساتذۂ کرام

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری سابق شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور، خیر الاذکیا صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارکپور، محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ مصباحی رضوی صدر مفتی جامعہ اشرفیہ، رئیس القلم حضرت علامہ یٰسین اختر صاحب مصباحی بانی وصدر دار القلم دہلی، محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارکپور اعظم گڑھ یوپی، نصیر ملت حضرت علامہ نصیر الدین صاحب قبلہ، شیخ المعقولات جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ، یوپی قاضی نیپال حضرت علامہ ظفیر احمد صاحب مصباحی صدر المدرسین جامعہ رضویہ بحر العلوم، بستپور، سرلاہی، نیپال

خدمات

تدریسی خدمات

ایک سال تک جامعہ قادریہ ذاکر نگر، نئی دہلی میں تدریسی خدمات انجام دیا، ان دنوں مذکورہ ادارہ میں پرائمری اور حفظ وقرأت کے علاوہ رابعہ تک کی تعلیم کا بھی انتظام تھا۔

اس کے بعد ہندوستان کی مشہور ومعروف درسگاہ جامعہ امجدیہ، گھوسی میں میری تقرری ہوئی اور وہاں کئی سال تک پوری دلچسپی کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دیا۔

۲۰۱۰ء میں جامعہ قادریہ صابریہ برکات رضا، کلیر شریف بحیثیت پرنسپل تدریسی خدمت انجام دی، ۲۰۱۱ء میں جامعہ قادریہ رچھا میں تدریسی خدمت انجام دی، سال رواں کے آغاز سے جھانسی میں بحیثیت مفتی شہر خدمت انجام دے رہا ہوں۔

تحریر خدمات

☆ ۲۰۰۳ء میں کوئی سال بھر تک ماہنامہ جام نور دہلی کی میں نے ادارت کی ذمہ داری سنبھالی۔

☆ ۲۰۰۵ء کی ابتداء سے لے کر ۲۰۰۷ء کی انتہا تک میں نے جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کے ترجمان رسالہ سہ ماہی امجدیہ کی ادارت کی۔

☆ ۲۰۰۱ء سے لے کر اب تک ملٹی ایڈیشن اخبار روزنامہ راشٹریہ سہارا کے لئے مستقل کالم نویس کے طور پر کام کر رہا ہوں۔ اس کے حوالے سے ملک کا اردو طبقہ ناچیز کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

☆ اس کے علاوہ نئی دنیا، عالمی سہارا، ماہنامہ ماہ نور دہلی، ماہنامہ کنز الایمان دہلی، ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، ماہنامہ افکار ملی، دہلی ماہنامہ پیام حرم، بستی، ماہنامہ دین فطرت، بنگلور، ماہنامہ اردو دنیا، دہلی اور سہ ماہی پیام سیرت، کلکتہ وغیرہ

درجنوں رسالوں اور سالناموں میں،، سیاسی، فکری، تعلیمی، اقتصادی، ادبی اور اصلاحی موضوعات پر میرے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ۲۰۰۴ء میں روزنامہ جنگ پاکستان کے لئے بھی میں لکھا ہے۔

کتابیں

☆ امہات المؤمنین (مطبوعہ)
☆ تذکرۂ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ غیر مطبوعہ
☆ سیکولر ہندوستان اور مسلمان //
☆ دہشت گردی //
☆ اسلام کا سماجی نظام مطبوعہ
☆ اسلام کا اخلاقی نظام زیر طبع
☆ اسلام کا سیاسی نظام //
☆ اسلام کا معاشی نظام //
☆ اسلام کا تعلیمی نظام //
☆ اسلام کیا ہے؟ نیپالی زبان میں //
☆ قرآن کریم کا ضابطۂ اخلاق //
☆ مقالات سیرت غیر مطبوعہ
☆ صدر الشریعہ کی دینی وسیاسی خدمات غیر مطبوعہ

تخریج و تحقیق

☆ تخریج فتاویٰ بحر العلوم جلد اول مطبوعہ
☆ تخریج فتاویٰ بحر العلوم جلد چہارم مطبوعہ
☆ تخریج فتاویٰ بحر العلوم جلد پنجم مطبوعہ

باب دوازدهم
ماخذ و مراجع
فہرست آیات قرآن، احادیث، آثار
وکتب سیر و تواریخ

فہرست آیات مقدسہ

(۱) النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم۔ (الاحزاب:۲۱/۶)

(۲) فلما قضی زید منها وطرا (الاحزاب:۲۲/۳۵)

(۳) أحشروا الذین ظلموا وأزواجهم۔(الصٰفّت:۲۳/۲۲)

(٤) واذا النفوس زوجت۔(التکویر:۳۰/۷)

(٥) وأمراته حمالة الحطب(اللهب۳۰/٤)

(٦) امرأة نوح و امرأة لوط۔(التحریم:۲۸/۱۰)

(۷) امرأة فرعون (القصص: ۲۱/٤

(۸) وکانت امرأتی عاقرا۔(المریم۱٦/۹)

(۹) فاقبلت امرته فی صرة۔(الذّریٰت:۲٦/۲۹)

(۱۰) واصلحناله زوجه۔(الانبیاء۱۷/۹۰)

(۱۱) رحمة الله وبرکاته علیکم اهل البیت۔(الهود:۱۲/۷۳)

(۱۲) لستن کأحدمن النساء۔(الاحزاب۲۲/۳۳)

(۱۳) یاأیها النبی انا أحللنا لك أزواجك آیت۔(الاحزاب۲۲/۵۰)

(۱٤) یا أیها النبی لم تحرم ماأحل الله لك۔(التحریم:۲۹/۱)

(۱٥) ومن اٰیته أن خلق لکم من انفسکم ازواجا (الروم:۲۱/۲۲)

(۱٦) یا أیها النبی قل لازواجك ۔(الاحزاب:۲۲/۵۹)

(۱۷) لایحل لك النساء من بعد۔(الاحزاب:۲۲/۵۲)

(۱۸) وما کان لکم أن توذوا رسول الله۔ (الاحزاب:۲۲/۵۳)

(۱۹) وأنکرن ما یتلی فی بیوتکن من اٰیت الله والحکمة (الاحزاب۲۲/۳٤)

(۱۰) وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیه۔ (الاحزاب۲۲/۳۳)

(۲۱) وامرأته قائمة فضحکت فبشرنا باسحق۔(الهود:۱۲/۷۱)

(۲۲) النبی أولی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم۔
(الاحزاب: ۲۱ / ٦)

(۲۳) یاأیها النبی قل لازواجك وبنتك۔(الاحزاب۲۲ / ٥۹)

(۲٤) یا أیها النبی قل لازواجك ان تردن الحیٰوة الدنیا (الاحزاب: ۲۱ / ۲۸)

(۲٥) الخبیثٰت للخبیثین والطیبٰت للطیبین۔(النور:۱۸ / ۲٦)

(۲٦) ولقدأنزلنا الیکم کتاباًفیه ذکرکم أفلاتعقلون (الانبیاء۱۷ / ۱۰)

(۲۷) وأخرون اعترفوا بذنوبهم خلطواعملاً صالحاً (التوبه:۱۱ / ۱۰۲)

(۲۸) وان طائفتان من المؤمنین اقتلوا فاصلحوا بینهما
(الحجرات:۲٦ / ۹)

(۲۹) ادعوهم لابائهم وهوأقسط عندالله۔(الاحزاب:۲۱ / ٥)

(۳۰) یاأیها الناس انا خلقناکم من ذکر واثنی (الحجرات:۲٦ / ۱۳)

(۳۱) وماکانِ لمومن ولا مؤمنة اذا قضی اللّٰه ورسوله۔
(الاحزاب:۲۲ / ۳٦)

(۳۲) فعسی ان تکرهوا شیئا ویجعل الله فیه خیراً کثیراً (النسا:٤ / ۱۹)

(۳۳) واذتقول للذی أنعم اللّٰه علیه۔(الاحزاب:۲۲ / ۳۷)

(۳٤) فلما قضی زید منها وطرا ۔(الاحزاب:۲۲ / ۳٥)

(۳٥) ماکان محمدأبا احدمن رجالکم۔(الاحزاب:۲۲ / ٤۱)

(۳٦) یوم یفرالمرء من أخیه وأبیه وصاحبته وبنیه
(العبس:۳۰ / ۳٤-۳٥)

(۳۷) یا ایها الذین اٰمنوا لاتدخلوا بیوت النبی۔(الاحزاب:۲۲ / ٥۳)

(۳۸) ان ابراهیم لحلیم اواهٌ منیب۔(الهود:۱۲ / ۷٥)

(۳۹) وامرأة مومنة ان وهبت نفسها للنبی۔(الاحزاب:۲۲ / ٥۰)

☆☆☆

فہرست احادیث وآثار وکتب سیر وتواریخ

(۱) مالی فی النساء من حاجة (الحدیث)

(۲) شهاب واباطیل بحواله ضیاء القرآن۔۷/۴۷۹ تا ۴۸۲

(۳) ضیاء القرآن ۷/۴۸۳ تا ۴۸۵

(٤) شبهات واباطیل، ص ۲۹

(٥) ضیاء القرآن۔۷/۴۸۵ تا ۴۸۸

(٦) شبهات واباطیل ص ۳۰/۲۹

(۷) ضیاء القرآن ۷/۴۸۸ تا ۴۹۰

(۸) رحمة للعلمین ص ۲۔۱۴۱

(۹) مدارج النبوة،۳/۲–۵۹۶

(۱۰) ان جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه ...... (الحدیث)

(۱۱) فان الجنة ...... (نسائی مسند امام احمد بن حنبل)

(۱۲) کلاواللّٰہ مایخزیك اللّٰہ ابدا............(بخاری ۱/۳)

(۱۳) یالیتنی فیها جذعاً یالیتنی اکون حیاً (بخاری۱/۳)

(۱٤) قال آدم علیه السلام: انی لیدالبشر یوم القیامة......(طبری /)

(۱٥) افضل نساء اهل الجنة خدیجة بنت خولید (مسند امام احمد)

(۱٦) وا فضلهن خدیجة وعائشة............(شرح بهجة الحاوی)

(۱۷) سیرت سیدالانبیاء ص ٦۷۷

(۱۸) الاستیعاب ج دوم بحواله رحمة للعلمین ص ۱٤٥

(۱۹) سیرت ابن هشام ۱/۲۰۲

(۲۰) طبقات ابن سعد، ۱/۱۳۳

(۲۱) جوامع السیرة، ص۳۸تا ٤٠

(۲۲) طبری، ۲/ ۲۲

(۲۳) طبقات ابن سعد (۱/ ١٤تا ١٦)

(۲٤) کتاب المجسر (ص٧٨–٤٥٢)

(۲٥)الاستیعاب(۲/ ٧١٨)

(۲٦)سیرت سرور دوعالم (۲/ ١١٦)

(۲٧) قال رسول اللہ ﷺ رأئیتك فی المنام۔(بخاری١/ ٥٣٢)

(۲٨) شبہات واباطیل حول زوجات الرسول۔(ص ٤٠)

(۲٩) شبہات واباطیل حول زوجات الرسول۔ص۔٤٠)

(۳٠) زوجات النبی الطاهرات۔(ص ٣٦)

(۳١) زوجات النبی الطاهرات(ص٣٦)

(۳۲) زوجات النبی الطاهرات(ص٣٥)

(۳۳)زوجات النبی الطاهرات(ص٣٦)

(۳٤) واللہ مانزل علیَّ الوحی(بخاری: ١/ ٥٣٢)

(۳٥)ای بنیة الست ،تحبین ما احب (الحدیث)

(۳٦)زوجات النبی الطاهرات(ص٣٥)

(۳٧) شبہات واباطیل (ص٤١)

(۳٨) فلئن قلت لکم انی بریة لاتصدقونی(بخاری:٢/ ٥٨١)

(۳٩) مدارج النبوۃ ٢/ ٨٠٩/تا٨١١

(٤٠) ولقد رائیت عائشة......(بخاری)

(٤١) السیرة الحلبیة ٢/ ١٤٧)

(٤٢) الاستیعاب ١/ ٣٦

(٤٣) انی لأعلم أنها زوجته فی الدنیا والآخرة(بخاری: ١/ ٥٣٢)

(٤٤) تیسرالاصول فی جامع الاصول (٢/ ١٤٧)

(٤٥) الاستیعاب (١/ ٧٢)

(٤٦) الاستيعاب(١/٩)
(٤٧) كتاب الخراج (ص٤١)
(٤٨) الاستيعاب (١/٧٩٢)
(٤٩) سيرت سرور دو عالم (ص ٦٢٨)
(٥٠)سبهل الهدى والرشاد (١١/١٨٤)
(٥١) اسد االغابة فى معرفة الصحابة(٧/٦٧)
(٥٢) اسدالغابة فى معرفة الصحابه (٧/٦٨)
(٥٣) المواهب الدنيه (٢/٨٣)
(٥٤) سبهل الهدى والرشاد (١١/١٨٦)
(٥٥) الاصابة فى تميز الصحابة (٨/١٤٠)
(٥٦) سبهل الهدى والرشاد، (١١/١٩٣)
(٥٧) اسدالغابة (٧/١١٦)
(٥٨) مدارج النبوة (٢/٤٢٣)
(٥٩) ضياء النبى (٧/٥١٢)
(٦٠) الاصبابة فى تميز الصحابه(٨/١٤٢)
(٦١) الاصبابة فى تميز الصحابه(٨/١٤٢)
(٦٢) مدارج النبوة (٢/٨-٨٢٧)
(٦٣) زوجات النبى الطاهرات(......)
(٦٤).مدارج النبوة(٢/٧٦)
(٦٥) ضياء النبى(٧/٥٠٩)
(٦٦) مدارج النبوة(٢/٨١٧)
(٦٧) رحمة للعلمين ص(٦-١٦٥)
(٦٨) مدارج النبوة(٢/٧-٨١٦)
(٦٩) اسدالغابة فى معرفة الصحابه(٧/١٥٦)
(٧٠)اسدالغابة فى معرفة الصحابه(٧/١٥٦)

(۷۱)اسدالغابة فی معرفة الصحابه(۷/۱۵٦)
(۷۲)سبیل الهدی والرشاد(۱۱/۹-۱۹۸)
(۷۳)ضیاء النبی (۷/٤۹٥)
(۷٤)سبیل الهدی والرشاد(۱۱/۹-۲۰۰)
(۷٥)الاصابة فی تمیزالصحابه(۸/۱۹۷)
(۷٦)مدارج النبوة(۲/۲-۸۰۱)
(۷۷) مدراج النبوة(۲/۸۱۷)
(۷۸) روجات النبی الطاهرات ص ٦۱
(۷۹) روح المعانی، قرطبی از ضیاء القرآن (٤/٦۳)
(۸۰) ضیاء النبی ج۲ص۲۷٥)
(۸۱) ضیاء النبی(۷/٥۲٤)
(۸۲) المدارج النبوة (۲/۸۲۱)
(۸۳) سبل الهدیٰ والرشاد(۱۱/۲۰۱)
(۸٤)المواهب اللدنیه (۲/۸۷)
(۸٥) ضیاء القرآن (٤/٦-٦٥)
(۸٦) ضیاء القرآن (٤/٦٤)
(۸۷)رحمة للعلمین (۱٦۹)
Mohammead and Islam (P.126) (۸۸)
Mohammead and Islam (P.126) (۸۹)
Mohammead and Islam (P.127)(۹۰)
Mahammad and Islam (P.129-39)(۹۱)
(۹۲) ضیاء النبی (۷/٥۳۳)
(۹۳) محمدی مین اینڈهذفیته(۱٥۳)
(۹٤) المتشرقون والاسلام(۳۳٥)
(۹٥)المتشرقون والاسلام(۳۳٦)

(٩٦) ضیاء لنبی (٧/ ٥٣٥)

(٩٧) زوجات ألنبی الطاهرات (٦٤)

(٩٨) Mohammad at Madina (P.331)

(٩٩) محمد فرافٹ اینڈ سٹیٹسمین (١٥٨)

(١٠٠) Mohammad at Madina (P.320)

(١٠١) Mohammad at Madina (P.282-81)

(۱۰۲) جان بیگٹ گلب، ’’دی لائف ٹائمنز آف محمد (ہاڈر اینڈ سٹانگٹن، لندن ۱۹۷۵ء (ص ۲۳۷)

(۱۰۳) جان بیگٹ گلب، ’’دی لائف ٹائمنز آف محمد (ہاڈر اینڈ سٹانگٹن، لندن ۱۹۷۵ء (ص ۲۳۹)

(۱۰۴) جان بیگٹ گلب، ’’دی لائف ٹائمنز آف محمد (ہاڈر اینڈ سٹانگٹن، لندن ۱۹۷۵ء (ص ۸-۲۳۵)

(١٠٥) اسد الغابة فی معرفة الصحابة (٧/ ١٢٨)

(١٠٦) سبل الهدی والرشاد (١١/ ٢٠)

(١٠٧) اسد الغابة فی معرفة الصحابه (٧/ ١٢٧)

(١٠٨) مدارج النبوة (٢/ ٨٢)

(١٠٩) فَکُنَّ اذا اجتمعنا فی بیت احدنا...... بخاری شریف (٣/ ٢٢٦)

(١١٠) فَکُنَّ اذا اجتمعنا فی بیت احدنا...... مسلم شریف (٢٤٥٣)

(١١١) الاصابة فی تمیز الصحابة (٨/ ١٥٤)

(١١٢) اسد الغابه فی معرفة الصحابه (٧/ ١٢٨)

(١١٣) الاصابة فی تمیز الصحابة (٨/ ١٥٥)

(١١٤) الاصابة فی تمیز الصحابة (٨/ ١٥٥)

(١١٥) المواهب الدنية (٢/ ٨٨)

(١١٦) اسد الغابة فی معرفة الصحابة (٧/ ١٢٨)

(۱۱۷) المواهب الدنية(۲/ ۸۸)

(۱۱۸) حسن الصحابة ، بحواله رحمة للعلمين(۱۷۲)

(۱۱۹) سبدالهدی والرشاد(۱۱/۸-۲۰۷)

(۱۲۰) اسدالغابة فی معرفة الصحابة(۷/۲٦۳)

(۱۲۱)مدارج النبوة (۲/ ۸۳۳)

(۱۲۲) سبیل الهدی والرشاد (۱۱/ ۲۰۹)

(۱۲۳) اسدالغابة فی معرفة الصحابة(۷/۲٦۳)

(۱۲٤) سبل الهدیٰ الرشاد (۱۱/ ۲۰۹)

(۱۲۵) مدارج النبوة (۲/ ۸۳۲)

(۱۲٦) مدارج النبوة (۲/ ۸۳۲)

(۱۲۷)زوجات النبی الطاهرات(۸۲)

(۱۲۸) سبل الهدی والرشاد (۱۱/ ۲۰۷)

(۱۲۹) مدارج النبوة (۲/ ۸۳۲)

(۱۳۰) مدارج النبوة (۲/ ۸۳۲)

(۱۳۱) سبل الهدی والرشاد(۱۱/ ۲۱۰)

(۱۳۲) مدارج النبوة (۲/ ۸۲۵)

(۱۳۳) ضیاء النبی (۷/ ۳-۵۱۲)

(۱۳٤) زوجات النبی الطاهرات(۷۵)

(۱۳۵) فمارأینا امرأةً کانت اعظم برکةً...... (ابوداؤد۲/ ۵٤۸)

(۱۳٦) مدارج النبوة (۲/ ۸۲۳)

(۱۳۷)الاصابة فی تمیزالصحابة(۸/ ۷٤)

(۱۳۸) ضیاء النبی(۷/ ۲٤٦)

(۱۳۹) مدارج النبوة (۲/ ۵-۸۲٤)

(۱٤۰)کتاب الاستیعاب

(۱٤۱) سبل الهدیٰ والرشاد(۱۱/ ۲۱۳)

(۱٤۲) محمد رسول اللہ (ص۲۸۲)
(۱٤۳)سبل الھدی والرشاد(۱۱/۲۱۳)
(۱٤٤) مدارج النبوۃ (۲/۸۲۹)
(۱٤۵) زوجات النبی الطاھرات(ص۸-۷۷)
(۱٤٦) ضیاء النبی (۷/۵۱۵)
(۱٤۷) اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ(۷/۱٦۹)
(۱٤۸) الاصابۃ فی تمیزالصحابۃ(۸/۲۱۱)
(۱٤۹)مدارج النبوۃ (۲/۷۲۹)
(۱۵۰) السیرۃ النبوۃ (۳/۳٤۷)
(۱۵۱)ضیاء النبی(٤/۳۷٦)
(۱۵۲) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ (۸/۲۱۰)
(۱۵۳) مدارج النبوۃ (۲/۸۳۰)
(۱۵٤)الاصابۃ فی تمیزالصحابۃ(۸/۲۱۱)
(۱۵۵) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ(۸/۲۱۲)
(۱۵٦) مدارج النبوۃ (۲/۸۳۰)
(۱۵۷)سبل الھدی والرشاد (۱۱/۲۱۷)
(۱۵۸)انظرالسیر(۲/۲۳۲)
(۱۵۹) الاصابۃ فی تمیزالصحابۃ (۸/۲-۲۱۱)
(۱٦۰) رحمۃ للعالمین(ص۱۷۸، ۸۳۰)
(۱٦۱)الاصابۃ فی تمیزالصحابۃ(۸/۲۱۲)
(۱٦۲)مدارج النبوۃ (۲/۸۳۰)
(۱٦۳) البدایۃ والنہایۃ(۸/٤۸۹)
(۱٦٤)المدارج النبوۃ(۲/)

☆☆☆

☆